Atlantis
Publications
لنگڑا وقت
اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"دائرے کا سمندر" کا تیسرا حصہ

لنگڑا وقت

اشتیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم!

"دائرے کا سمندر" کا تیسرا حصہ "لنگڑا وقت" حاضر ہے۔ اب ذرا بات ہو جائے خاص نمبر کی اپنی۔ دراصل ایک ریت چلی آرہی ہے۔ وہ یہ کہ خاص نمبر مارکیٹ سے فوراً غائب ہو جاتے ہیں اور پھر جن قارئین کو نہیں مل پاتا..... وہ تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے..... سوائے ایک دو خاص نمبروں کو چھوڑ کر تمام کے ساتھ یہی ہوا۔ اور پرانے خاص نمبروں کی ابھی تک لوگوں کو تلاش ہے اور ان کی اشاعت کے لئے بار بار مجھ سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً "وادیٔ دہشت" پرانے ناولوں کے پروگرام کے تحت جب شائع نہ کیا گیا تو بہت سے قارئین نے شکوہ کیا اور اس کو جلد شائع کرنے کا مطالبہ کیا۔

سابقہ خاص نمبروں کا تو ذکر ہی کیا..... "برف کے اس پار" شائع ہوا تو مارکیٹ سے فوراً غائب ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں اپنی ذاتی کاپی بھی نہ بچا سکا۔ پھر "قیامت کے باغی" کی باری میں بھی یہی ہوا، وہ بھی فوراً ختم ہو گیا۔ یہ دونوں خاص نمبر بعض قارئین اب تک تلاش کر رہے ہیں اور مجھے خطوط بھی ملتے ہیں۔ میں انہیں کہاں سے ارسال کر سکتا ہوں۔ کہنے کا مقصد یہ کہ آپ پہلے ہی اپنی کاپی بک کروا لیا کریں۔ اگر آپ لوگ دو ماہ پہلے اپنا خاص نمبر یا عام ناول بک کروا لیں یا ہمیں لکھ دیں تو اس طرح وقت سے پہلے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس بار ہمیں کتنی تعداد میں ناول شائع کرنے ہیں۔ چونکہ تمام قارئین ایسا نہیں کرتے اس لئے بہت سے قارئین تلاش کرتے رہ جاتے ہیں۔

اشتیاق احمد

کے بی ون زیرو سیون

آدھ گھنٹے کے تعاقب کے بعد علی محمد کی بیوہ ایک عمارت میں داخل ہوتی نظر آئی.... فرزانہ نے پریشان ہو کر دائیں بائیں دیکھا.... وقت دن کا تھا.... ورنہ وہ پائپ کے ذریعے بھی اندر جا سکتی تھی۔ اس نے دروازے پر لگی نیم پلیٹ پر نظر ڈالی.... وہاں میجر کالی لکھا نظر آیا۔

"میجر کالی" وہ بڑبڑائی۔

آخر کچھ دور ہٹ کر اس نے وائرلیس سیٹ پر بات کی۔

"میجر کالی نامی ایک شخص کے مکان میں داخل ہوئی ہے.... دن کا وقت ہے.... میں پائپ کے ذریعے اندر نہیں جا سکتی.... لہٰذا کیا کروں"۔

"مدد کے لیے فاروق اور آفتاب کو بھیج رہا ہوں.... تم یہاں سے ہلنا نہیں"۔

"او کے ابا جان.... آپ فکر نہ کریں"۔ اس نے فوراً کہا۔

بیس منٹ بعد فاروق اور آفتاب وہاں پہنچ گئے۔

"ہاں اب بتاؤ.... کبھی اکیلے بھی کام کر لیا کرو"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"اب مجھے کیا معلوم تھا کہ انکل تمہیں ہی بھیجیں گے"۔ فرزانہ نے جل کر کہا۔

"کسی عمارت میں داخل ہونے کے لیے میرے علاوہ اور کسے بھیجا جا سکتا تھا.... ادھر ادھر کی باتیں نہ کرو.... اور کام بتاؤ"۔

"علی محمد کی بیوہ اس عمارت میں داخل ہوئی ہے.... اسے رہا کرنے کا منصوبہ یہی تھا کہ اس کا تعاقب کیا جائے.... ورنہ ہم لوگ غداروں کو کیوں رہا کرنے لگے"۔

"ہوں.... ٹھیک ہے.... لیکن وقت دن کا ہے.... اگر کسی نے پائپ پر چڑھتے دیکھ لیا تو"۔

"تو ہم کہہ دیں گے.... ہم دیکھ رہے ہیں.... یہ پائپ ہمارے مقابلے میں ٹکتا ہے یا نہیں"۔

"اچھا تو میں چلا.... نیچے کی تم نبٹ لینا"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

اور پھر فاروق بلا کی رفتار سے اوپر چڑھ گیا.... اتفاق کی بات کہ اسے کسی نے بھی نہ دیکھا.... پندرہ منٹ بعد وہ پائپ کے

ذریعے نیچے اترتا نظر آیا.... وہ ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے اس کا انتظار کرتے رہے.... جونہی اس کے پاؤں زمین سے لگے.... فرزانہ نے شی کی آواز نکالی.... وہ سیدھا اس کی طرف آ گیا۔

"ہاں کیا رہا"۔

"کچھ بھی نہیں.... یہ گھر بھی ایک انگریز کا ہے اور اس نے گویا رہائش کے لیے ایک کمرہ اس عورت کو دے دیا ہے اور بس"۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا"۔

"میرا خیال ہے.... یہاں ایک سادہ لباس والے کو مقرر کر دیتے ہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

سادہ لباس والے کو مقرر کر کے وہ گھر آ گئے۔

"منہ لٹکے ہوئے ہیں.... ناکام لوٹے ہیں"۔ رفعت مسکرائی۔

"تو تم جا کر کوئی کام دکھاؤ نا"۔

"پہلے پوچھ تو لو.... ہوا کیا وہاں"۔ انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

فاروق نے تفصیل سنا دی۔

"خیر.... ان کی نگرانی ہو رہی ہے.... کوئی بات ہو گی تو معلوم ہو جائے گی.... ویسے یہ عورت اہم نہیں لگتی.... سوال صرف یہ ہے

کہ ہمارے وزیر خارجہ، سفیر ڈی سلوان کے پاؤں کیوں پکڑ رہے تھے.... اس سے ایسا کیا جرم سرزد ہو گیا تھا.... اس سوال کا جواب ڈی سلوان دے سکتا ہے.... لیکن اب ہم اسے کہاں سے لائیں.... وہ تو سب لوگ ہمیں بے ہوش کر کے چلتے بنے تھے"۔

"اس کا آسان طریقہ یہی عورت ہے.... آخر کو یہ ڈی سلوان کے پاس جائے گی.... بے شک یہ وزیر خارجہ کی بیوی تھی.... لیکن ایجنٹ تو ان کی ہی تھی.... اب اگر یہ ڈی سلوان کے پاس جاتے تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا"۔

"امید تو نہیں کہ آسان ہو جائے.... کیونکہ اس کیس میں اب تک ایک کام بھی آسان ہوتا نظر نہیں آیا"۔

"ہوں خیر.... کوشش کرتے جانا ہمارا کام ہے.... کامیابی اور ناکامی دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے.... اگر ہم اللہ کی رضا کے لیے یہ کام کر رہے ہیں تو کامیابی اور ناکامی سے ہمیں کوئی غرض نہیں.... ہمیں غرض کام سے ہے.... اور کام کا سلسلہ رکنا نہیں چاہیے.... اس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں ایک دن کامیاب بھی کر دیں گے.... آخر کوئی تو منصوبہ ہے.... جو ان لوگوں نے بنایا ہے اور جس پر عمل بھی کر چکے ہیں"۔

"یہی تو سب سے بڑی الجھن ہے"۔

"ایک بات ہے.... آخر اس منصوبے کے اثرات تو سامنے آئیں گے"۔ منور علی خان نے کہا۔

"ضرور آئیں گے.... لیکن ایسا نہ ہو کہ اثرات اس وقت سامنے آئیں جب پانی سر سے گزر چکا ہو.... اور جو نقصان وہ پہنچانا چاہتے ہیں.... وہ پہنچ چکا ہو.... اس لیے ہمیں اس وقت سے پہلے اس منصوبے کا سراغ لگا لینا چاہیے"۔

"ایک بات یہ ذہن میں آتی ہے کہ ہم کسی طرح خفیہ طور پر انشارجہ میں داخل ہو جائیں اور سراغ لگانے کی کوشش کریں"۔

"لیکن کس چیز کا سراغ سوال تو یہ ہے.... جب تک ہمیں یہ بات معلوم نہ ہو گی.... ہم کیا کر سکیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"بہت الجھن ہے.... بہت بڑی الجھن.... زندگی میں پہلی بار ہم بہت زبردست بے بسی محسوس کر رہے ہیں...."

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی۔

"یا اللہ! یہ فون کوئی اہم خبر لے کر آیا ہو"۔ اشفاق نے جلدی سے کہا۔

"آمین"۔ وہ ایک ساتھ بولے اور انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا لیا۔

"سر.... وہ عورت اور وہ انگریز یہاں سے نکل کر جا رہے ہیں.... میں ان کے تعاقب میں روانہ ہو رہا ہوں"۔

"بہت خوب! ہم آ رہے ہیں.... بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے.... انہیں تعاقب کا شبہ ہرگز نہ ہو.... وائرلیس پر رابطہ برابر قائم رکھنا.... ہم کئی کاروں میں روانہ ہو رہے ہیں.... ان کی کار سے آگے پہنچنے کی کوشش بھی کریں گے.... ایک کار آگے رہے گی' باقی کاریں پیچھے ہوں گی"۔

"او کے سر! آپ فکر نہ کریں"۔

وہ اسی وقت روانہ ہو گئے.... جلد ہی انسپکٹر کامران مرزا کی کار اس کار سے آگے تھی.... انسپکٹر جمشید والی کار اس کے پیچھے.... اب انہوں نے سادہ لباس والے سے رابطہ قائم کیا۔

"ہاں! اب بتاؤ.... ہم تعلیم روڈ پر ہیں.... اگلی کار میں انسپکٹر کامران مرزا اس وقت ایک سو تیسویں کلومیٹر پر سے گزر رہے ہیں.... جب کہ میں ۱۲۰ ویں کلومیٹر پر ہوں"۔

"اور میں ۱۲۵ ویں کلومیٹر کے پاس ہوں سر.... جب کہ ان دونوں کی کار ۱۲۶ ویں کلومیٹر پر ہے"۔

"ٹھیک ہے.... اب تم درمیان سے نکل آؤ اور میری کار کے پیچھے آ جاؤ.... ہم درمیانی فاصلہ اب اتنا رکھ سکتے ہیں کہ وہ دیکھ

ہی نہ سکیں.... اس طرح انہیں تعاقب کا شبہ ہرگز نہیں ہو گا.... کیونکہ اگلی کار میں انسپکٹر کامران مرزا ہیں"۔

"بہت بہتر.... کار کا رنگ سرخ ہے اور نمبر KB-107 ہے"۔

"شکریہ! تم ہمارا تعاقب کرو گے"۔

"او کے سر"۔

جلد ہی انہیں سادہ لباس والے کی کار نظر آنے لگی.... پھر وہ پیچھے چلی گئی.... اب انسپکٹر جمشید نے کار آگے بڑھا دی.... اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور رات کی تاریکی بڑھ رہی تھی.... چاند کی تاریخ بھی ابتدائی تھی.... اس لیے چاند کی روشنی کا ڈر بھی نہیں تھا.... لہٰذا انہیں تعاقب میں اور آسانی ہو گی۔

آخر اگلی کار ایک عمارت میں مڑ گئی.... اب انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کو وائرلیس کے ذریعے خبردار کیا.... ورنہ وہ تو آگے ہی بڑھتے چلے جاتے.... وہ بھی واپس پلٹ آئے اور ان کے ساتھ مل گئے۔

"وہ کار اس عمارت میں گئی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے انہیں بتایا۔

"ہوں.... فاروق کو اندر بھیجنا چاہیے"۔ محمود نے کہا۔

"تمہیں اس ایک بات کے علاوہ اور آتا کیا ہے"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"اچھی بات ہے.... تو پھر میں ہی چلا جاتا ہوں"۔ محمود نے کہا۔

"ضرور چلے جاؤ"۔ فاروق نے کہا۔

"اجازت ہے اباجان"۔

"ضرور"۔ وہ مسکرائے۔

محمود نے عمارت کا ایک چکر لگایا اور واپس آگیا۔

"لیجئے یہ تو ہو بھی آئے"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں! یہ پائپ اوپر نہیں جا رہا.... اب کیا کروں"۔

"رسی کی سیڑھی"۔ منور علی خان بولے۔

اور پھر انہوں نے اپنے شکاری تھیلے میں سے رسی نکال کر آنکڑا اوپر پھینکا.... پہلی ہی بار آنکڑا پھنس گیا۔

فاروق! اب تم جاؤ"۔ محمود بولا۔

"ہاں تم تو عمارت کا چکر لگا کر تھک گئے ہو گے"۔

"ہاں! بالکل.... میں بہت تھک گیا ہوں"۔ محمود نے منہ بنایا۔

فاروق منہ بناتا ہوا رسی کی طرف بڑھ گیا.... جلد ہی وہ

چھت پر پہنچ چکا تھا.... نیچے پہنچ کر اس نے ایک دروازہ کھول دیا.... سب لوگ اندر داخل ہو گئے۔

دبے پاؤں چلتے وہ اس کمرے کے دروازے تک پہنچ گئے جس سے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں.... انہوں نے اپنے کان دروازے کے قریب کر دیئے.... اندر کوئی کہہ رہا تھا۔

"تم نے یہاں آ کر بہت بڑی غلطی کی روزمیری"۔

"لیکن باس! میں آپ کو یقین دلاتی ہوں.... ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا"۔

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر"۔ انگریز کی آواز سنائی دی۔

"تم کیا سمجھتے ہو.... روزمیری کو انسپکٹر جمشید نے بلاوجہ چھوڑ دیا ہو گا.... ہرگز نہیں، تعاقب کرنے کے لیے چھوڑا گیا تھا"۔

"بے شک ان کے بچوں نے تعاقب کیا تھا.... لیکن میں جان کے گھر چلی گئی.... اور پھر وہ جان کے گھر اپنا اطمینان کر کے چلے گئے تو اس کے بھی بہت دیر بعد ہم وہاں سے روانہ ہوئے"۔

"یہ ٹھیک ہے کہ تم نے احتیاط کر لی تھی.... لیکن وہ لوگ بہت چالاک ہیں.... تعاقب میں انہوں نے حد درجے کی احتیاط کی ہو گی"۔

"اب تو ہم آ گئے ہیں.... اور اگر چند منٹ تک باہر کوئی نہ

پہنچا تو اس کا مطلب یہی ہو گا کہ آپ بلاوجہ ڈر رہے ہیں“۔

”تم ان لوگوں کو نہیں جانتے.... میں جانتا ہوں.... ابطال جیسے لوگ ان سے ڈرتے ہیں“۔

”تب پھر انہیں ختم کیوں نہیں کر دیا.... صرف بے ہوش کیوں کیا؟“

”ابطال جیسے لوگوں کو انہیں مار کر بھی مزا نہیں آتا.... وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کی بے بسی کے مزے لیں.... اور اس وقت یہ لوگ کس قدر بے بس ہیں.... وہ ہم جانتے ہیں.... اس مرتبہ ہماری سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ جو منصوبہ بنایا تھا.... اس پر کام مکمل ہونے تک انہیں اس کی ہوا تک نہیں لگنے دی گئی“۔

”واقعی یہ تو ہے“۔

عین اسی لمحے انسپکٹر جمشید نے دروازے پر دباؤ ڈالا.... دروازہ کھل گیا.... اندر موجود لوگ زور سے اچھلے.... ان کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

”دیکھا! میں نے کہا تھا نا“۔ ڈی سلوان کی آواز سنائی دی۔

روزمیری اور جان کی حالت اس وقت دیکھنے والی تھی....

جب کہ ڈی سلوان بھی کم پریشان نظر نہیں آ رہا تھا۔

”کیا حال ہے دوستو.... ہم تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں.... کہ اس بار انشارجہ کا منصوبہ کیا تھا“۔

○☆○

دیوانے کا خواب

کمرے میں ڈی سلوان کے ساتھ اروان بھی تھا.... وہ سب لوگوں کو ہونقوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔

"میجر ڈی سلوان! آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا.... سفارت خانے میں تو آپ لوگ زہریلی گیس چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے.... کیا اب یہاں بھی ایسا ہی کوئی پروگرام ہے.... لیکن آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ اس وقت صورت حال پہلے جیسی نہیں ہے.... ہم نے تعاقب بھی بہت احتیاط کے ساتھ کیا ہے.... ان دونوں کو نہ تو اپنے پیچھے کی گاڑی نظر آئی ہو گی.... نہ آگے.... کیوں روز میری صاحبہ اور جان صاحب"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بالکل ٹھیک ہے.... یہی میں میجر سے بات کر رہا تھا کہ تعاقب نہیں کیا گیا"۔

"چپ رہو.... بے وقوف انسان.... میں نے تم ہدایت دی تھی کہ میرے پاس نہ آنا.... تم پھر بھی آ گئے"۔

"لیکن سر! وہاں ہمیں ڈر لگ رہا تھا"۔

"خاموش!" اس نے جھلا کر کہا اور پھر ان لوگوں کی طرف مڑا۔

"آپ لوگ تشریف رکھیں.... کب تک کھڑے رہیں گے"۔

"کوئی چال کامیاب نہیں ہو گی.... اس وقت تم چاروں ہمارے پستولوں کی زد میں ہو.... اس طرح کہ ذرا بھی حرکت کرو گے تو چھلنی ہو جاؤ گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آواز میں کہا۔

ان کے رنگ اڑ گئے.... پھر میجر ڈی سلوان نے کہا۔

"آپ لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ انشارجہ' بگال اور اناس کا منصوبہ کیا ہے.... تو سن لیں.... کسی کو ہوا تک نہیں لگنے دی گی.... اس منصوبہ کا پتا تین سال سے پہلے کسی کو نہیں لگ سکے گا.... اور تین سال بعد جب پتا لگے گا تو اس وقت پتا لگنے سے ان تینوں کو اور تینوں کے منصوبے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا.... اس سے پہلے کسی کو کچھ پتا نہیں چلے گا"۔

"چلو ٹھیک ہے.... تم نے ایک بات زائد تو بتائی اور وہ یہ کہ اس منصوبے کی ہوا کسی کو تین سال گزرنے سے پہلے نہیں لگے گی.... سوال یہ ہے کہ اس وقت آخر کن لوگوں کو معلوم ہے کہ

منصوبہ کیا ہے"۔

"جن لوگوں کو معلوم ہے.... وہ منصوبے کا حصہ ہیں.... اور انہیں اس دنیا سے ہی الگ کر دیا گیا ہے"۔

"کیا کہا.... اس دنیا سے ہی الگ کر دیا گیا"۔ انسپکٹر جمشید کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہاں! دنیا سے ہی الگ کر دیا گیا ہے"۔ میجر نے ہی پر زور دے کر کہا۔

"بات پلے نہیں پڑی.... کیا انہیں جان سے مار ڈالا گیا ہے"۔

"یہ بات نہیں.... ان کے کام کرنے کے لیے ایک ایسی جگہ بنائی گئی ہے.... جہاں تم لوگ تو کیا کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا"۔

"مطلب یہ کہ.... وہ جگہ دنیا سے پوشیدہ جگہ پر ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! یہی کہا جا سکتا ہے"۔

"اور وہاں وہ لوگ موجود ہیں.... جو اس منصوبے پر کام کر رہے ہیں"۔

"بہت خوب! آپ سے کافی مفید باتیں معلوم ہوئیں.... ابھی تین سال اور لگیں گے.... تب اسلامی دنیا اس منصوبے کی زد میں

آئے گی"۔

"شاید یہ بات کہی جا سکتی ہے.... یا شاید یہ منصوبہ مکمل ہو چکا ہے اور اس کے اثرات اسلامی ملک تین سال بعد محسوس کریں گے.... یہ بات مجھے واضح طور پر معلوم نہیں ہے.... مجھے تو کچھ دیر کے لیے مسٹر سرالک' موٹال' روگان اور ابظال کی باتیں سننے کا اتفاق ہو گیا تھا.... ورنہ یہ باتیں بھی میں نہ بتا سکتا"۔

"کیا مطلب.... اس اتفاق کی وضاحت کریں"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

"سفارت خانے سے نکل کر ہم سیدھے یہاں آئے تھے.... انہوں نے مجھے اور اروان کو آرام کرنے کے لیے کہا.... ہم دوسرے کمرے میں جا کر لیٹ گئے.... انہوں نے خیال کیا کہ ہم سو گئے ہیں اور ان کی باتیں نہیں سن رہے.... بس اس وقت انہوں نے یہ باتیں کی تھیں.... اور ان باتوں سے یہ بھی محسوس ہوا تھا کہ ان چاروں کو بھی معلوم نہیں کہ منصوبہ کیا ہے"۔

"ہاں!یہ بات ہمیں معلوم ہے.... لیکن ایک بات تو تمہیں بھی ماننا پڑے گی"۔ محمود مسکرایا۔

"اور وہ کیا"۔

"یہ کہ اس منصوبے کا آخر انتارجہ' بیگال اور انتاس میں

کسی نہ کسی کو تو علم ہے"۔

"جی ہاں کیوں نہیں.... تینوں ملکوں کے صدر کو تو ضرور علم ہو گا.... لیکن آپ لوگ ان تک پہنچ نہیں سکیں گے.... یہ خیال ذہن سے نکال دیں.... آپ کے لیے تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں"۔

"آخر یہ تینوں ملک ہم لوگوں سے اس قدر ڈرے ہوئے کیوں ہیں"۔

"جب وہ آپ لوگوں کی تاریخ دیکھتے ہیں.... تو یہی کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں.... بہرحال اس بار ابظال ہنس کر کہہ رہا تھا کہ آپ لوگوں کو انہوں نے شکست فاش دے دی ہے"۔

"یہ تو خیر ہم بھی مانتے ہیں کہ ہمیں شکست فاش ہو گئی ہے.... لیکن ابھی ہمارے پاس تین سال باقی ہیں"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"کیا کہا.... تین سال باقی ہیں یہ کیا کہا.... کیسے کہا.... کیوں کہا"۔ میجر ڈی سلوان نے کہا۔

"ویسے کہا.... یوں کہا .... اس لیے کہا کہ ابھی کون سا منصوبے کے اثرات ظاہر ہوئے ہیں.... اثرات ظاہر ہونے سے پہلے ہم اس منصوبے کا پتا صاف کر دیں گے"۔

"یہ بات ابظال نے کی تھی"۔ ڈی سلوان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اس نے کہا تھا.... اب یہ لوگ اس منصوبے کے مرکز تک اگر پہنچ بھی جائیں.... تو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا.... منصوبہ ناکام نہیں ہو گا.... اس لیے کہ پہلے ہی کامیاب ہو چکا ہے.... بس اس کے اثرات بعد میں ظاہر ہوں گے.... اور جب ظاہر ہوں گے تو کوئی کچھ نہیں کر سکے گا"۔

"اف اللہ! مارے سسپنس کے میرا برا حال ہے.... آخر یہ بات ہمیں کس طرح اور کب معلوم ہو گی"۔ فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"میجر ڈی سلوان کو الٹا لٹکا دیں.... بات معلوم ہو جائے گی"۔ منور علی خان نے کہا۔

"نہیں ہو گی.... مجھے کیا.... ابظال کو کچھ معلوم نہیں ہے"۔

"لیکن.... ابظال ایک بات ضرور بتا سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟"

"منصوبے کا ہیڈکوارٹر کہاں ہے"۔

"جی نہیں.... اب آپ ان سے یہ بات بھی معلوم نہیں کر

سکیں گے"۔ ڈی سلوان ہنسا۔

"کیوں؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اس لیے کہ.... وہ چاروں ہیڈکوارٹر پہنچ چکے ہیں.... اور اب تین سال وہیں گزاریں گے.... لہٰذا ملاقات کس طرح ہو سکے گی.... یا تو آپ اس ہیڈکوارٹر میں پہنچ جائیں"۔

"ہم وہاں ضرور پہنچیں گے"۔ محمود بولا۔

"یہ بات دیوانے کا خواب ہے"۔

"یہ تمہارا کہنا ہے.... تم لوگ ہمیں جانتے ہو اور پھر ایسی بات کہہ رہے ہو"۔

"ہاں! بلاوجہ نہیں کہہ رہے.... اس مرتبہ ہیڈکوارٹر ایسی ہی جگہ بنایا گیا ہے"۔

"اللہ مالک ہے.... ہم بھی اللہ کا نام لے کر روانہ ہو رہے ہیں"۔

"بہت خوب! ہمیں اس دن تک زندہ رہنے دیا جائے.... جب تک آپ وہاں پہنچ کر نہ دکھا دیں"۔

"لیکن رہنا ہو گا آپ کو ہمارے ملک کی جیل میں ہی"۔

"کوئی پرواہ نہیں"۔ اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ایک سادہ لباس والے کو اندر بلایا اور ان

چاروں کو لے جانے کے لیے کہا۔

"تو کیا آپ لوگ ابھی یہیں ٹھہریں گے"۔

"ہاں کیوں نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"نن نہیں"۔ میجر نے مارے خوف کے کہا۔

"کیا تم اس منصوبے کے لیے ہمارے ملک کی حد تک انچارج ہو"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! یہ بات کہی جا سکتی ہے"۔

"اور یہ گھر تم نے خرید رکھا ہے"۔

"ہاں بالکل"۔ وہ بولا۔

"اس میں کوئی تہ خانہ تو نہیں ہے"۔

"نن نہیں.... ہاں"۔ اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"تم نے نہیں کہا یا ہاں"۔

"نہیں.... اس کے نیچے کوئی تہ خانہ نہیں ہے"۔

"شکریہ.... انہیں لے جاؤ"۔ انہوں نے سادہ لباس والے سے کہا۔

"لیکن آپ لوگ یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے"۔

"تہ خانے کی تلاش"۔ آصف بولا۔

"اوہ! یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"ہو سکتا ہو گا.... لیکن یہاں کوئی مصنفین کی کانفرنس نہیں ہو رہی"۔ شوکی نے جل کر کہا۔

سادہ لباس والے انھیں دروازے کی کھینچنے لگے۔

"نن.... نہیں.... رہا کر دیا جائے.... ورنہ"۔ ڈی سلوان چلایا۔

وہ رک گئے.... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ڈی سلوان کی طرف دیکھنے لگے۔

"اگر آپ لوگ یہاں ٹھہریں گے تو آپ پر مصیبت نازل ہو گی.... ایسی مصیبت جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے"۔

"اب یہ ہمارے ساتھ رہیں گے.... ان کے ہونٹوں پر ٹیپ چپکا دی جائے"۔

"ارے ارے .... یہ کیا.... اس کی کیا ضرورت ہے؟" ڈی سلوان چلایا۔

"باس! اب چپ چاپ یہ بات برداشت کر لو.... یہ اپنی مرضی کیے بغیر نہیں ٹلیں گے"۔ اروان نے کہا۔

ڈی سلوان اسے گھور کر رہ گیا۔

"اروان میں تم سے زیادہ عقلمند ہوں.... اچھا مسٹر اروان.... اس مکان کے نیچے تہ خانہ ہے نا"۔

"خبردار اروان"۔

"وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ باس.... یہاں تہ خانے ہے؟"

"دیکھا! میں نے ٹھیک کہا تھا نا.... اس میں عقل ہے.... چلو اروان تہ خانے کا راستا کھول دو"۔

وہ زینے کی طرف آیا.... اس کے نیچے چھوڑی گئی جگہ میں ایک لوہے کی موٹھ ایک کونے میں لگی ہوئی تھی.... یوں دیکھنے پر وہ نظر نہیں آتی تھی.... اس نے موٹھ کو گھمایا.... فوراً ایک دروازہ نمودار ہوا.... اور سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں"۔

"نن.... نہیں.... نہیں"۔ ڈی سلوان چلایا۔

"باس اب نن نہیں نہیں کرنے سے کچھ نہیں ہو گا"۔ اروان مسکرایا۔

"تو پھر کیا کرنے سے کچھ ہو گا"۔

"ان لوگوں کا ساتھ دینے سے"۔ اروان بولا۔

"بکو مت.... بزدل"۔ اس نے چلا کر کہا۔

"تم میں عقل ہے اروان.... ہم تمھیں بھی جانے دیں گے.... اگر تم ہماری مدد کرو"۔

"ٹھیک ہے جناب! میں ہر طرح کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوں.... اس تہ خانے میں بہت طاقت ور ٹرانسیٹر موجود ہے.... اس

کے ذریعے سے مسٹر ڈی سلوان انشارجہ سے بات چیت کرتے رہتے ہیں اور انشارجہ کی حکومت ان سے"۔

"بہت خوب! یہ بات تو نیچے اتر کر ہمیں خود معلوم ہو جاتی.... کوئی ایسی بات بتاؤ.... جس کی بنیاد پر ہم سوچیں کہ تمہیں جیل جانے سے بچالیں"۔

"اچھی بات ہے.... میں ایسی چند باتیں آپ کو بتا سکتا ہوں"۔

"اروان! تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا"۔ ڈی سلوان گرجا۔

انہوں نے ان دونوں پر ایک نظر ڈالی.... پھر سادہ لباس والے سے کہا۔

"مسٹر ڈی سلوان کو اوپر ہی روک کر رکھا جائے.... ہم مسٹر اروان کے ساتھ نیچے جا رہے ہیں"۔

"او کے"۔

"پتا نہیں.... اب اچھا کیا ہے اور برا کیا"۔ اس نے منہ بنایا۔

اور وہ اس کے ساتھ نیچے اتر گئے.... سادہ لباس والے ڈی سلوان کے ساتھ اوپر ہی رہ گئے.... جونہی وہ نیچے فرش پر اترے.... سوراخ خود بخود بند ہو گیا اور تہ خانے میں لائٹ آن ہو گئی۔

وہ اس تہ خانے کو دیکھ کر وہ حیرت میں ڈوب گئے.... وہاں آرام کرنے اور کھانے پینے کی بے شمار چیزیں تھیں.... جدید قسم کی الماریاں لگی تھیں.... ان میں سے ہر ایک پر تالا لگا تھا.... تالے بھی نئی قسم کے تھے۔

"اور ان تالوں کی چابیاں"۔

"یہ چابیوں سے نہیں کھلتے"۔

"تو پھر کھولو انہیں"۔

اس نے تمام الماریوں کے تالے کھول ڈالے.... ان میں سے ایک میں وہ ٹرانسمیٹر سیٹ موجود تھا.... ایک الماری کاغذات سے بھری پڑی تھی.... کاغذات کا تعلق ڈی سلوان اور ان تینوں سے تھا.... سرسری طور پر دیکھنے سے معلوم ہو گیا کہ روزمیری کو وزیر خارجہ کی بیوی بننے کی ہدایات دی گئی تھیں.... گویا یہ شادی بھی روزمیری نے اپنے ملک کے لیے کی تھی.... تاکہ وزیر خارجہ سے معلومات حاصل کرتی رہے اور آگے پہنچاتی رہے۔

"اس کا مطلب تو یہی ہے کہ وزیر خارجہ کے گھر کے نیچے بھی کوئی تہ خانہ ضرور موجود ہو گا"۔ محمود چونکا۔

"بہت دیر بعد خیال آیا"۔ اروان ہنسا۔

"ہے نا وہاں تہ خانہ"۔

"بالکل ہے۔۔۔ آپ کے وزیر خارجہ انشارجہ کے ہاتھوں میں مکمل طور پر بکے ہوئے تھے"۔

"ہوں۔۔۔ یہ جان کر بہت دکھ ہوا۔۔۔ افسوس ہوا۔۔۔ ہم بھی کن لوگوں کے ہاتھوں میں ملک کی باگ ڈور دے دیتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

عین اس لمحے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔

"کیا یہ اشارہ اوپر بھی موصول ہوا ہے"۔

"ہاں! مسٹر ڈی سلوان کی جیب میں ایک ننھا سا بٹن ہے۔۔۔ جب اس پر پیغام آنا ہوتا ہے تو اس آلے میں سے آواز آنے لگتی ہے"۔

"بہت خوب! انسپکٹر کامران مرزا آپ ذرا اروان کا منہ بند کرلیں"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ فکر نہ کریں"۔

انہوں نے اس کا منہ بند کر دیا اور انسپکٹر جمشید نے بٹن آن کر دیا۔

دوسری طرف سے فوراً" کہا گیا۔

"ہیلو مسٹر ڈی سلوان"۔

○☆○

کمرہ امتحان

"یس سر"۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً ڈی سلوان کی آواز منہ سے نکالی۔

"پاک لینڈ میں تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔۔۔ بس تم چاروں واپس آ جاؤ۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ انسپکٹر جمشید وغیرہ تم تک پہنچ جائیں۔۔۔ اب یہاں تم لوگ ہی ایسے ہو۔۔۔ جن کے ذریعے وہ کوئی سراغ لگا سکتے ہیں"۔

"یس سر اوور"۔

"ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر آ جاؤ اوور"۔

اور آواز آنا بند ہو گئی۔۔۔ انہوں نے بٹن آف کر دیا اور ان چاروں کی طرف بڑھے۔

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ تم لوگ کوئی ایسی بات جانتے ہو۔۔۔ جس کے ذریعے ہم کوئی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں"۔

انہوں نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بھینچ لیے۔

"یوں کام نہیں چلے گا.... اب تو زبان کھولنا ہی پڑے گی.... پہلے تو ہم یہ خیال کرتے رہے ہیں کہ تم کچھ نہیں جانتے.... لیکن یہ الفاظ کہہ رہے ہیں کہ تم کچھ جانتے ہو.... اور اس کچھ سے بھی ہمیں محروم رکھنے کے لیے تم لوگوں کو یہاں سے واپس بلایا جا رہا ہے.... اب فوراً بتا دو"۔

"ہم کچھ بھی نہیں بتائیں گے.... اول تو ہم کوئی خاص بات جانتے نہیں.... لیکن جن عام باتوں کی بنیاد پر ہم لوگوں کو واپس بلایا جا رہا ہے.... ہم وہ باتیں بھی آپ کو نہیں بتائیں گے"۔ ڈی سلوان نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"یہ ہوئی نا بات.... اب انہیں کمرۂ امتحان میں لے جانا پڑے گا.... چلو بھئی"۔ وہ بولے۔

انہیں وہاں سے نکال کر دفتر لایا گیا.... وہ ٹرانسمیٹر بھی وہاں سے اٹھا لیا گیا.... کمرۂ امتحان میں جب انہیں مشینوں میں کسا گیا تو ان کے رنگ اڑ گئے۔

"پہلے ہلکے قسم کے جھٹکے دیئے جائیں"۔ انسپکٹر جمشید نے مشین مین کو ہدایت دی۔

"او کے سر"۔ اس نے کہا اور ایک بٹن دبا دیا۔

"یہ ظلم ہے.... بند کرو.... بند کرو"۔

لیکن انہوں نے جیسے سنا ہی نہیں۔

"دوسرے نمبر کے جھٹکے دیئے جائیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔ مشین مین نے ایک بٹن اور دبا دیا اب تو ان کی چیخیں بلند ہونے لگیں اور آخر ڈی سلوان نے چیخ کر کہا۔

"بند کرو.... جو کچھ ہمیں معلوم ہے.... بتا دیتے ہیں"۔

"لیکن خیال رہے.... غلط بات ہرگز نہ بتانا.... ورنہ ان مشینوں میں ابھی سات نمبر تک جھٹکے ہیں.... اور تم ابھی دوسرے نمبر پر ہی اعلان کرنے لگے ہو کہ سب کچھ بتانے کے لیے تیار ہیں"۔

"نن نہیں.... ہم جھوٹ نہیں بولیں گے"۔ ڈی سلوان نے فوراً کہا۔

"یہی تمہارے حق میں بہتر رہے گا"۔ وہ مسکرائے۔

انہیں مشینوں سے نیچے اتار لیا گیا.... کرسیوں پر بٹھایا گیا' ٹھنڈا پانی پلایا گیا.... جب ان کے حواس کچھ بحال ہوئے تو انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! اب اگل دو"۔

"جزیرہ"۔ ڈی سلوان نے کہا۔

"جزیرہ.... کیا مطلب؟"

ے گا تھا۔

"تمہارا اس حد تک خوفزدہ ہونا سمجھ میں نہیں آیا"۔

"ہمیں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ آپ لوگ اس جزیرے
پہنچ چکے ہیں.... جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے.... مسٹر اقبال کے
تے ہوئے آپ لوگ اس جزیرے تک پہنچنا بھی ممکن نہیں
ے.... لیکن اب آپ سنا رہے ہیں کہ اس تک جا چکے ہیں"۔

"پتا نہیں.... ہم اتفاقاً پہنچ گئے تھے یا ان کے منصوبے کا
ر تھا.... بہرحال ہم اس جزیرے تک جا چکے ہیں.... کاش اس
ت ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ جزیرہ اس قدر اہم ہے.... خیر اب آپ
ل سرکاری مہمان رہیں گے.... آپ کو کوئی تکلیف نہیں دی
ے گی.... نہایت آرام سے رکھا جائے گا.... اور یہ معاملہ ختم
ے پر ہم آپ لوگوں کو جانے کی اجازت دے دیں گے"۔

"اب ہم انشارجہ جا کر کیا کریں گے.... مسٹر اقبال ہمیں
نہیں چھوڑیں گے"۔

"خیر.... اس بارے میں بعد میں سوچیں گے"۔

اب انہوں نے اپنے چند ماتحتوں کو ان چاروں کے بارے
ہدایات دیں اور واپس آ گئے۔

"گویا ہمیں ایک بار پھر سمندر کا سفر کرنا پڑے گا"۔

"جزیرہ.... جس پر ایک عمارت ہے.... جس کے بارے میں
کہا جاتا ہے کہ ڈاکوؤں نے بنایا تھا اس عمارت کو"۔

"ہاں ہاں"۔ وہ بے چین ہو گئے۔

"اس جزیرے سے ہی اس منصوبے کا سراغ لگ سکتا
ہے.... بس یہ بات ایک دن وہ چاروں میرے ہاں کر رہے تھے اور
یہ بات میرے کانوں میں بھی پڑ گئی تھی.... ان چاروں کو بھی معلوم
ہو گیا تھا کہ میں نے یہ بات بن لی ہے.... لہٰذا انہوں نے مجھے
خبردار کیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے.... یہ بات کسی کو بھی نہ
بتانا.... اس کے علاوہ ہمیں اور کچھ بھی معلوم نہیں ہے"۔ یہ کہ کر
وہ خاموش ہو گئے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے.... جیسے تم سچ کہ رہے ہو"۔ انسپکٹر
کامران مرزا بڑبڑائے۔

"جج.... جی.... کیا مطلب؟" ڈی سلوان چونکا۔

"ہاں! اس جزیرے پر ہم کچھ وقت گزار چکے ہیں"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ بولے۔

"آہ میرا خیال ہے.... ہم سمندر میں اسے تلاش کر سکیں
گے"۔

"نن نہیں"۔ ڈی سلوان چلایا.... وہ اچانک بہت خوفزدہ نظر

"ظاہر ہے.... اس کے سوا ہم اور کیا کر سکتے ہیں.... ت
تیاری شروع کر دی جائے"۔

ایک بار پھر سمندر کے سفر کی تیاری شروع کی گئی....
اس مرتبہ مکمل ساز و سامان کے ساتھ اور جدید ترین اسلحے
ساتھ تیاری کی گئی.... سمندر کے سفر کے لیے جن جن خاص
عام چیزوں کی ضرورت تھی.... وہ سب چیزیں ایک چھوٹے
بحری جہاز میں جمع کی گئیں.... یہ بحری جہاز بھی جنگی قسم کا تھا۔
اس پر فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ بھی تھا.... انسپکٹر جمشید
اپنے کچھ خفیہ فورس کے آدمی بھی ساتھ لے لیے.... وہ سادہ ل
میں تھے.... اس مہم میں اکرام کو بھی ساتھ لیا گیا.... اکرام
ساتھ جانے پر چھوٹی پارٹی نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔

"یہ پہلا موقع ہے کہ انکل اکرام بھی ساتھ جا رہے ہیں"
محمود کہہ رہا تھا.... اس وقت وہ سب جہاز پر تھے.... سورج سر
چمک رہا تھا اور تیاریاں آخری مرحلے پر تھیں۔

"لیکن مجھے ساتھ لے جانے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی"

"وجہ اس میں کیا ہو سکتی ہے.... بس اباجان کا موڈ
آپ کو ساتھ لے جانے کا"۔ فاروق مسکرایا۔

"نہیں! میرا خیال ہے، ایسا نہیں ہے"۔

"تو کیا ویسا ہے انکل"۔ فرزانہ حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! میرا خیال ہے.... اس کی ضرور کوئی وجہ ہے"۔

"کیوں اباجان.... کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے"۔ وہ ان
کے نزدیک چلے آئے.... جب کہ وہ تیاریوں پر آخری نظر ڈال رہے
تھے۔

"کس کی خاص وجہ؟" وہ چونکے۔

"انکل اکرام کو ساتھ لینے کی"۔

"اوہ ہاں.... اکرام.... میرے ذہن نے کہا تھا کہ اس سفر میں
شاید اکرام کی ضرورت محسوس ہو.... لہٰذا اسے بھی لے لیا گیا....
لیکن اگر وہ گھبرا رہا ہے تو اسے واپس جانے کی اجازت ہے"۔

یہ الفاظ اکرام نے بھی سن لیے.... وہ فوراً ان کی طرف آیا۔

"یہ آپ نے کیا کہا سر.... میں اور آپ کے ساتھ کسی مہم پر
جانے سے گھبراؤں گا"۔

"اگر نہیں گھبرا رہے تو پھر ٹھیک ہے"۔ وہ مسکرائے۔

اور پھر دوسرے دن صبح سویرے انہوں نے اپنا سفر اس سمت
میں شروع کیا جس سمت میں انہیں وہ جزیرہ ملا تھا۔

"یہ ضروری تو نہیں انکل.... کہ وہ جزیرہ اسی سمت میں مل
جائے.... اس لیے کہ وہ تو سفر کرنے والا جزیرہ ہے"۔

"سفر تو ہم اسی سمت میں شروع کر سکتے ہیں نا"۔
مسکرائے۔

"جی ہاں! یہ تو ہے"۔

"دو ایک بار مجھے ایک خیال آیا ہے... اور میں اس
اظہار سے ڈر رہی ہوں"۔ ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"ڈر کر بھی تم کیا کر لوگی... اس سے کہیں بہتر ہے' بات
دی جائے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جی بہتر انکل... تو بات یہ ہے کہ کہیں ہمارا یہ سفر ابتدا
چال نہ ہو... ان لوگوں کو اندازہ ہو گا کہ ڈی سلوان تک ہم
پہنچ جائیں گے... لہٰذا انہوں نے ڈی سلوان کو ہدایات دے
تھیں کہ جب تمہیں مشین پر کس دیا جائے تو پھر یہ بات بتا دینا"

"ایسا ہو تو سکتا ہے... لیکن ہم یقین سے کچھ نہیں
سکتے"۔

اچانک سامنے سے ایک جہاز آتا نظر آیا۔

"لیجیے... پہلے تو اس جہاز سے ملاقات کر لیں... ڈاکوؤں
لگتا ہے"۔

"کوئی بات نہیں... اس وقت ہم پوری تیاریوں میں ہیں
وہ مسکرائے۔

بحری جہاز نزدیک آتا چلا گیا... اس پر واقعی ڈاکو تھے۔

"خبردار! سب لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو... یہ ڈاکوؤں کا جہاز
ہے"۔

"اگر ایسا ہے تو بہت بری بات ہے... تم لوگ ہماری
سمندری حدود میں جہاز لیے پھر رہے ہو... اب اس جہاز سمیت
میں تم لوگوں کو قانون کے حوالے کروں گا"۔

"کیا کہا... تمہارے ملک کی سمندری حدود... بھلا کون سا
ملک ہے تمہارا"۔

"پاک لینڈ"۔

"ارے نہیں... یا تو تم نشے میں ہو... یا مذاق کر رہے
ہو"۔

"ہائیں... نشے میں اور ہم... ہم نے تو زندگی میں کبھی کسی
نشے والی چیز کو ہاتھ تک نہیں لگایا"۔

"لیکن بات تو تم ایسی ہی کر رہے ہو"۔ ڈاکوؤں کا سردار
ہنسا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔

"تم نے کہا ہے کہ یہ پاک لینڈ کی سمندری حدود ہیں...
حالانکہ پاک لینڈ یہاں سے کئی ماہ کے راستے پر ہے"۔ اس نے کہا۔

"یار گپ تو نہ چھوڑو۔۔۔ ابھی ابھی تو ہم اپنے ملک کے ساحل سے روانہ ہوئے ہیں۔۔۔ ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا ہو گا"۔

"اس سے بڑا جھوٹ سمندر کی سطح پر کسی نے نہیں بولا ہو گا"۔ ڈاکوؤں کے سردار نے منہ بنایا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"پاک لینڈ یہاں سے کئی ماہ کے راستے پر ہے۔۔۔ خیر ہمیں اس سے کیا۔۔۔ ہمیں تو غرض ہے تم لوگوں کی قیمتی چیزوں سے۔۔۔۔ سب لوگ اپنی چیزیں نکال کر عرشے پر ڈھیر کر دیں"۔

"ایک اطلاع ہم ابھی تم لوگوں کو دیں گے"۔ فاروق مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"ایک منٹ بعد تم اس جہاز پر نہیں ہو گے"۔

"کیا بکواس ہے"۔

"یہ جہاز غرق ہو چکا ہو گا اور تم بھی سمندر میں ڈوب جاؤ گے"۔

"فضول باتیں نہ کرو"۔

"اچھا پہلے یہ بتاؤ۔۔۔ یہ کس ملک کی سمندری حدود ہیں"۔

"یہ سمندری مرکز ہے۔۔۔ یا ہم فرض کر سکتے ہیں کہ یہ مرکز

ہے۔۔۔ اس جگہ کسی ملک کی سمندری حدود نہیں لگتیں۔۔۔ یہ مرکز مشترک ہے"۔

"ہوں ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن اس بات کا ثبوت کیا ہے۔۔۔ کیونکہ ہمیں اپنے ملک سے چلے ہوئے صرف ایک گھنٹہ ہوا ہے اور ہم ایک گھنٹے میں تو کئی ماہ کے فاصلے پر نہیں پہنچ سکتے تھے"۔

"آپ کے پاس اگر پیغام رسانی کے کچھ آلات ہیں تو ان پر رابطہ کرلیں"۔

"اس سے کیا معلوم ہو سکے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں واقعی۔۔۔ اس طرح بھلا کیا معلوم ہو سکے گا۔۔۔ پھر اب کیا کیا جا سکتا ہے"۔

"تم لوگوں کو یہ جاننے کی ضرورت بھی کیا ہے۔۔۔ ہم تمہیں ابھی ختم کرنے والے ہیں۔۔۔ تمہیں مار کر تمہاری لاشیں سمندر میں پھینک دیں گے۔۔۔ جہاز اور مال و اسباب ہمارے قبضے میں آجائے گا"۔

"ہو سکتا ہے۔۔۔ بات اس کے بالکل الٹ ہو جائے۔۔۔ ارے کیا"۔ محمود نے پر سکون انداز میں کہہ رہا تھا کہ زور سے اچھل پڑا۔ باقی لوگوں نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔۔۔ اور پھر

وہ بھی حیرت زدہ رہ گئے.... سمندر میں اچانک چھالیں اٹھنے
تھیں اور یہ چھالیں پہاڑ جتنی اونچی تھیں.... اور پھر اچانک
چھالیں دونوں جہازوں کے درمیان آ گئیں.... ڈاکوؤں کے جہا
انہوں نے چھالوں کی زد میں آتے صاف دیکھا.... یہ سب کچ
سے صرف چند فٹ دور ہو رہا تھا.... انہوں نے اپنے جہاز کو
چھالوں سے دور لے جانا چاہا.... لیکن جہاز اس جگہ سے ہل نہ
سکا اور ایسے میں انہوں نے ڈاکوؤں کے جہاز کو نیچے جاتے دیکھا
"وہ.... وہ ڈوب رہا ہے"۔ منور علی خان خوف زدہ انداز
بولے۔

انہوں نے ڈاکوؤں کی چیخیں سنیں اور پھر جہاز بالکل غائب
گیا.... اس کے ساتھ ہی چھالیں بھی رک گئیں.... سمندر اس
پرسکون ہو گیا جیسے اس میں کچھ طوفان آیا ہی نہیں تھا....
پرسکون ہو گیا تھا.... اب صرف ان کا جہاز موجود تھا۔

"یہ.... یہ کیا ہوا"۔

"وہ چھالیں اس جہاز کو کھا گئیں"۔

"ہم.... اس جہاز کا مال اب بھی حاصل کر سکتے ہیں"۔
علی خان بولے۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمارے پاس غوطہ خوری کا سامان موجود
ہے.... میں اور خان رحمان جا کر اس جہاز میں سے مال اور دولت لا
سکتے ہیں"۔

"لیکن ہم اس مال اور دولت کا کیا کریں گے"۔

"ہم کچھ نہ کریں.... ہمارے ملک کے کام تو آ سکے گا"۔

"ہوں خیر.... یہ بھی کر لیتے ہیں"۔

اور پھر وہ دونوں غوطہ خوری کا لباس پہن کر سمندر میں اتر
گئے.... پندرہ منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی تو ان کے چہروں پر حد
درجے خوف تھا۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ منور علی خان کھوئے کھوئے
انداز میں بولے۔

"کیا.... کیا کیسے ہو سکتا ہے"۔

"نیچے اس جہاز کا نام و نشان تک نہیں"۔ خان رحمان
بولے۔

"تم لوگوں نے اچھی طرح نہیں دیکھا ہو گا"۔

"کیا بات کرتے ہو جمشید"۔

"خیر.... اب ذرا میں اور کامران مرزا بھی دیکھ آئیں"۔

"ضرور.... کیوں نہیں"۔

دونوں سمندر میں اتر گئے..... واپس آئے تو دونوں کے چہروں پر اور بھی زیادہ خوف تھا۔

O☆O

لنگڑا وقت

"اب آپ کیا دیکھ آئے ہیں"۔

"جہاز موجود ہے..... لیکن اس میں ایک بھی ڈاکو نہیں ہے"۔

"کیا کہا..... ایک بھی ڈاکو نہیں ہے..... وہ تو ہو ہی نہیں سکتا..... ان کی لاشیں پانی میں ادھر ادھر نکل گئی ہوں گی"۔

"نہیں پانی میں بھی کہیں نہیں"۔

"پتا نہیں کیا چکر ہے..... ہمارا خیال ہے ہم بھی ذرا نیچے کی سیر کر آتے ہیں"۔ محمود نے کہا۔

"ضرور..... تم بھی اپنا اطمینان کر لو"۔

اس بار چھوٹی پارٹی نیچے اتری..... واپس آئی تو اس قدر خوف زدہ تھی کہ شاید اس سے زیادہ خوف زدہ ہونا ان کے بس میں نہیں تھا۔

"ارے تم نے کیا دیکھا ہے"۔

"لاشیں نیچے موجود ہیں.... لیکن جہاز نہیں ہے"۔

"کیا کہا.... لاشیں موجود ہیں.... بھلا لاشیں پانی کے نیچے کس طرح رہ سکتی ہیں.... انسان تو مرنے کے بعد پانی کے اوپر آ جاتا ہے"۔

"میرا خیال ہے.... ہم سب چلتے ہیں"۔

"ہم.... مجھے تو سمندر کے نیچے بہت ڈر لگتا ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"تو آپ نہ جائیں"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"اور مجھے بھی سر"۔

"اچھا! تم بھی اوپر ہی ان کے پاس ٹھہرو"۔

وہ دونوں اوپر ہی ٹھہر گئے.... اب سب نیچے پہنچے.... چند منٹ ٹھہر کر واپس آ گئے۔

"دیکھا.... ہم نے ٹھیک کہا تھا نا"۔

"کیا ٹھیک کہا تھا؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ نیچے نہ جہاز ہے.... نہ لاشیں"۔

"لیکن ہم تو ابھی تم لوگوں کے ساتھ اوپر آئے ہیں.... ہم نے تو وہاں جہاز دیکھا ہے"۔

"کیا کہا.... جہاز دیکھا ہے"۔ خان رحمان چلائے۔

"اور ہم نے صرف لاشیں دیکھیں ہیں"۔ چھوٹی پارٹی نے ر کہا۔

"نہیں!!!" اب وہ سب ایک ساتھ بول اٹھے۔

اکرام اور پروفیسر داؤد کا بھی مارے حیرت اور خوف کے برا تھا۔

"آخر یہ کیسے ممکن ہے"۔

"پتا نہیں.... سمندر کے نیچے ہم میں سے کسی کو کچھ نظر آتا .... کسی کو کچھ.... اور پھر وہ چھالیں.... ان کا کمال تو ہم پہلے بھی چکے ہیں.... مزے کی بات ہے کہ ہم یہاں صرف ایک گھنٹے کے کے بعد پہنچ گئے ہیں، جب کہ وہ ڈاکو کہہ رہے تھے کہ ہم اپنے ے کئی ماہ کے فاصلے پر ہیں.... اب میں سوچ رہا ہوں.... ان یہ بات غلط نہیں ہو سکتی"۔ انسپکٹر جمشید جلدی جلدی بولے۔

"لیکن ہماری بھی تو یہ بات غلط نہیں ہے کہ ہم نے یہ فاصلہ گھنٹے میں طے کیا ہے"۔

"ہم.... مجھے سوچنے دو.... کہیں ہم پاگل نہ ہو جائیں.... اور کو اس جگہ سے آگے بڑھاؤ"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"جہاز آگے بڑھایا.... وہ چلنے لگا.... جب کہ چھالوں کی ی میں وہ بالکل آگے نہیں بڑھ رہا تھا.... کافی دیر گزر گئی....

اس پر بھی پروفیسر داؤد کچھ نہ بولے تو محمود نے بے چین ہو کر کہا۔

"پروفیسر انکل آخر آپ ہمیں کب تک انتظار کروائیں
گے"۔

"میں اب تک کچھ نہیں سمجھ سکا.... بتاؤں کیا.... لیکن
ہے کہ میں کچھ کچھ اندازہ لگانے میں کامیاب ہو رہا ہوں.... ا
مجھے اور سوچنے دو"۔

"اچھی بات ہے.... آپ جتنا وقت چاہیں لے لیں
ہمارے پاس بے تحاشا وقت ہے"۔ فاروق نے گویا حاتم طائی کی
پر لات ماری۔

"ہاں اور کیا.... اس جہاز پر ہم بے چارے وقت کا کر
گے بھی کیا.... یوں لگتا ہے جیسے یہ لنگڑا ہو گیا ہے"۔ آفتاب
منہ بنایا۔

"کک.... کون لنگڑا ہو گیا ہے"۔ پروفیسر داؤد بے خیالی
عالم میں چونکے۔

"جی وقت.... اور کون"۔

"اوہ اچھا.... وقت.... یعنی کہ لنگڑا وقت"۔

"کک.... کیا.... لنگڑا وقت.... یہ.... یہ تو کسی ناول کا نا
سکتا ہے"۔

"اچھا ہو سکتا ہو گا.... میں نے کوئی ناولوں کے ناموں کا ٹھیکہ
نہیں لے رکھا ہے"۔ فاروق نے بھنا کر کہا۔

"کک.... کیا لے رکھا ہے فاروق نے"۔ پروفیسر داؤد پھر
بولے۔

"اوہ انکل.... آپ تو بس سوچیں.... ہماری باتوں کی طرف
دھیان نہ دیں"۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے.... خیر.... اب میں صرف سوچوں
گا"۔

"وہ ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گئے اور اس بار انہوں نے
کئی گھنٹے بعد سر اٹھایا.... ان کی آواز میں حد درجے خوف تھا۔

"اف مالک! اگر بات وہی ہے جو میرے ذہن میں آئی ہے تو
پھر اس سے خوفناک بات کوئی نہیں ہو سکتی"۔

"ہم پہلے ہی بہت زیادہ سے بھی کچھ زیادہ ڈرے ہوئے
ہیں.... اور اس سے بھی کہیں زیادہ نہ ڈرائیں"۔ فاروق نے بوکھلا
کر کہا۔

"لیکن اس میں میں کیا کر سکتا ہوں ارے ہائیں.... تم نے
کیا کہا.... ذرا پھر سے کہنا سرو...."

"اوہ معاف کیجئے.... پرو...."

"فاروق یار ہم حد درجہ سنجیدہ ہیں اور تم دیکھ رہے ہو
سمندر میں ہیں.... کس جگہ ہیں.... کس حال میں ہیں.... بات
دو پہلے"۔ انسپکٹر جمشید نے تنگ آئے ہوئے انداز میں کہا۔
"ہوں! آپ بھی ٹھیک ہی کہتے ہیں.... میں نے تو ذرا ماحول
کی خوفناکی کو کم کرنے کی کوشش کی تھی"۔
"اور ہو گئی ہے"۔ خان رحمان مسکرائے۔
"کک.... کیا واقعی انکل"۔
"لیکن میرا نام واقعی انکل کب ہے"۔ خان رحمان نے
حیران ہو کر کہا۔
"اب ایک مصیبت یہ بھی ہے.... برے بھی شامل ہو جا
ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے گھبرا کر کہا۔
"میں کہنا یہ چاہتا ہوں.... جمشید.... ذرا یاد کرو وہ کیس"۔
"کک.... کون سا کیس.... جو بھی آپ کہتے ہیں.... یاد
لیتے ہیں"۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔
"برمودا ٹرائی اینگل والا کیس"۔
"ارے وہ.... ہائیں.... اس کا یہاں کیا ذکر؟"
"کیا ہم اس قسم کے حالات کا شکار نہیں ہیں.... مطلب
کہ ہم صرف ایک گھنٹہ پہلے چلے تھے.... لیکن ہمیں [illegible]

کہ کئی ماہ کے سفر پر ہے یہاں سے ہمارا ملک.... دوسرے یہ کہ
ہمارے سامنے ایک جہاز ڈاکوؤں سے لدا پھندا غرق ہوتا ہے....
لیکن اس کے نیچے کسی کو کچھ نظر آ رہا ہے.... کسی کو کچھ.... گویا
جب ہم نیچے اترتے ہیں تو کوئی تو سمندر میں کہیں اترتا ہے.... کوئی
کہیں اور.... لیکن جب اوپر آتے ہیں تو اسی جگہ"۔
"یہ.... یہ.... یہ تو ایسا لگتا ہے.... جیسے ہم سمندر کے کسی
دائرے میں پھنس گئے ہوں"۔ محمود نے کہا۔
"سمندر کے دائرے میں نہیں.... دائرے کے سمندر میں"۔
فاروق نے فوراً کہا۔
"تم اسے سمندر کا دائرہ کہہ لو یا دائرے کا سمندر.... یہ کچھ
ایسا ہی قطعہ ہے جیسا کہ برمودا کا ہے.... اس جگہ سے گزرنے
والے اکثر جہاز غائب ہو جاتے ہیں.... یا صرف مسافر غائب ہو
جاتے ہیں.... خالی جہاز سمندر کی سطح پر تیرتا رہ جاتا ہے یا مسافر
سمندر کے کنارے پر پہنچ جاتے ہیں.... جہاز کا پتہ نہیں چلتا.... یا
اس کے اوپر سے گزرنے والے جہاز وقت سے بھی بچھڑ جاتا ہے....
وقت سے بہت آگے نکل جاتا ہے.... جیسے ہم ایک گھنٹے میں کئی
دنوں کے فاصلے پر نکل آئے ہیں.... ہمارے ساتھ اس سمندر میں شاید
وہ جگہ تھی.... ایسا ہی ہوا تھا.... کہ ہمیں گھومتے ہوئے کئی دن

گزر گئے تھے.... لیکن ہم نہ آگے جا سکے تھے نہ پیچھے.... پھر ا
چھالوں کا منظر ہم نے پہلے بھی دیکھا تھا.... یہ چھالیں اس جگہ جب
نمودار ہوتی ہیں.... کوئی نہ کوئی عجیب بات ضرور ہوتی ہے.... ا
ذرا ایک بات پر اور غور کر لو لگے ہاتھوں.... جمشید تم کسی کے سا
اس کے گھر کی تلاش میں نکلے تھے.... لیکن پوری کوشش کے باو
اس کے گھر تک نہیں پہنچ سکے تھے.... ٹھیک ہے"۔

"اوہ ہاں"۔

"اور ایک شخص اپنے شہر سے دوسرے شہر اپنی فیکٹری جا
چاہتا تھا.... لیکن وہ اس شہر تک پہنچ نہیں پاتا تھا.... خان رحمان
گھر تم تلاش نہ کر سکے.... اپنے گھر نہ پہنچ سکے.... اس وقت تو ی
لگتا تھا.... جیسے پورا شہر گڈمڈ ہو گیا ہے.... جسے دیکھو وہ پاگلوں
طرح اپنے گھر کی تلاش میں ہے.... پھر مجھے غائب کر دیا گیا....
لوگ میری تلاش میں در در پھرے.... سمندروں کی خاک تک چھ
پڑی...."

"جی.... یہ آپ نے کیا کہہ دیا.... سمندروں کی خاک۔
سمندروں میں بس یہی ایک چیز تو نہیں ہوتی.... یعنی خاک"
فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"بھئی محاورتاً" منہ سے نکل گیا.... ہاں تو میں کیا کہہ

تھا"۔

"آپ جو کچھ بھی کہہ رہے تھے.... وہ حد درجے خوفناک
ہے.... اور ہمارے رونگٹے کھڑے ہوئے جا رہے ہیں.... اگر سمندر
کا یہ حصہ بالکل ایسا ہی کوئی حصہ ہے جیسا کہ برموڈا.... تو پھر سوال
یہ پیدا ہوتا ہے.... یہ حصہ قدرتی طور پر ایسا ہے یا مصنوعی طور
پر.... اگر قدرتی طور پر ایسا ہے.... تب تو ہم یہاں بالکل بے بس
ہیں.... کچھ بھی نہیں کر سکتے.... اور اگر مصنوعی طور پر ہے.... تو پھر
ہم ہاتھ پیر ضرور ماریں گے"۔

"یہ حصہ مصنوعی طور پر ایسا ہو سکتا ہے.... شاید انشارجہ'
بیگال اور اناس کے سائنس دانوں نے مل کر کوئی ایسا طریقہ تلاش
کر لیا ہو کہ یہ برموڈا جیسا خطہ.... میرا مطلب ہے قطعہ بنانے میں
کامیاب ہو گئے ہوں.... بلکہ خشکی میں بھی ایسے حالات پیدا کرنے
میں کامیاب ہو گئے ہوں.... تو پھر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ سارا
چکر اسی بنیاد پر ہے اور اگر بات یہی ہے.... تو ہم سوچ سکتے ہیں کہ
کس قدر ہولناک حالت میں ہم پھنس چکے ہیں"۔

"لیکن انکل.... سوال یہ ہے کہ اس سے ان کی غرض کیا
ہے.... وہ چاہتے کیا ہیں؟"

"ابھی تک صرف ایک حصہ ان کے منصوبے کا میرے ذہن

میں آیا ہے.... اس منصوبے کا دوسرا حصہ صرف یہ معلوم کرنا ہے
کہ ان کا مقصد کیا ہے.... اس پر غور کرنا ہوگا.... لیکن شاید غور
کرنے سے کچھ بھی کام نہیں چلے گا.... اس میدان میں ہمیں اترنا
ہوگا"۔

"ک.... کس.... میدان میں انکل.... یہاں میدان کہاں؟"
فرحت نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہو بھئی.... میرا مطلب ہے.... اس محاذ کے میدان
میں"۔

"وہ تو ہم پہلے ہی اترے ہوئے ہیں"۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے.... تب پھر جمشید.... اب اس
جزیرے کی تلاش کرنا ہوگی.... شاید اس کیس کی چابی.... وہ جزیرہ
ہی ہے"۔

"ک.... کس کی چابی.... آپ تو آج کمال کر رہے ہیں
انکل"۔

"پتا نہیں.... میں کمال کر رہا ہوں.... یا کمال مجھے کر رہا
ہے"۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"آپ کا مطلب ہے.... ہمیں یہاں سے چل پڑنا چاہیے"۔

"ہاں! ورنہ وہ چھپکلیں نمودار ہو کر ہمیں بھی غائب کر سکتی

ہیں"۔

"ارے باپ رے"۔

اور پھر انہوں نے جہاز کی رفتار بڑھا دی.... وہ مسلسل چلتے
رہے.... چوبیس گھنٹے کے سفر کے بعد ایک جہاز آتا نظر آیا.... وہ
چوکس ہو گئے.... لیکن وہ جہاز مسافروں کا ثابت ہوا.... ادھر مسافر
جہاز والے بھی گھبرائے ہوئے تھے.... انہیں بھی اطمینان ہوا۔

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"پاک لینڈ"۔

"اوہ! آپ تو ہمارے ملک جا رہے ہیں.... یہاں سے بھلا کتنا
فاصلہ ہوگا"۔

"کیوں.... کیا آپ لوگ پاک لینڈ سے نہیں آ رہے ہیں"۔

"آئے ضرور ہیں.... لیکن راستا بھٹک گئے ہیں.... پہلے آپ
بتا دیں یہاں سے پاک لینڈ کتنی دور ہے"۔

"زیادہ سے زیادہ تین دن کا سفر ہے"۔

"کیا کہا.... تین دن کا سفر"۔

"ہاں! بالکل"۔

حیران رہ گئے.... گویا جا وہ رہے تھے مخالف سمت میں....
اور ان کا جہاز بڑھ رہا تھا اپنے ملک کی طرف.... ورنہ فاصلہ کم کس

طرح ہو سکتا تھا.... ڈاکوؤں نے تو بتایا تھا کہ کئی ماہ کے فاصلے پر پہنچے ہوئے ہیں۔

"کیا بات ہے.... آپ لوگ کس سوچ میں گم ہو گئے.... معاملہ کیا ہے؟"

"اب انہیں کیا بتائیں"۔ انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا.... کیونکہ وہ چھالوں والے حصے کو اپنے خیال کے مطابق بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے.... اور یہ جہاز عین اسی سمت جا رہا تھا۔

"ہم انشارجہ جانا چاہتے ہیں.... کیا آپ ہمیں راستا بتا سکتے ہیں"۔

"ہاں کیوں نہیں.... آپ اس سمت میں جائیں جس طرف سے ہم آئے ہیں"۔

"بہت بہت شکریہ"۔

"لیکن آپ نے ہمیں کچھ بتایا نہیں"۔

انہیں کچھ گول مول بتا کر آخر وہ اس سمت میں روانہ ہوئے.... اس بار تین دن کا سفر کرنے کے بعد آخرکار انہیں ایک جزیرہ دکھائی دینے لگا.... ان پر جوش طاری ہو گیا۔

"اللہ کرے! یہ وہی جزیرہ ہو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"آمین"۔ سب نے ایک ساتھ کہا۔

وہ اس سمت میں بڑھتے رہے.... بڑھتے رہے.... جزیرہ نزدیک آتا چلا گیا.... اور پھر وہ اچھل پڑے۔

یہ وہی جزیرہ تھا.... جس کے درمیان عمارت موجود تھی۔

O☆O

درمیانی سہرا

"یا اللہ تیرا شکر ہے.... ایک مرحلہ تو طے ہوا' یہ جزیرہ نظر تو آیا"۔ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

"ہم اس قدر آسانی سے اس جزیرے تک دوبارہ پہنچ جائیں گے' یہ تو ہم نے سوچا بھی نہیں تھا"۔ آصف بڑبڑایا۔

"تو اب سوچ لو.... منع کس نے کیا ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"شاید تم اس جزیرے کو دیکھ کر خوش نہیں ہوئے"۔ آصف نے اسے گھورا۔

"میں تو خوش ہوا ہوں' جزیرہ مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوا"۔ فاروق مسکرایا۔

"لیجیے.... اب جزیرے بھی خوش اور غمگین ہونے لگے"۔

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا"۔ محمود بولا۔

اور اس وقت ان کا جہاز جزیرے سے آ لگا.... انہوں نے

چھلانگیں لگائیں اور جزیرے کے ساحل پر اتر گئے.... جہاز کے لنگر ڈال کر خان رحمان بھی جزیرے پر آ گئے.... اب انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... عمارت کی طرف بڑھے.... جزیرہ بالکل پہلے کی طرح نظر آیا.... اس میں نہ تو کوئی تبدیلی آئی تھی نہ کوئی ایسے آثار نظر آئے تھے جن کی بنیاد پر کہا جا سکتا کہ کوئی اور اس جزیرے میں کچھ وقت گزار چکا ہے.... تیز تیز چلتے وہ اس عمارت تک پہنچ گئے۔

"بس.... پہلے کھانا کھا لیا جائے.... ایسا نہ ہو کہ پھر ہم الجھ جائیں اور کھانے پینے سے بھی جائیں"۔ پروفیسر داؤد بولے اور ان کے یاد دلانے پر انہوں نے محسوس کیا کہ واقعی بھوک تو ان سب کو لگی ہوئی ہے.... انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور پھر عمارت میں داخل ہوئے.... عمارت بھی جوں کی توں نظر آئی.... انہوں نے اس عمارت کا چپہ چپہ چھان مارا.... لیکن اس میں کوئی عجیب بات نظر نہ آئی۔

"اب کیا کیا جائے"۔

"تہ خانہ تلاش کیا جائے"۔ مکھن بولا۔

"کیا بے پر کی اڑا رہے ہو.... جزیرے پر عمارت بنی ہوئی ہے.... اس میں تہ خانہ تلاش کریں"۔ محمود نے بھنا کر کہا۔

"اس سے زیادہ اوٹ پٹانگ بات آج تک مکھن نے شاید

کبھی نہیں کہی ہو گی"۔ آصف بولا۔

"چلیے.... آج تو کہہ دی"۔ مکھن شرما گیا۔

"نہیں.... کوئی تک بھی تو ہونی چاہیے"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"اچھا! آئندہ میں پہلے.... دیکھا کروں گا کہ جو بات میں کہنے لگا ہوں' اس میں تک کتنے فیصد ہے.... اس کے بعد وہ بات کہا کروں گا"۔

"ارے تو سیدھے لفظوں میں یوں کہو نا.... پہلے تولا کروں گا پھر بولا کروں گا"۔

"لل.... لیکن.... تولنے کے لیے تو ترازو کی ضرورت ہو گی"۔ اخلاق نے گھبرا کر کہا۔

"حد ہو گئی.... ایک اور بولے.... اب انھیں ترازو لا کر دینا ہو گی پہلے"۔

"بھئی میرا خیال ہے.... مکھن نے کچھ غلط نہیں کہا"۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی!!!" سب ایک ساتھ بولے اور ان کے یہ جی لمبا ہوتا چلا گیا۔

"بس بس.... اس جی کو اتنا لمبا نہ کرو کہ جزیرے سے بھی

باہر نکل جائے"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

وہ سب یک دم رک گئے.... محمود نے حیرت زدہ آواز میں کہا۔

"تو کیا آپ بھی یہ چاہتے ہیں کہ اس عمارت میں تہ خانے کی تلاش کی جائے"۔

"ہاں بالکل! آخر اس میں حرج کیا ہے.... ڈی سلوان نے ایبلال' موٹال' روگان اور سرالک کی باتیں سنی تھیں.... اور ان باتوں میں اس جزیرے کا ذکر تھا"۔

"اگر آپ کہتے ہیں تو ہم کسی تہ خانے کو تلاش کر لیتے ہیں' لیکن ہے یہ ناقابل یقین بات"۔ محمود مسکرایا۔

"بھئی اگر تہ خانہ مل گیا تو یقین کر لینا' نہ ملا تو نہ کرنا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"گویا آپ بھی تلاش کے حق میں ہیں"۔

"ہاں اور کیا"۔

"وہ مارا"۔ مکھن نے نعرہ لگایا۔

"لیجیے.... یہ حضرت تو ابھی سے چوڑے ہونے لگے"۔

"اب میں سکڑنے سے تو رہا"۔ مکھن نے گھبرا کر کہا۔

"اچھا اب ادھر ادھر کی باتیں بند اور کام کی بات شروع....

دیکھنا یہ ہے کہ تہ خانہ تلاش کرنے کا سہرا کس کے سر رہتا ہے"۔

"ہائیں! سہرا اس بار مہم کے درمیان ہی ٹپک پڑا"۔

"یہ درمیانی سہرا ہے.... وہ آخری سہرا ہو گا بڑی مہم ہے نا.... سہرے بھی دو ہوں گے"۔ محمود ہنسا۔

"ہونے کو تین بھی ہو سکتے ہیں"۔ آصف نے فوراً کہا۔

"میں تم سب کو ایک ایک سہرے کا انتظام کر دوں گا.... فکر نہ کرو"۔ انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

اور پھر انہوں نے بہت تیزی سے تہ خانے کی تلاش شروع کر دی.... وہ اس کام میں کچھ اس درجہ محو ہوئے کہ اپنے ارد گرد کا بھی ہوش نہ رہا.... جزیرے کا تو کیا ہوش رہتا اور.... جہاز کا تو کہاں ہوش رہتا.... جب دو گھنٹے گزر گئے اور کوئی کامیابی کی امید نظر نہ آئی تو انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میرا خیال ہے.... اب ہم تہ خانہ تلاش کرتے کرتے تھک گئے ہیں.... لہذا اب کچھ دیر کے لیے آرام کر لینا چاہیے.... ذہن کو فارغ چھوڑ دینا چاہیے.... تاکہ یہ کچھ دیر بعد تازہ دم ہو جائیں اور کچھ سوچ سکیں"۔

"تب پھر اس عمارت سے باہر نکل کر بیٹھنا چاہیے"۔

"اوہ! ارے! ہائیں"۔ ایسے میں فاروق کے منہ سے نکلا۔

"بس کرو بھائی.... ہم پہلے ہی بہت تھکے ہوئے ہیں"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب.... کس بات پر بس کروں"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"اب یہ جو تم نے کہا ہے.... اوہ ارے ہائیں.... گویا اب ہم میں سے کوئی یہ پوچھے کہ اس کا مطلب کیا ہے.... پھر تم وضاحت کرو گے.... اس طرح اور دماغ خرچ ہو گا اور ہم پہلے ہی دماغ خرچ کر کے تھک چکے ہیں"۔

"بھئی.... صرف سن لینے میں کیا دماغ خرچ ہو گا.... سن تو لو.... کہنا کیا چاہتا ہے"۔ انسپکٹر جمسید مسکرائے۔

"ہو گی کوئی بات اوٹ پٹانگ انکل"۔ آفتاب نے فوراً کہا۔

"دیکھ لیا آپ نے"۔ فاروق نے تیزی سے کہا۔

"کیا دیکھ لیا.... جزیرے کو دیکھ رہے ہیں فی الحال تو ہم"۔

"میرا مطلب ہے.... اس نے آپ کو اوٹ پٹانگ انکل کہا ہے"۔

"نن نہیں تو.... کیوں آفتاب.... تم نے مجھے اوٹ پٹانگ انکل کہا ہے"۔

"میں اور ایسی جرات.... آپ بھی اس کی باتوں میں آ گئے

انکل"۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"اب اس نے باتوں میں آ جانے والا انکل کہا ہے.... وہ بھی میری باتوں میں آ جانے والا"۔ فاروق نے بلا کی تیزی سے کہا۔

"آفتاب! تم ہوش میں تو ہو"۔

"نن نہیں انکل"۔

"کیا کہا.... ہوش میں نہیں ہو.... تب تو ٹھیک ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"جی کیا مطلب.... ابھی تو آپ اس پر پوری طرح گرم ہو رہے تھے"۔

"بے چارہ ہوش میں ہی نہیں ہے.... تو غصہ کیا کروں"۔

"دھت تیرے کی.... آپ بھی ان کے رنگ میں رنگے گئے"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

"اب محمود نے آپ کو خربوزہ کہہ دیا ہے"۔

"محمود تم ہوش میں تو ہو"۔ انہوں نے اسے گھورا۔

"یار جمشید.... یہ تو تمہیں بنا دیں گے گھن چکر.... لہٰذا ان کی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکالتے رہیں"۔

انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کوئی پروا نہیں"۔ وہ بولے۔

"کیا مطلب ابا جان! کس بات کی پروا نہیں"۔

"میں اس وقت گھن چکر بننے کے موڈ میں ہوں' شاید اسی طرح کوئی بات سوجھ جائے"۔

"اور جو مجھے سوجھی ہے.... اس کے بتانے کی مہلت تک نہیں دی جا رہی"۔ فاروق نے بھنا کر کہا۔

"وہ اس لیے کہ ہو گی کوئی اوٹ پٹانگ بات"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"یہاں اور تھوڑی اوٹ پٹانگ باتیں ہو رہی ہیں.... ایک میری بھی سن لی جائے.... ہو سکتا ہے.... اس کے سننے سے آپ سب کی بیٹیاں گم ہو جائیں"۔ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"ہم فی الحال اپنی بیٹیاں گم کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں"۔ فرحت نے کہا۔

"کیا ہا.... بیٹیاں گم کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں.... گویا آنکھیں بند کر لینا چاہتے ہیں سب لوگ"۔ فاروق نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں تو.... آنکھیں تو سب کی کھلی ہیں.... تمہاری آنکھیں ہیں یا بٹن' اتنا بھی نہیں دیکھ سکتے"۔ رفعت بولی۔

"دیکھ سکتا ہوں.... لیکن کیا کروں.... آپ نہیں دیکھ

رہے"۔

"حد ہو گئی.... آخر تم کیا دیکھ رہے ہو"۔

"جہاز کو لنگرانداز کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ جزیرہ گھومتا پھرتا ہے.... اگر یہ اس دوران کہیں کا کہیں نکل گیا تو کیا ہو گا؟؟"

"کیا!!!" وہ بری طرح چلا اٹھے۔

اور پھر وہ سب بے تحاشا ساحل کی طرف دوڑ پڑے.... ساتھ میں آصف نے چیخ کر کہا۔

"خدا تم سے سمجھے فاروق.... کتنی دیر پہلے تمہارے ذہن میں یہ بات آ گئی تھی.... اور بتائی اب ہے"۔

"اور بتانے کا موقع کس نے دیا.... یہ موقع تو میں نے اب بھی زبردستی حاصل کیا ہے"۔ فاروق نے بھنا کر کہا۔

"کک.... کیا حاصل کیا ہے"۔ پروفیسر داؤد دوڑتے ہوئے بولے۔

"جی.... موقع"۔

"اوہ ہاں موقع.... واقعی یہ چیز ہے بھی حاصل کرنے کی"۔

وہ دوڑتے ہوئے ساحل تک پہنچ گئے اور پھر سب ایک جھٹکے سے رک گئے' ان کی آنکھیں خوف سے پھیلتی چلی گئیں.... وہاں جہاز کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

"ارے باپ رے.... مارے گئے"۔

"اور یہ سارا قصور ہے فاروق کا"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"فاروق اگر کچھ دیر پہلے.... جب اس نے اوہ ارے ہائیں کیا تھا.... اس وقت بھی بتانے میں کامیاب ہو جاتا تو شاید ہم جہاز کو نہیں پا سکتے تھے.... وہ اس سے بھی پہلے کہیں کا کہیں پہنچ چکا تھا"۔

"یہ بات آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں"۔

"اس لیے کہ جزیرہ تو مسلسل حرکت کر رہا ہے.... اور ہم نے عمارت میں دو گھنٹے سے بھی زیادہ وقت گزارا ہے.... لہٰذا جہاز ہم سے بچھڑے ایک زمانہ بیت گیا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"آپ گانا گنگنانے کے موڈ میں تو نہیں ہیں"۔

"نن نہیں.... گانا تو الٹا مجھے گنگنا رہا ہے"۔ وہ بولے۔

"آج تو آپ ہم سے بھی دو ہاتھ آگے جا رہے ہیں"۔

"نہیں تو ساتھ ساتھ کھڑا ہوں"۔

انہوں نے گھبرا کر انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا۔

"ہاں ہاں! اچھی طرح دیکھ لو.... کہیں میرا دماغ تو نہیں چل گیا"۔ انہوں نے بھنا کر کہا۔

"نہیں! ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"کیا نہیں سوچ سکتے"۔

"یہ کہ آپ کا دماغ الٹ گیا ہے.... خدانخواستہ اگر کہیں ایسا ہوا تو ہم تو مارے جائیں گے بے موت"۔

"بے موت کبھی کوئی نہیں مارا گیا.... سب اپنی اپنی موت مرتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے"۔ آصف بولا۔

"اب تو یہ جزیرہ ہی ہمارا جہاز ہے"۔

"آؤ چلیں.... پہلے کچھ کھائیں.... پھر غور کریں.... اس کے بعد ایک بار پھر تہ خانہ تلاش کرنے کی کوشش کریں گے"۔

"تہ خانہ ملنا تو مشکل نظر آتا ہے.... اب تو ہمیں کوئی اور چیز تلاش کرنی چاہیے"۔ رفعت نے کہا۔

"ہے کوئی تک اس بات کی"۔ فرحت نے اسے گھورا۔

"چلیے پھر تلاش کرلیں تہ خانہ"۔ رفعت نے منہ بنایا۔

"آپس میں لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں.... ہم جن حالات میں گرفتار ہیں.... ان میں پاگل ہونے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے.... لہٰذا دماغوں کو ٹھنڈا رکھو.... جلنے بھننے یا جھنجلانے کی بجائے.... ہلکی پھلکی مزاحیہ باتیں شروع کرو.... اس طرح دماغوں کو آرام ملے گا

اور پاگل ہونے کا خطرہ ٹل جائے گا"۔ پروفیسر داؤد جلدی جلدی بولے۔

انہوں نے ایسا ہی کیا.... جلد ہی وہ نارمل ہو گئے.... ایک بار پھر وہ عمارت میں داخل ہوئے.... جہاز کو وہ اپنے ذہنوں سے نکال چکے تھے.... اور گویا صبر کا دامن تھام چکے تھے۔

اچانک فرزانہ کی حیرت زدہ آواز انہیں سنائی دی اور سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے.... وہ ایک چیز کو گھور رہی تھی۔

"کیا بات ہے فرزانہ"۔

"آپ اس سیاہ موٹھ کو دیکھ رہے ہیں"۔

"ہاں دیکھ رہے ہیں، ایسی سیاہ موٹھیں تو ہم نے تمام دروازوں پر دیکھی ہیں"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ہاں دیکھی ہیں.... لیکن میں نے ان سب کو گھما گھما کر دیکھا ہے.... کوئی موٹھ نہیں گھومی.... سوائے اس کے"۔ فرزانہ نے پرجوش انداز میں کہا۔

"اب جب کہ تم اسے گھما چکی ہو اور کے گمائے جانے کے بعد بھی کچھ نہیں ہوا تو پھر اس بات کی کیا اہمیت رہ گئی"۔ آصف نے کہا۔

"اہمیت ہے.... اگر نہ ہوتی تو میں یہ بات کبھی نہ کرتی"۔

"تو پھر بتاؤ.... کیا اہمیت ہے"۔

"مجھے ابھی اس جہاز کی فکر کھائے جا رہی ہے.... آخر اب ہم اس جزیرے سے کس طرح نکلیں گے.... یہ جزیرہ یوں بھی ڈاکوؤں کا جزیرہ مشہور ہے"۔ ایسے پروفیسر داؤد بول اٹھے۔

"آپ اس بات کے لیے پریشان نہ ہوں.... ہم کچھ نہ کچھ کر لیں گے"۔

"اچھا خیر.... ہاں تو فرزانہ تم کیا کہہ رہی تھیں"۔

"میں نے اس کو گھمایا ضرور ہے.... گھمانے کے بعد کچھ نہیں کیا"۔

"گھمانے کے بعد تم کیا کرنا چاہتی ہو"۔

"اسے دبا کر یا کھینچ کر دیکھوں گی"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے پرجوش انداز میں کہا۔

جونہی فرزانہ نے موٹھ کو دبایا.... دروازہ کھلنے کی آواز گونج اٹھی۔

O☆O

آئس کریم کی بھوک

دروازہ کمرے کے فرش میں بیچوں بیچ کھلا تھا.... اور سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئی تھیں.... وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"ہم نے سوچا بھی نہ تھا کہ اس عمارت میں کوئی تہ خانہ ہو سکتا ہے"۔ اکرام بولا۔

"لیکن ہم نے سوچا تھا.... اگر ہم سوچیں نہ تو کام کیسے چلے"۔ فاروق مسکرایا۔

"پہلے صرف میں نیچے جاؤں گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں رہے گا جمشید.... پہلے تم مجھے اجازت دو"۔ خان رحمان بولے۔

"اچھا خیر.... یونہی سہی.... لیکن خان رحمان کوئی خطرہ مول نہ لینا.... خطرہ محسوس کرو تو فوراً اوپر آ جانا یا پھر ہمیں آواز دے دینا"۔

"اچھی بات ہے.... یونہی سہی"۔ انہوں نے کہا اور پھر پستول

ہاتھ میں لیے نیچے اترتے چلے گئے... اچانک تہ خانے کا دروازہ کھٹک سے بند ہو گیا۔

"اوہ... اس کا مطلب ہے... جونہی کوئی فرش پر پاؤں رکھتا ہے... یہ دروازہ خود بخود بند ہو جاتا ہے"۔

"ضرور یہی بات ہے"۔ یہ کہ کر فرزانہ نے پھر موٹھ کو گھمایا اور دبا دیا... دروازہ ایک بار پھر کھل گیا۔

"خان رحمان! تم نیچے بخیریت ہو نا"۔

خان رحمان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

"خان رحمان"۔ انہوں نے بلند آواز میں کہا... جواب نہ ملنے پر انہوں نے پریشان ہو کر باقی سب کی طرف دیکھا۔

"اب کیا کریں؟"

"میں نیچے جا کر دیکھتا ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"افسوس"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"جی کیا مطلب... آپ نے انکل کے یہ کہنے پر افسوس کا اظہار کیا ہے... کہ میں جاتا ہوں"۔ محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں... یہ بات نہیں"۔

"تو پھر آپ کو کس بات پر افسوس ہے"۔

"اس بات پر کہ ابطال کی چال کو نہ سمجھا"۔

"چال... اور ابطال"۔

"ہاں! ان لوگوں نے ڈی سلوان کی موجودگی میں اس جزیرے کا نام بلاوجہ نہیں لیا تھا... یہ ہمارے خلاف ایک چال تھی... اس چال سے ڈی سلوان کو بھی بے خبر رکھا گیا... اس پر یہی ظاہر کیا گیا ہو گا کہ جیسے وہ اس کی موجودگی سے لاعلم ہیں"۔

"اوہ... نہیں"۔

"اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر خان رحمان کی طرف سے کوئی جواب کیوں نہیں ملتا"۔

"ہو سکتا ہے... نیچے ان پر حملہ کیا گیا ہو اور اب وہ بے ہوش ہوں"۔

"یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں رہے گا... آپ مجھے اجازت دیں"۔ محمود نے کہا۔

"نہیں... نہ تم جاؤ گے اور نہ یہ... میں جاؤں گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا آگے بڑھے۔

"ایک منٹ! آپ لوگ بھی نہیں... میں جاتا ہوں"۔

اکرام نے کہا اور جلدی سے نیچے اتر گیا... انسپکٹر کامران مرزا ارے ارے ہی کرتے رہ گئے۔

"اس کا حل یہ نہیں ہے اکرام... رک جاؤ... آخری

سیڑھی پر پاؤں نہ رکھنا"۔

لیکن اکرام کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

"ہائیں۔۔۔ اس قدر جلد تو یہ آخری سیڑھی پر نہیں پہنچ سکتے"۔ محمود بوکھلا گیا۔

"یہ بھی گئے۔۔۔ معلوم ہوتا ہے۔۔۔ اب ہم سب کو جانا پڑے گا۔۔۔ یہ جزیرہ ہمارے لیے ایک جال ہے۔۔۔ جال"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں نے کہا نا۔۔۔ میں جاتا ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ایک منٹ"۔ انسپکٹر جمشید نے انہیں پکڑ لیا۔

"جانا تو ہم سب کو پڑے گا۔۔۔ جب تک کہ ہمارا ایک ایک ساتھی اوپر نہیں آ جاتا۔۔۔ لیکن اس کے لیے ایک اور طریقہ ہے"۔

"کس کا"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"جانے کا۔۔۔ بیک وقت دو آدمی جائیں۔۔۔ ایک اوپر والی سیڑھی پر ہی رک جائے۔۔۔ جب کہ دوسرا آخری سیڑھی سے نیچے اتر جائے۔۔۔ اس طرح کم از کم یہ معلوم ہو سکے گا کہ نیچے اترنے والے پر کیا گزرتی ہے"۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔۔۔ آپ میرے ساتھ کسی کو بھی کر دیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ کا ابھی جانا بالکل مناسب نہیں۔۔۔ میں جو ہوں ابھی"۔ یہ کہہ کر منور علی خان آگے بڑھے۔

"اور میں ان کا ساتھ دوں گا"۔ محمود نے کہا۔

"اچھا چلو۔۔۔ یونہی سہی"۔

منور علی خان اور محمود ایک ساتھ سیڑھی پر اترے۔۔۔ دروازہ کھلا رہا۔۔۔ لیکن جونہی خان رحمان دوسری سیڑھی پر اترے۔۔۔ دروازہ یک دم بند ہو گیا۔

"ارے باپ رے۔۔۔ یہ تو اس طرح بھی بند ہو گیا"۔

"بس تو پھر۔۔۔ گئے ہم کام سے باری باری سب کو جانا پڑے گا۔۔۔ اس طرح ہم سب ایک جگہ رہیں گے۔۔۔ اگر ہم باقی لوگ نیچے نہیں جائیں گے تو دو حصوں میں بٹ جائیں گے۔۔۔ اور ایک حصے کا حال دوسرے کو معلوم نہیں ہو گا"۔

"ہم نیچے جائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

سب باری باری نیچے اترتے چلے گئے۔۔۔ آخر میں انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کامران مرزا اور پروفیسر داؤد رہ گئے۔

"اب ہم میں سے کون جائے گا"۔

"میں"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"نہیں! آپ ہمارے درمیان میں جائیں گے.... لہذا اِ
وقت میری باری ہے"۔

یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا نیچے اتر گئے.... ان کے بع
پروفیسر داؤد کی باری آئی۔

"اچھا جمشید خدا حافظ"۔

"نہیں پروفیسر صاحب! ہم ایک ساتھ چلیں گے.... اب
ایک ایک کر کے جانے کی بھی ضرورت نہیں رہی"۔

یہ کہ کر انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور تہ خانے میں ا
گئے.... جونہی انہوں نے پہلی سیڑھی پر پاؤں رکھا.... انہیں یوں
جیسے کہ خلا میں جا گرے ہوں.... وہ نیچے ہی نیچے گرتے چلے گئے۔
اس حالت میں بھی انہوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

"یہ.... یہ کیا جمشید.... آخر یہ جزیرہ نیچے کس قدر گ
ہے"۔ ایسے میں پروفیسر داؤد نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"یہ جزیرہ نہیں ہو سکتا.... جزیرے کے نیچے لگایا گیا کوئی
پائپ ہے.... جس میں سے ہم نیچے گر رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید
خیال ظاہر کیا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... یہ بڑے دشمن ہمیں نہ جانے ک

کن جہانوں کی سیر کروائیں گے"۔

عین اسی وقت ان کے پاؤں کسی اسفنج نما چیز سے لگے.... وہ
پہلے اس اسفنج میں دھنستے چلے گئے.... پھر گویا اسفنج نے انہیں اوپر
اچھال پھینکا.... اب جو انہوں نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں تو
خود کو ایک بڑے کمرے میں پایا.... اس کمرے کے فرش پر بہت موٹا
فوم بچھا ہوا تھا' اور باقی ساتھی بھی اس مقام پر ادھر ادھر پڑے
ہوئے تھے.... کمرے کی دیواریں شیشے کی تھیں اور اس کے چاروں
طرف پانی ہی پانی تھا۔

"گویا ہم سمندر کی تہ میں ہیں.... اور یہ کمرہ سمندر کی تہ میں
بنا ہوا ہے.... لل.... لیکن یہاں آکسیجن کہاں سے آ رہی ہے"۔

"جو لوگ سمندر میں کمرہ بنا سکتے ہیں.... وہ اس میں آکسیجن
بھی لا سکتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

"اس کا مطلب ہے.... ہم سب یہاں موجود ہیں.... اور
سیدھے اوپر سے یہاں آ کر گرے ہیں"۔

"ہاں! لیکن.... ذرا غور کریں.... ہم یہاں سے کسی طرح بھی
نہیں نکل سکتے.... اوپر سے نیچے تو گر سکتے ہیں.... نیچے سے اوپر
نہیں جا سکتے"۔

"یہ بات تو ہے.... آخر دشمن ہمیں یہاں کیوں لانا چاہتا

تھا"۔

"اپنی طاقت، اپنا رعب اور اپنے منصوبے کی ایک جھلک دکھانے کے لیے"۔ فاروق نے کہا۔

"کمال ہے.... یہ اتنی باتیں تم ایک سانس میں کہہ گئے"۔ آصف نے حیرت ظاہر کی۔

"دو سانس میں اس لیے نہیں کہا کہ کہیں آئس کریم ختم نہ ہو جائے"۔

"کیا کہا.... کیا ختم نہ ہو جائے"۔

"اوہ میں تو آکسیجن کہنا چاہتا تھا.... منہ سے لفظ نکل گیا آئس کریم"۔

"یہ تم نے ظلم کیا مجھ پر.... اب مجھے آئس کریم کی بھوک لگ گئی ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"آپ آئس کریم کی بات کر رہے ہیں.... یہاں تو کھانے کی کوئی چیز بھی نہیں ہے"۔

"فکر نہ کرو دوستو! آپ کو آئس کریم بھی ملے گی"۔

"ابطال کی آواز نے انہیں چونکا دیا.... انہوں نے چاروں طرف دیکھا.... کمرے میں ان کے علاوہ کوئی بھی نظر نہ آیا۔

"آپ کہاں ہیں انکل ابطال"۔ محمود نے گھبرا کر کہا۔

"یار ابطال کہو"۔ وہ ہنس کر بولا۔

"آپ کا نام ہی بہت مشکل ہے.... کوئی آسان سا نام نہیں رکھ سکتے تھے آپ"۔

"اس پر غور کر لیں گے.... اس کمرے میں ایک راستہ بننے والا ہے.... اس میں چلے آؤ.... ایک نئی دنیا کی سیر کرائیں گے آپ کو"۔

"اچھی بات ہے.... آپ جہاں کی بھی سیر کرائیں گے، کر لیں گے.... جو کھلائیں گے کھا لیں گے، آخر ہم آپ کے مہمان جو ہیں نا"۔ محمود نے کہا۔

"ہاں بالکل"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کمرے کی دیوار میں ستون نما گول راستا نمودار ہو گیا.... اس میں وہ سیدھے تو چل نہیں سکتے تھے.... جھک کر چل سکتے تھے.... لہٰذا ایک قطار میں چلنے لگے.... اس ستون کے باہر اب انہیں مچھلیاں نظر نہیں آ رہی تھیں.... اگرچہ یہ ستون بھی شیشے یا پلاسٹک کا ہی تھا۔

انہیں پندرہ منٹ تک چلنا پڑا.... پھر ستون ڈھلوان کی شکل اختیار کر گیا.... اور انہیں اس میں سے پھسلنا پڑا.... وہ تیر کی طرح نیچے گئے.... ان کے پیر زمین سے لگے تو انہوں نے اپنے آپ کو

ایک سبزہ زار میں پایا.... لیکن اس قسم کے درخت اور پودے انہوں
نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے.... پتے اور پھول بھی بہت
لمبے اور نوک دار تھے.... ہلکی ہوا سے یہ پودے' پتے اور پھول
ہلکورے لیتے محسوس ہو رہے تھے۔

زمین پر بہت گہری گھاس تھی.... کسی موٹے قالین کی طرح
اس میں پاؤں دھنستے تھے.... سبزہ زار کے ایک طرف ایک چھوٹی سی
جھیل تھی.... اس پر بطخ قسم کے جانور تیر رہے تھے.... جس کے
دوسری طرف کافی دور ایک عمارت نظر آ رہی تھی.... ایسے میں
ابطال کی آواز سنائی دی۔

"خوش آمدید دوستو.... آخر تم لوگ ہمارے ہیڈکوارٹر تک آ
ہی گئے.... دیکھ لو.... میں نے یہ کہاں بنایا ہے.... سمندر کے
نیچے.... کوئی سوچ سکتا ہے.... سمندر کے نیچے بھی ہیڈکوارٹر بنایا جا
سکتا ہے"۔

"اب سوچ لیتے ہیں.... ہمارا کیا جاتا ہے"۔ مکھن نے خوش
ہو کر کہا۔

"ہاں! ضرور سوچو.... تم چاہو تو اس عمارت تک بھی ہو کر آ
سکتے ہو.... لیکن کوشش کے باوجود تم اس عمارت میں داخل نہیں
ہو سکو گے.... اس عمارت کے اندر اس منصوبے پر کام جاری

ہے.... جس کو چھپانے کے لیے اتنے بہت سے پاپڑ بیلے گئے ہیں....
تم اس عمارت کے باہر پہنچ کر بھی اس منصوبے کی سن گن تک
نہیں لے سکو گے.... ہے نا کمال کی بات.... عمارت کے باہر
تمہارے لیے میزیں اور کرسیاں لگا دی گئی ہیں.... سمندری خوراک
بھون کر اس پر لگا دی گئی ہے.... آئس کریم اور دوسری چیزیں بھی
موجود ہیں.... وہ کھلا کر آپ لوگوں کو یہاں سے رخصت کر دیا جائے
گا.... ہم اگر چاہیں تو آپ کو یہاں سے کبھی بھی جانے نہ دیں....
چاہیں تو ایک لمحے کے لیے ایک دروازہ کھول کر سمندر میں پہنچا دیں
اور آپ سمندر کی مچھلیوں کی خوراک بن جائیں.... لیکن ہم آپ
کو پھر سے آپ کی دنیا میں پہنچا رہے ہیں.... تاکہ آپ ہمارے
منصوبے سے لطف اندوز ہو سکیں"۔

"آخر یہ منصوبہ ہے کیا؟"

"اس کے بارے میں آپ لوگوں کو خود پتا چلے گا.... جب
اسلامی دنیا ایک ہی وقت میں اس کے اثر کے نیچے آئے گی.... یعنی
جب اس کا اثر شروع ہو گا تو ایک ہی وقت میں پوری اسلامی دنیا
میں شروع ہو گا.... اس سے آپ سمجھ جائیں گے.... یہی وہ منصوبہ
تھا.... اس منصوبے سے نجات آپ لوگ صرف ایک طریقہ سے
حاصل کر سکتے ہیں.... یہ کہ اس عمارت کو تباہ کر دیں.... اور اس

کے پہرے دار اول وہ ہم ہیں.... ہم چاروں.... اگر آپ لوگ ہم
چاروں کو شکست دے دیتے ہیں تو بھی یہ عمارت ایسی نہیں جس
میں آپ داخل ہو سکیں اور اس کا کچھ بگاڑ سکیں.... اول تو آپ
اس جگہ تک ہی نہیں پہنچ سکیں گے.... اس وقت جو آپ لوگ
یہاں موجود ہیں.... تو اس میں ہماری مرضی کا سو فیصد دخل تھا....
ورنہ آپ لوگ تو اس جزیرے تک بھی نہ پہنچ پاتے.... وہ
جزیرہ دراصل ریموٹ کنٹرول ہے"۔

"اور وہ سمندر کی چھالیں"۔

"اگر کوئی اتفاق سے اس ہیڈکوارٹر کی سمندری حدود میں آ
جاتا ہے تو ہم ان چھالوں کے ذریعے اس کا نام و نشان مٹا دیتے
ہیں"۔

"اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"اب آگے بڑھو دوستو.... سمندر کے نیچے اپنا کھانا کھاؤ اور
یہاں سے رخصت ہونے کی تیاری کر لو"۔

"اور ہم واپس کس طرح جائیں گے"۔

"یہ ہمارا کام ہے.... آپ لوگوں کو اس بارے میں فکرمند
ہونے کی ضرورت نہیں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"آپ کے باقی تین ساتھیوں کی آواز نہیں آ رہی"۔

"جب ہم میں سے ایک بات کرتا ہے تو دوسرے خاموش
رہتے ہیں.... آپ کی طرح نہیں ہیں"۔ سرالمک نے طنزیہ انداز میں
[illegible]

"کیا آپ عمارت کے اندر ہیں"۔

"ہاں! اس وقت اندر ہیں.... جب جی چاہے.... باہر آ سکتے
ہیں.... جب جی چاہے.... سمندر کے اوپر پہنچ سکتے ہیں.... اور جب
چاہیں کسی دوسرے ملک میں جا سکتے ہیں.... ان سب چیزوں کا
نظام یہاں موجود ہے"۔

"مطلب یہ کہ عمارت میں کوئی ریموٹ کنٹرول ٹائپ چیز بھی
موجود ہے"۔ پروفیسر داؤد بول اٹھے۔

"اوہ! نہیں ان چاروں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا.... شاید
انہیں پروفیسر داؤد کے اندازے پر حیرت ہوئی تھی۔

"کیوں! ہم نے آپ کو حیران کر دیا نا"۔ انسپکٹر جمشید
مسکرائے۔

"آپ لوگوں سے ہماری حکومتیں بلاوجہ نہیں ڈرتیں"۔

"کیا آپ یہ عمارت ہمیں اندر سے نہیں دکھا سکتے"۔ پروفیسر
داؤد نے شدید بے چینی محسوس کرتے ہوئے کہا.... ان کا جی چاہ رہا
تھا.... کسی نہ کسی طرح اس عمارت میں داخل ہو جائیں.... لیکن

شاید اس وقت یہ ان کے لیے ممکن نہ تھا۔
"نہیں.... اس عمارت میں آپ لوگوں کا داخلہ ممنوع
ہے.... یہ بات بھی کم نہیں ہے کہ ہم نے آپ لوگوں کو یہاں آ
کی اجازت دے دی ہے.... ورنہ ہماری حکومتیں تو آپ کے یہا
آنے کے حق میں بھی نہیں تھیں"۔
"تب پھر ان کی مرضی کے خلاف آپ نے ہمیں کس ط
آنے دیا"۔
"بس ہم نے ان سے ضد کی.... اپنی خواہش کا اظہار کیا
اور انھیں ہماری بات ماننا پڑی' ہم چاہتے تھے.... جہاں اتنا کچھ
ہے' جہاں ہم نے کامیابی کے جھنڈے گاڑے ہیں.... وہاں اتنا
کر دیا جائے کہ ہیڈکوارٹر کی ایک جھلک آپ لوگوں کو دکھا
جائے.... ہے نا بہادری.... اب آپ لوگ اوپر جا کر ہمارے
ہیڈکوارٹر کو تباہ کر کے دکھائیں.... اگر آپ اس کو تباہ کر دیں گے
سمجھ لیں ہماری ساری کوششیں بے کار ہو کر رہ جائیں گی او
آپ کو ہو گی.... لیکن ایسا ہو گا نہیں"۔
"شکریہ مسٹر اقبال.... آپ واقعی بہادر ہیں.... آپ
ساتھی بھی بہادر ہیں.... ورنہ کون اپنے دشمن کو اپنا ہیڈکو
دکھانے کی جرات کرتا ہے.... اب ہم پہلے کھانا کھائیں گے...

اس عمارت کو دیکھیں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔
"نہیں! پہلے آپ لوگ عمارت کو دیکھ لیں' پھر کھانا کھائیے
گا"۔ اقبال ہنسا۔
"اچھی بات یونہی سہی.... اگرچہ ہمارے ایک ساتھی کا
مارے بھوک کے برا حال ہے"۔
"تت.... تم میری فکر نہ کرو جمشید"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔
"اچھی بات ہے.... اور ہاں مسٹر اقبال.... ایسے میں اگر
آپ سے آمنے سامنے ملاقات بھی ہو جائے تو کیا بات ہے.... میرا
مطلب ہے.... آپ ہمیں نظر آ جائیں"۔
"افسوس! یہ نہیں ہو سکتا.... اب چلیں عمارت کی طرف"۔
وہ عمارت کی طرف بڑھنے لگے.... ایسے میں نہ جانے کیوں
ان سب کے دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگے.... یوں محسوس ہو رہا
تھا کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے"۔

○☆○

کھانے میں نیند

وہ عمارت کے نزدیک پہنچ گئے.... اس سے زیادہ عجی
عمارت انہوں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی.... قریبا
کونوں والی عمارت تھی.... اس کی اونچائی ایک منزلہ عمارت
زیادہ نہیں تھی.... عمارت کا رنگ سرمئی سا تھا.... جس میں جا
رنگ بھی جھلکتا تھا.... اور قریب ہو کر جب انہوں نے دیکھا تو
لگا جیسے عمارت انہیں دیکھ کر پیچھے ہٹی ہو۔

"کیا ہم اس کو چھو کر دیکھ سکتے ہیں مسٹر اقبال"۔ پروفیس
سرسری انداز میں بولے۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں"۔

پروفیسر داؤد نے اس کو چھو کر دیکھا.... وہ اسفنج نما تھ
دبانے سے قدرے دب گئی.... لیکن جونہی انہوں نے ہاتھ ہٹ
وہ جگہ جو دبی تھی، پھر اپنی جگہ پر آ گئی۔

"کیا یہ اسفنج کی ہے"۔

"نہیں! ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ کس چیز سے تیار کی گئی ہے.... اتنا بتا سکتے ہیں آپ اس عمارت کو کاٹ نہیں سکتے.... توڑ نہیں سکتے.... پھونک نہیں سکتے.... ایٹم بم بھی ماریں تو اس کا کچھ نہیں بگڑے گا.... ایٹم بم کے وزن کے مطابق یہ دبے گی ضرور لیکن فوراً ہی اپنی اصل جگہ آ جائے گی.... ایٹم بم اگر پھٹ جائے تو اس عمارت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا.... نہ اس وادی کو بس اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے.... اور تابکاری اثرات فوراً سمندر میں جذب ہو جائیں گے"۔

"کیا اس عمارت میں کچھ لوگ کام کر رہے ہیں"۔

"نہیں! اس کے اندر لوگوں کی ضرورت نہیں.... آلات خود بخود کام کر رہے ہیں.... ہمارے ساتھ صرف ایک سائنس دان ہے.... وہ تمام آلات کو کنٹرول کر رہا ہے اور ان سے کام کس طرح لینا ہے.... یہ اسے بخوبی معلوم ہے"۔

"ان آلات سے کیا کام لیا جا رہا ہے"۔

"افسوس! یہ نہیں بتایا جا سکتا"۔

"خیر نہ بتائیں.... ہمیں معلوم ہو ہی جائے گا"۔

"اس وقت معلوم ہو گا.... جب معلوم ہونا آپ کے کسی کام نہیں آ سکے گا"۔

"خیر.... دیکھا جائے گا"۔

"مسٹر ابطال! کیا میں اس عمارت کو سر کی ایک ٹکر مار سکتا ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

"ضرور.... کیوں نہیں"۔

انہوں نے پیچھے ہٹ کر سر کی ایک ٹکر دیوار کو دے ماری.... انہیں یوں لگا جیسے ایک نرم اور گداز چیز کو ٹکر ماری ہو.... نہ انہیں دھکا لگا نہ چوٹ۔

"کیا.... میں اپنے چاقو سے اس عمارت کی دیوار کاٹنے کی کوشش کر سکتا ہوں"۔ محمود بولا۔

"ضرور.... کیوں نہیں"۔ ابطال ہنسا۔

"کیا وجہ ہے.... کہ آپ کے علاوہ اور کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی"۔

"ہم مسٹر ابطال کے ساتھ ہی عمارت میں موجود ہیں"۔ روگان کی آواز سنائی دی۔

"اور آپ پانچوں عمارت کے اندر ہیں"۔ محمود بولا۔

"ہاں! اب سب کی آوازیں آئیں"۔

"اور ہم چاہیں تو اس عمارت کو نقصان نہیں پہنچا سکتے"۔

"ہاں"۔ وہ بولے۔

"اچھی بات ہے.... تب آپ ہمیں اپنی کوشش کرنے کی اجازت تو دے دیں نا"۔ پروفیسر بولے۔

"پانچ منٹ کے لیے اجازت ہے"۔

"شکریہ"۔

پروفیسر داؤد نے جیب سے سگریٹ لائٹر نکالا اور اس کو جلانے کی کوشش کی.... لیکن لائٹر کا شعلہ جلتے ہی بجھ گیا.... انہوں نے بار بار کوشش کی.... لیکن شعلہ جاری نہ رہ سکا۔

"پتا نہیں لائٹر کو کیا ہو گیا ہے.... منور علی خان تمہارے پاس بھی تو لائٹر ہوتا ہے"۔

"جی ہاں! بالکل"۔

"تو ذرا تم اس کو نکال کر جلاؤ.... میں ایک تجربہ کرنا چاہتا ہوں"۔

"جی بہتر"۔

"مسٹر ابطال.... ہمیں تجربہ کرنے اجازت ہے نا"۔

"جو جی میں آئے کر لیں"۔ ابطال ہنسا۔

اب منور علی خان نے لائٹر نکالا' لیکن وہ بھی نہ جل سکا۔

"اس کا مطلب ہے.... اس فضا میں لائٹر نہیں جل سکتا"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔ اقبال نے کہا۔

"محمود.... چاقو نکال کر دیوار کو کاٹنے کی کوشش کرو"۔

"تمہاری ان باتوں پر ہمیں ہنسی بہت آ رہی ہے"۔ رو
ہنسا۔

"تو ہنس لیجیے.... روکا کس نے ہے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"یہ نہیں پوچھیں گے کہ ہنس کیوں رہے ہیں"۔

"چلیے! آپ بتانے کے لئے بے چین ہیں تو بتا دیں"۔ ش
نے منہ بنایا۔

"ہنسی اس بات پر آ رہی ہے کہ آپ لوگ اس بات
امکانات کا جائزہ لینے لگ گئے ہیں کہ عمارت کو کس طرح نقص
پہنچایا جا سکتا ہے.... یا تباہ کیا جا سکتا ہے.... لیکن اس طرف
نہیں دی.... کہ یہاں تک پہنچیں گے کیسے.... جب پہنچ ہی ن
سکتے تو اس کو نقصان کیسے پہنچا سکتے ہیں"۔

"اس بات کا جائزہ ہم یہاں سے باہر نکل کر لے سکتے ہی
اس میں داخل کس طرح ہو سکتے ہیں اور یہاں صرف اس با
جائزہ لے سکتے ہیں کہ اس عمارت کو نقصان پہنچا سکتے ہیں تو
طرح"۔

"بہت خوب! مان گئے بھئی تم لوگوں کو"۔

اب محمود نے اپنی ایڑی سے چاقو نکالا اور اس کو کھول کر عمارت کی دیوار میں گھونپ دیا.... چاقو اندر چلا گیا.... لیکن جب اس کو باہر نکالا تو دیوار میں کٹنے کا کوئی نشان نہیں تھا"۔

"اب کوئی ٹکرا کاٹ کر دیکھو محمود"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

اس نے چاقو اس طرح چلایا گویا دیوار سے اس کو الگ کر دینا چاہتا ہو.... لیکن جس جگہ سے چاقو گزر جاتا.... وہ جگہ پھر سے جڑ جاتی.... لہٰذا یہ تجربہ بھی ناکام رہا.... یہ دیکھ کر پروفیسر داؤد بولے۔

"محمود.... چاقو مجھے دے دو"۔

اس نے چاقو انہیں دے دیا.... اب وہ دیوار کے پاس گئے اور چاقو دیوار میں اتار دیا.... اب جس جگہ چاقو اندر گیا تھا.... وہاں انہوں نے انگلی داخل کی.... لیکن انگلی اندر نہ جا سکی.... کیونکہ چاقو کے پھل کے برابر اس میں درز پیدا ہوئی تھی.... انگلی سے صرف وہ جگہ دب گئی.... انگلی اندر داخل نہ ہوئی.... انہوں نے اپنے ناخوں سے کام لینا چاہا.... لیکن جو وہ چاہتے تھے وہ نہ ہو سکا۔

"کس چکر میں ہو پروفیسر داؤد؟"

"ایک تجربہ کر رہا تھا.... اگر آپ کو کوئی اعتراض ہے تو میں یہاں سے ہٹ جاتا ہوں"۔

"نہیں نہیں.... آپ اپنا شوق پورا کریں.... بعد میں حسرت
نہ رہ جائے"۔

"شکریہ مسٹر ابطال"۔ وہ بولے اور پھر چاقو کو گھما کر باہر
نکالنے لگے.... جب نوک باہر آنے کے قریب ہو گئی تو انہوں نے
کوشش کی کہ نوک کے ساتھ دیوار کا کوئی ننھا سا ٹکڑا ہی آ
جائے.... لیکن ایسا نہ ہو سکا.... اس کا کوئی ذرہ تک چاقو سے الگ
نہ ہو سکا۔

"یہ جاننے کی کوشش میں ہو کہ یہ عمارت کس چیز سے تیا
کی گئی ہے"۔ سرالک نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں!" انہوں نے کہا۔

"نہیں معلوم کر سکو گے پروفیسر.... اس پر ہمارے سائن
دانوں نے بہت وقت صرف کیا ہے"۔

"لیکن ایک بات آپ کو ماننا پڑے گی"۔ پروفیسر داؤد بولے

"اور وہ کیا"۔

"آپ لوگ اس عمارت کو آگ سے محفوظ نہیں کر سکے"

"اس میں کوئی شک نہیں.... لیکن اس جگہ کو ہم نے
پروف بھی تو بنا دیا ہے.... یہاں آگ جل ہی نہیں سکتی"۔

"خیر.... ہم دیکھیں گے کہ اس عمارت کے مقابلے میں ک

جا سکتا ہے"۔

"یہ دیکھنے اور کچھ کرنے کی آپ کو چھٹی ہے.... اب کھانے
کی میز کی طرف چلیں"۔

وہ کھانے کی میز پر آ گئے.... میز پر عجیب و غریب قسم کے
کھانے پڑے ہوئے تھے۔

"ان میں گوشت والی ڈشیں بھی بتا دیں.... وہ ہم نہیں
کھائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھی بات ہے.... ہمیں تو خیال ہی نہیں رہا.... آپ لوگ
سور کا گوشت نہیں کھاتے.... ویسے آپ کو ایک مزے کی بات
بتاؤں"۔ ابطال ہنسا۔

"بتائیے.... لیکن ہو سکتا ہے.... وہ بات ہمارے لئے مزے
کی نہ ہو"۔

"ہاں! یہ ہو سکتا ہے"۔ ابطال نے کہا۔

"شکریہ.... آپ بات بتائیں"۔

"آپ لوگ سور نہیں کھاتے.... لیکن ہم لوگ نہ جانے اپنی
کتنی مصنوعات میں سور کی چربی اور اس کا خون استعمال کرتے ہیں
اور وہ چیزیں آپ کے ملک میں شوق سے کھائی اور پی جاتی ہیں....
ان میں بسکٹ ہیں، پنیر ہیں، سوڈا واٹر کی بوتلیں ہیں"۔

"اوہ ہاں! یہ بوتلیں اور چیزیں ہمیں معلوم ہیں اور ہم ان چیزوں کو ہاتھ تک نہیں لگاتے"۔

"آپ ہاتھ نہ لگاتے ہوں گے.... ان گنت مسلمان ان چیزوں کو کھاتے ہیں"۔

"ہم نے اخبارات اور رسائل میں ان چیزوں کی تفصیلات شائع کرائی تھیں.... اب یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے.... کہ وہ اس طرف توجہ دیں.... اپنے ملک میں جا کر ہم اس کوشش کو اور عام کریں گے"۔

انہوں نے میز پر سے گوشت ہٹا دیا.... اور دوسری چیزیں کھانے لگے.... سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر انسپکٹر جمشید ہاتھ اور منہ چلا رہے تھے۔

"یار جمشید.... آج تو تم پروفیسر داؤد کو بھی مات کر رہے ہو"۔

"بس کیا کروں.... بھوک آخر بھوک ہے.... سنا ہے تختہ دار پر بھی لگ سکتی ہے"۔

"یار وہ نیند ہے.... جو تختہ دار پر بھی آ جاتی ہے"۔ خان رحمان ہنسے۔

"ویسے کھانا بہت مزے دار ہے.... انکل! یہاں کام تو لوگ

ے نہیں.... پھر کھانا کون تیار کرتا ہوگا"۔

"کھانا کھاؤ.... پیر نہیں گنو.... ویسے کھانا اس ستون کے ذریعہ آتا ہے جس کے ذریعے آپ لوگوں کو یہاں تک لایا گیا ہے"۔

"اور جب آپ لوگوں کو یہاں سے جانا ہو تو جا سکتے ہیں"۔

"ہاں! ابھی اور اسی وقت جا سکتے ہیں.... ہمیں کون روکنے ہے"۔ اس نے فخریہ لہجے میں کہا۔

وہ کھانے میں مگن رہے.... لیکن پھر کھانا کھاتے ہی انہیں محسوس ہونے لگی۔

"یہ.... یہ کیا.... کھانے میں نیند"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"کھانے میں نیند نہیں.... نیند میں کھانا"۔ آفتاب نے فوراً

"دماغ تو نہیں چل گیا.... کہنا یہ چاہئے کہ اس کھانے میں کی دوا شامل ہے"۔

"ہاں دوستو! یہ ٹھیک ہے.... ہم تو اس کے حق میں نہ .... لیکن ہماری حکومتیں کہنے لگیں کہ نہیں.... ان لوگوں کو اس ے بالکل بے ہوشی کی حالت میں جانا ہوگا"۔

"اوہ اچھا.... کک.... کوئی.... بات.... نہیں"۔ مکھن نے کہا پھر وہ لڑھک گیا۔

پھر وہ باری باری سب بے ہوش ہوتے چلے گئے.... سب سے آخر میں انسپکٹر جمشید گرے.... انہیں ہوش آیا تو اس جزیرے پر تھے۔

"ارے! یہ تو وہی جزیرہ ہے.... اس جزیرے پر وہی عمارت اور ہم چاہیں تو پھر سے سمندر روز دنیا میں جا سکتے ہیں"۔

"لیکن وہاں جا کر ہم کیا کریں گے.... نہیں ہمیں پہلے تیاریاں کرنا ہوں گی.... نیچے جا کر جب ہم اس عمارت کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے.... تو کیا فائدہ جانے کا"۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے"۔

"ویسے ہم اس تہ خانے کا راستا تو کھول کر دیکھ سکتے ہیں"۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں"۔

انہوں نے اس راستے کو کھولنا چاہا' لیکن اب تہ خانہ نمودار نہ ہو سکا۔

"یہ تو کوئی زبردست قسم کی بھول بھلیاں لگتی ہے"۔

"بھول بھلیاں اس کے مقابلے میں بھلا کیا چیز ہے"۔ آصف نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم اس جزیرے سے کہاں جائیں.... کیسے جائیں"۔

تیسرے دن انہیں ایک جہاز نظر آیا.... انہوں نے ہاتھ ہلا دیئے.... دھواں کیا گیا.... آخر جہاز ان کی طرف آنے لگا.... جونہی وہ جہاز نزدیک پہنچا.... اس کے کپتان کی آواز گونجی۔

"ارے! یہ ڈاکوؤں کا مشہور جزیرہ ہے"۔

"یہ جزیرہ ڈاکوؤں کا نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا کہا.... ڈاکوؤں کا نہیں ہے.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... یہ بات سنتے تو میرے کان پک گئے ہیں"۔

"اس پر اگر آپ کو ایک بھی ڈاکو بھی نظر آ جائے تو جو چور کی سزا وہ ہماری"۔

"اچھی بات ہے"۔

جہاز کا عملہ اس جزیرے پر اتر آیا.... ان کے ہاتھوں میں اسلحہ بھی تھا.... پھر انہوں نے انہیں اپنے جہاز پر سوار کرا لیا۔

"ہاں! اب اپنے حالات سنائیں اور آپ لوگوں کو جانا کہاں ہے"۔

"آپ ہمیں کسی بھی ملک کے ساحل پر اتار دیں.... اپنے ملک ہم خود پہنچ جائیں گے"۔

"ہم شارجستھان جا رہے ہیں"۔

"اوہ.... شارجستھان وہاں تو خیر ہم نہیں اتر سکتے.... درمیان

میں جو ملک بھی آئے' اس کے ساحل پر اتر سکتے ہیں"۔

"تب آپ لوگ پاک لینڈ اتر جائیں"۔

"بھئی واہ! اس سے اچھی بات کیا ہو گی"۔ انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

"کیوں! کیا بات ہے"۔ اس نے چونک کر کہا۔

"ہم خود پاک لینڈ کے ہیں"۔

"یہ اور اچھی بات ہے.... اب کیا جھگڑا رہ گیا.... لیکن آپ کو وہاں جا کر کرایہ ادا کرنا پڑے گا"۔

"اس کی آپ فکر نہ کریں.... یہاں سے پاک لینڈ کتنی دور ہے"۔

"نزدیک ہی ہے"۔

"کیا فرمایا.... نزدیک ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! بہت نزدیک.... صرف ایک دن کا راستا ہے"۔

"کمال ہے.... ہم تو اپنے وطن سے کئی ماہ کے راستے پر تھے.... یہ اس قدر نزدیک ہم کس طرح پہنچ گئے"۔

"یہ آپ نے کیا کہہ دیا.... کئی ماہ کے راستے پر.... اس جزیرے کے بارے میں سنا ہے جو چلتا پھرتا جزیرہ ہے.... لیکن

جزیروں کی رفتار اس قدر نہیں ہوتی.... کہ مہینوں کا فاصلہ ایک دن میں طے کر لیں.... یہ ناممکنات میں سے ہے"۔

"ہو گا! لیکن غلط ہم بھی نہیں کہہ رہے.... خیر آپ اس بات کو چھوڑیں"۔

ایک دن بعد وہ واقعی اپنے وطن پہنچ گئے.... مارے حیرت کے ان کا برا حال تھا.... انہوں نے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں"۔

"مجھے اپنی تجربہ گاہ میں کچھ کام کرنا ہو گا.... مہم بہت مشکل ہے"۔

"اس کا اندازہ تو خیر ہمیں ہے.... لیکن معلوم تو ہو کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں"۔

"میں وہ فوم چیز تیار کرنا چاہتا ہوں.... جس سے سمندر کے نیچے عمارت بنائی گئی ہے"۔

"اوہ ہاں! آپ درست سمت میں سوچ رہے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

انہوں نے جہاز کا کرایہ ادا کیا اور اپنے گھر آ گئے.... بیگم جمشید انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں.... انسپکٹر کامران مرزا اور برادرز نے اپنے اپنے گھر فون بھی کیے.... پھر وہ تجربہ گاہ

پہنچے.... پروفیسر داؤد کو وہاں چھوڑا اور خود واپس آکر انسپکٹر جمشید
لائبریری میں گھس گئے۔

"اب ہمیں دماغ لڑانا ہے.... دماغ.... یہ کیس ہم صرف
صرف دماغ لڑا کر ہی حل کر سکتے ہیں"۔

"اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ان کا منصوبہ ہے کیا
مکمل بھی ہو چکا ہے تو ہمیں بہت آسانی ہو سکتی ہے"۔

"اس کی صرف ایک صورت ہے.... اور وہ یہ کہ ہم انـ
یا وناس کے صدر کو اغوا کر لیں.... یا ان تینوں کو.... اگر اتفاق
یہ تینوں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو کیا خیال ہے"۔ شوکی بولا۔

"لیکن ہم ان تینوں کو کسی ایک جگہ کس طرح جمع کر
ہیں"۔

"اس سے پہلے یہ بھی غور کرنا ہو گا"۔

اور وہ غور کرنے لگے.... لیکن کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آ

"میرا خیال ہے.... ہم ان تینوں کو باری باری اغوا کر
ہیں.... یا پھر ہم تین پارٹیوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں.... ہر پا
ایک کو اغوا کرے"۔

"اور اغوا کر کے کہاں لے جائیں.... انہیں ان کے گھر
سے باہر لانا تو بہت مشکل ہو گا"۔

"تب پھر پہلے صرف انشارجہ کے صدر پر ہاتھ صاف کرتے
ہیں"۔

"ہاں! یہی مناسب رہے گا.... کسی کو اصل بات معلوم بھی
نہ ہو.... انشارجہ کے صدر کو ضرور معلوم ہو گی"۔

"اس کے لئے ہمیں مکمل طور پر منصوبہ بندی کرنا ہو گی....
انشارجہ کے صدر کا اغوا.... شاید دنیا کا مشکل ترین کام ہو.... لیکن
اگر ہم نے ایسا کر لیا تو دنیا میں ہل چل مچ جائے گی اور مزا آ جائے
گا"۔

"بس تو پھر ہر کوئی غور و فکر غور کرے"۔

وہ ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گئے۔

"میرا خیال ہے.... سب سے پہلے ہمیں انشارجہ جانا ہو گا....
اپنے کسی خفیہ کارکن کی مدد سے کسی خفیہ جگہ ڈیرہ جمانا ہو گا
اس کے بعد انشارجہ کے صدر کی مصروفیات کی تفصیلات حاصل
کرنا ہوں گی"۔ اکرام نے جلدی جلدی کہا۔

"میرے خیال میں یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت نہیں
ہے.... ہم انشارجہ کے صدر کو اس کے گھر سے کیوں نہ اغوا کر
لیں"۔ فرزانہ نے کہا۔

"کیا گھر سے اغوا کرنا آسان ہو گا"۔

"ہاں! باقی جگہوں کی نسبت تو آسان ہی ہو گا.... میرے دما
میں ایک ترکیب سر ابھار رہی ہے"۔ فرزانہ نے پرجوش انداز م
کہا۔

"مہربانی فرما کر فوراً اس ترکیب کو نوٹ کر لو.... کہیں
تمہارے دماغ سے پھسل نہ جائے"۔

"فکر نہ کرو"۔ اس نے منہ بنایا۔

"اچھا تو بتاؤ ترکیب"۔

"جی نہیں.... وہ میں گھر میں نہیں بتاؤں گی.... یہاں
نکل کر کسی میدان میں.... وہ بھی کان میں بتاؤں گی.... کیونک
کل صرف دیواروں کے نہیں.... ہر چیز کے کان ہوتے ہیں"۔

"اب ان محترمہ کے ساتھ گھر سے باہر جانا ہو گا"۔ فا
نے منہ بنایا۔

"تم یہیں ٹھہر جاؤ.... باقی لوگ چلے جائیں گے"۔ آف
مسکرایا۔

"اب میں اتنا بے وقوف بھی نہیں"۔ فاروق نے
گھورا۔

"خدا کا شکر ہے"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"اور یہ خدا کا شکر کس بات پر ادا کیا؟" فاروق چونکا۔

"اس بات پر کہ تم نے اپنے آپ کو کسی حد تک بے وقوف
خیال کیا"۔

"وہ تو ہر کوئی ہوتا ہے"۔ اس نے فوراً کہا۔

اور سب مسکرانے لگے.... آفتاب جھینپ گیا۔

"آؤ بھئی سبھی چلتے ہیں.... گھر کے نزدیک ہی پارک ہے،
اس میں چلتے ہیں"۔

"جی نہیں! پارک میں نہیں.... کھلے میدان میں.... درختوں
کے بغیر"۔

"اچھا یونہی سہی"۔

وہ بڑی گاڑی پر بیٹھ کر روانہ ہوئے اور ایک کھلے میدان میں
پہنچے.... سب لوگ گاڑی سے اتر آئے اور اس سے کافی دور آ
گئے۔

"ہاں! فرزانہ! میرا خیال ہے یہاں تمہیں کسی کے کانوں کی
طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہ گیا ہو گا"۔

"امید تو یہی ہے"۔ فرزانہ نے چاروں طرف دیکھا۔

"ابھی صرف امید ہی ہے.... یقین نہیں"۔ آفتاب نے
اسے گھورا۔

"ان حالات میں یقین سے کوئی بات کیسے کہی جا سکتی ہے"۔

فرزانہ مسکرائی۔

"اچھا بابا.... تم ہارے ہم جیتی.... اب بتاؤ.... ترکیب کیا ہے"۔

"لیکن میں کان میں بتاؤں گی"۔

"اوہو.... اب کان میں بتانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"بس احتیاط کرلو"۔

"دھت تیرے کی.... چلو شروع کرو کانا پھوسی"۔ محمود بولا۔

اور پھر اس نے سب سے پہلے اپنے والد کے کان سے منہ لگا دیا.... وہ فرزانہ کی ترکیب سن کر بہت زور سے اچھلے۔

"ارے کمال ہے.... اس قدر زوردار ترکیب"۔

"مذاق تو نہیں کر رہے انکل"۔ فرحت نے جلدی سے کہا۔

"نہیں بھئی! یہ وقت مذاق کا کب ہے"۔

"ہاں! یہ بھی ہے.... خیر.... دیکھتے ہیں.... ایسی کیا ترکیب ان صاحبہ کے دماغ میں آگئی ہے"۔

ادھر فرزانہ اپنی ترکیب انسپکٹر کامران مرزا کو بتا رہی تھی.... وہ بھی سن کر اچھل پڑے.... پھر تو سبھی اچھلتے گئے.... اور آخر باری باری سب نے ترکیب سن لی۔

"اس میں شک نہیں کہ ترکیب بہت زوردار ہے.... اور ہم اس طرح انشاء اللہ انشارجہ کے صدر کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے.... پھر کیا خیال ہے.... کیا ترکیب پر اسی وقت سے عمل شروع کر دیا جائے"۔

"ہاں اور کیا"۔

وہ گاڑی میں آئے اور انسپکٹر جمشید فون پر جھک گئے.... پھر کچھ خیال آنے پر فون کا ریسیور رکھ دیا۔

"نہیں.... فون بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔ خان رحمان بولے۔

"ویسے ہم پروفیسر صاحب سے تو رپورٹ لے لیں.... انہیں ابھی تک کوئی کامیابی حاصل ہوئی ہے یا نہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

انہوں نے پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے.... سلسلہ ملنے پر وہ بولے۔

"ہاں! پروفیسر صاحب! کیا رپورٹ ہے"۔

"رپورٹ! ابھی کچھ نہیں.... میں کوشش کر رہا ہوں.... سب دعا کریں"۔

"اچھی بات ہے"۔

انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور پھر وہ فرزانہ کی ترکیب کے
مطابق اپنی نئی مہم پر روانہ ہو گئے۔

○☆○

انشارجہ کے صدر کے فون کی گھنٹی بجی.... بات سننے کے بعد
صدر کو اطلاع دی گئی... کہ پاک لینڈ کے صدر فوری نوعیت کی
بات کرنا چاہتے ہیں۔

"اچھا! کراؤ بات"۔ انشارجہ کے صدر نے منہ بنا کر کہا۔

"سر! یہاں ایک بہت بڑی الجھن پیش آ گئی ہے.... آپ
سے فوری ملاقات بہت ضروری ہے"۔

"ایسی کیا بات ہو گئی"۔

"اگر آپ ملاقات کریں گے تو بہتر رہے گا.... فون پر تو ک
بھی نہیں بتایا جا سکتا"۔

"اچھی بات ہے.... پرسوں دوپہر کو آپ مجھ سے ایوان صد
میں ملاقات کریں گے.... میں اپنی سیکرٹری کو نوٹ کرا دوں گا"۔

"نہیں سر.... ایوان صدر میں نہیں.... آپ کے گھر پر
ملاقات ہو سکتی ہے"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... ایوان صدر میں کیوں نہیں اور گھ
کیوں.... میرا اصول ہے.... میں سرکاری ملاقاتیں گھر پر نہ

کرتا"۔

"آپ اسے ذاتی ملاقات سمجھ لیں.... اگر آپ ملاقات نہیں
کریں گے تو پھر انشارجہ کو جو نقصان پہنچے گا.... اس کے ذمے دار
آپ خود ہوں گے.... مجھے الزام نہ دیجئے گا"۔

"آخر ایسی کیا قیامت آ گئی"۔

"یہ تو میں ملاقات میں ہی بتا سکوں گا اور ہاں میرے وزیر
خارجہ میرے ساتھ ہوں گے.... اور بس"۔

"اچھی بات ہے.... پرسوں شام کی چائے ہم دونوں گھر پر
پئیں گے اور وہیں آپ مجھے اپنا مسئلہ بتائیں گے"۔

"بہت خوب! شکریہ سر"۔

فون کے ریسیور رکھ دیئے گئے.... اسی روز پاک لینڈ کے
صدر اپنے وزیر خارجہ کے انشارجہ کے لئے روانہ ہوئے....
دوسرے دن وہ وہاں پہنچ گئے.... انہیں ایک سرکاری عمارت میں
مہمان ٹھہرایا گیا.... اس سے اگلے دن سرکاری گاڑی انہیں لینے کے
لئے پہنچ گئی.... اور انشارجہ کے صدر کے گھر تک گئے.... انہیں
مہمان خانہ میں لے جایا گیا.... وہیں انشارجہ کے صدر آ گئے....
انہوں نے آپس میں ہاتھ ملائے۔

"ہاں! اب بتائیے.... کیا معاملہ ہے"۔

"معاملہ بہت خوف ناک ہے"۔ صدر بولے۔

"وہ تو ظاہر ہے.... اگر خوفناک نہ ہوتا تو آپ یہاں کیوں
دوڑے آتے"۔

"آپ کی حکومت خطرے میں ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"دروازے اور کھڑکیاں بند کر دیں.... اس لئے کہ دیواروں
کے بھی کان ہوتے ہیں"۔ صدر نے کہا۔

"پتا نہیں کیا چکر ہے.... اچھا.... خیر"۔

انشارجہ کے صدر نے خود اٹھ کر دروازے اور کھڑکیاں بند
کر دیں.... وہ ان کی طرف مڑے ہی تھے کہ تڑ سے گرے اور
فرش پر گرنے سے پہلے ہی انہیں سنبھال لیا گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کمرے کے دروازے کو کھول کر انشارجہ
کے صدر باہر نکلے.... دربان فوراً ان کی طرف لپکا۔

"فوراً ایمبولینس بلاؤ.... اگر باہر کوئی نظر آ جائے تو اس کو
روک لو.... اس لئے کہ پاک لینڈ کے صدر کی طبیعت اچانک
خراب ہو گئی ہے"۔

"اوہ اچھا.... سر"۔

چند منٹ بعد انہوں نے آ کر بتایا کہ ایک ایمبولینس نزدیک

ہی کھڑی مل گئی۔

"بہت خوب.... جلدی کرو"۔

سٹریچر پر پاک لینڈ کے صدر کو لادا گیا.... اور پھر ایمبولینس
میں سوار کیا گیا۔

"میں بھی ان کے ساتھ جا رہا ہوں.... کوئی پوچھے تو بتا
دینا"۔

"او کے سر"۔

اور پھر ایمبولینس ہوا ہو گئی.... تھوڑی دیر بعد وہ شہر سے باہر
نکل چکے تھے.... اور آندھی اور طوفان کی طرح ایک سمت میں
رواں دواں تھے.... پھر اس کو ایک گھنے جنگل میں گزارا کرنا پڑا....
جلد ہی اس ایمبولیس کے نمبر تبدیل ہو گئے.... رنگ بھی بدل گیا....
اس میں سے بے ہوش صدر کو نکال کر جنگل میں چھپی ایک عمارت
میں لایا گیا.... باقی دو آدمی بھی اتر آئے۔

ایمبولینس کو وہاں سے دور لے جا کر ایک جگہ چھپا دیا گیا۔

"اس کا مطلب.... انشارجہ کا صدر اب ہمارے قبضے میں
ہے"۔ محمود کی آواز گونجی۔

○☆○

میں کہاں ہوں

سب لوگ اندرونی کمرے سے نکل کر بے ہوش صدر کے گرد جمع ہو گئے.... اس وقت وہ انسپکٹر جمشید کے میک اپ میں تھا.... اور انسپکٹر جمشید انشارجہ کے صدر کے میک اپ میں تھے جب کہ انسپکٹر کامران مرزا پاک لینڈ کے وزیر خارجہ کے میک اپ میں تھے.... تھوڑی دیر پہلے جب یہ دونوں انشارجہ کے صدر کے گھر میں داخل ہوئے تھے تو انسپکٹر جمشید اس وقت پاک لینڈ کے صدر کے روپ میں تھے اور یہی فرزانہ کی ترکیب تھی۔

"ہاں! انشارجہ کا صدر اب ہمارے قبضے میں ہے' لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس کی تلاش پورے انشارجہ میں شروع ہو جائے گی.... سارا ملک کھلبلی کا شکار ہو جائے گا.... فوج اور پولیس ہر طرف پھیل جائے گی.... اس لئے ہم ان حضرت کو زیادہ دیر اپنے پاس نہیں رکھ سکتے.... خود ہم بھی یہاں محفوظ نہیں ہیں.... اس لئے جس قدر جلد ممکن ہو' اسے ہوش میں لا کر اصل بات پوچھ لینی

چاہیے.... اور پھر اسے کسی اور سڑک کے کنارے چھوڑ کر خود ادھر ادھر ہو جانا چاہیے.... ورنہ اس کے ساتھ ہم بھی پکڑے جائیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا جلدی جلدی بولے۔

اسی وقت پروفیسر داؤد نے اسے کوئی چیز سونگھائی.... اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

"م.... میں کہاں ہوں"۔

"آپ اس وقت اپنے چند دوستوں کے درمیان ہیں"۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے.... کیا تم مجھے اغوا کر کے یہاں لائے ہو"۔

"ہاں جناب! ہم ایسا کرنے پر مجبور تھے"۔

"تم لوگ ہو کون.... لگتے تو جانے پہچانے ہو"۔

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں.... آپ صرف یہ بتا دیں.... سمندر کے نیچے دنیائے اسلام کے خلاف کیا کام کیا گیا ہے.... جس کے اثرات ابھی دو تین سال بعد نمودار ہوں گے"۔

"اوہ! تو تم یہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہو"۔

"ہاں! اس لئے کہ ہم سمندر کے نیچے سے ہو آئے ہیں.... ہیڈ کوارٹر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں.... اور جاننا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف منصوبہ کیا ہے"۔

"افسوس! میں تمہیں یہ بات نہیں بتا سکتا.... تم نے غلط آدمی کو چنا ہے"۔

"تب پھر کون بتائے گا"۔

"کوئی بھی نہیں.... یہ بتانے کی بات ہے ہی نہیں.... بیگال کا صدر بھی نہیں بتائے گا.... ونتاس کا صدر بھی نہیں.... تم لوگ کچھ بھی کر لو"۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے.... ہمیں کچھ کرنا ہی ہوگا"۔

"کیا مطلب؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

انسپکٹر جمشید خفیہ فورس کے دونوں آدمیوں کے پاس آئے.... ایمبولینس لے کر صدر کے گھر کے آس پاس بھی دونوں موجود تھے.... پروگرام پہلے ہی ترتیب دے لیا گیا تھا.... دفتر تک ہر چیز کا پروگرام طے ہو چکا تھا۔

"یہ گھی تو سیدھی انگلیوں سے نکلتا نظر نہیں آتا"۔ وہ بولے۔

"ہاں! یہی میں محسوس کر رہا ہوں"۔ خفیہ کارکن نے کہا۔

"اور یہاں ہم زیادہ دیر تک محفوظ نہیں ہیں.... اب کیا کریں"۔

"ہمارے پاس عین شہر میں ایک جگہ موجود ہے.... لیکن وہ

بھی کم خطرناک نہیں ہے.... اب لے دے کر ہم سمندر کا ہی رخ کر سکتے ہیں"۔

"سمندر کا.... لیکن سمندر میں ہم کہاں جائیں گے"۔

"ایک جزیرہ ہے.... وہ بے آباد ہے.... اور آسیب زدہ مشہور ہے"۔

"اوہ! آسیب زدہ جزیرہ"۔ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں سر.... کیا ہوا.... اس نے حیران ہو کر کہا۔

"میرا مطلب ہے.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی سر"۔

"جانے دو.... پھر بتاؤں گا.... سمندر میں چلنے کی تیاری کرو"۔

"بس تیار ہی ہیں"۔

وہ سب پھر ایمبولینس میں سوار ہوئے.... انشارجہ کے صدر کو پھر سے بے ہوش کر دیا گیا.... ایک ویران ساحل پر ایک لانچ بالکل تیار کھڑی تھی.... انہوں نے ایمبولینس کو وہاں سے بہت دور کھڑا کر دیا.... اور اس لانچ میں سوار ہو کر اس جزیرے تک پہنچے۔

"اب تم دونوں جاؤ.... یہ لانچ بھی پولیس اور فوج کو نظر نہ

آئے اور وہ ایمبولینس بھی.... نہ ان دونوں پر ہماری انگلیوں کے
نشانات ہوں"۔

"آپ فکر نہ کریں.... ہم آپ سے رابطہ رکھیں گے"۔

"بالکل ٹھیک.... یہ بہت ضروری ہے.... لیکن جب تک میں
نہ کہوں.... تم اس طرف کا رخ نہ کرنا کیونکہ ایسا کرنا حد درجے
خطرناک ہو گا"۔

"بالکل ٹھیک"۔

اور پھر لانچ واپس چلی گئی.... اب انہوں نے جزیرے کا
جائزہ لیا.... جزیرہ کافی بڑا تھا.... اور بالکل غیر آباد.... کوئی چرند پرند
بھی اس پر نہیں تھے.... اگرچہ درخت موجود تھے.... شاید یہ واقعی
آسیب زدہ تھا۔

اب صدر صاحب کو پھر ہوش میں لایا گیا.... اس نے جلدی
جلدی آنکھیں گھمائیں۔

"اب میں کہاں ہوں"۔

"ایک جزیرے پر"۔ فاروق مسکرایا۔

"بلکہ ایک خاص جزیرے پر.... جو آسیب زدہ بھی ہے"۔
آفتاب نے کہا۔

"کیا مطلب"۔ وہ زور سے چونکا.... آنکھوں میں خوف پھیل

گیا۔

"آپ کو چھپانے کے لئے اس آسیب زدہ جزیرے سے بہتر
جگہ کوئی نہیں تھی ہمارے پاس.... یہاں ذرا جنوں اور بھوتوں سے
بھی ملاقات ہو گی"۔

"نن نہیں.... مجھے جنوں سے بہت ڈر لگتا ہے"۔ اس نے
بوکھلا کر کہا۔

"تو پھر ہم حاضر ہیں الوؤ"۔ ایک خوفناک آواز گونجی۔

"ارے باپ رے.... یہاں تو سچ مچ جن بھوت موجود
ہیں.... ہمیں کہاں پھنسا گئے وہ"۔ شوکی نے کانپ کر کہا۔

"کک.... کون پھنس گئے"۔

"ہمارے دو ساتھی"۔ انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"گویا وہ ہمارے ملک میں ہی رہ رہے ہیں"۔ انشارجہ کے
صدر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں! بالکل اسی طرح جیسے آپ کے جاسوس ہمارے ملک
میں رہتے ہیں"۔

"تم نے یہ کام کر کے پاک لینڈ کے پاؤں پر کلہاڑی دے
ماری ہے.... اب ہم پاک لینڈ کو نہیں چھوڑیں گے"۔ اس نے غرا
کر کہا۔

"وہ بعد کی بات ہے.... اسلامی دنیا کے خلاف منصوبہ
ہے.... اس پر بات کریں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آواز
کہا۔

"یہ نہیں بتا سکتا.... چاہے تم مجھے جان سے مار دو"۔

"یہ کام ہم کریں گے.... ہاں"۔

اور ان الفاظ کے ساتھ ہی انہیں چاروں طرف بھوت
بھوت نظر آنے لگے.... لمبے تڑنگے.... کالے بھجنگ بھوت.... ج
کے ہاتھوں میں نیزے' بالے اور عجیب و غریب ہتھیار تھے.... وہ ا
کے گرد اچھلنے کودنے لگے۔

"ارے باپ رے.... یہ تم مجھے کہاں لے آئے.... ک
آسیب زدہ جزیرہ ہی رہ گیا تھا"۔ صدر نے چلا کر کہا۔

"ہاں بس! یہی رہ گیا تھا"۔ ایک بھوت نے کہا۔

"اب بھی وقت ہے.... بتا دیں.... ہم آپ کو ان بھوتو
سے بچا لیں گے.... لیکن اگر آپ نے نہ بتایا تو پھر ہم آپ کے ا
ان بھوتوں کے درمیان سے ہٹ جائیں گے"۔

"نن نہیں.... ایسا نہ کریں"۔ صدر نے کہا۔

"خاموش الو.... تم ہمیں خاموش ہونے کے لئے کہہ ر
ہو.... ہم تو تمہیں خاموش کر دیں گے"۔

"دیکھئے جناب.... یہ ہمارے شکار ہیں.... پہلے ہمیں ان سے
بات کرنے دیں.... اگر یہ سیدھی راہ پر نہ آئے تو پھر ہم انہیں آپ
کے حوالے کر دیں گے"۔

"اور تم کون ہو"۔

"ہم بھی بھوتوں کے خاندان سے ہی تعلق رکھتے ہیں"۔
فاروق نے منہ بنایا۔

"اوہ تبھی میں محسوس کر رہا تھا.... کہ یہ تو اپنی ہی برادری
کے لگتے ہیں"۔ ایک بھوت نے کہا۔

"کیوں مذاق کرتے ہیں.... ہمارا خاندان اور ہے"۔ آفتاب
نے گھبرا کر کہا۔

"لیکن ہے تو جنوں کا خاندان.... ہوئے تو ہمارے بھائی"۔
ایک اور جن نے کہا۔

"اچھا مان لیتے ہیں.... لیکن ہم اسے نہیں چھوڑیں گے....
یہ ہمارا شکار ہے.... اس لئے کہ"۔ جن کہتے کہتے رک گیا۔

"اس لئے کہ کیا"۔

"بعد میں بتائیں گے.... پہلے آپ لوگ اس سے پوچھ
لیں.... کیا پوچھنا ہے"۔

"لیکن آپ کی موجودگی میں یہ کس طرح بتائیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... ہم یہاں سے ہٹ جاتے ہیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دور ہٹتے چلے گئے اور پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

"مسٹر صدر.... آپ کے لئے بہتر یہی ہے.... جلدی بتا دیں.... اس صورت میں ہم آپ کو ان بھوتوں سے بچالیں گے.... ورنہ ان کے حوالے کر دیں گے"۔

"مجھے ان بھوتوں سے نہ ڈراؤ.... میں پہلے ہی بہت ڈرا ہوا ہوں"۔

"آپ انشارجہ کے صدر کس طرح بن گئے.... کیا اس حد تک ڈرپورک آدمی بھی صدر بن جاتے ہیں"۔

"ہاں کیوں نہیں بن سکتے"۔

"اچھا.... بن جاتے ہوں گے' ہمیں اس سے کیا.... آپ یہ بتائیں.... منصوبہ کیا ہے"۔

"میں نہیں بتاؤں گا"۔

"ان حضرت کو بھوتوں کے حوالے کرنا ہو گا"۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ وہ خوف زدہ انداز میں چلایا۔

"آپ کے پاس اب یہی دو راستے ہیں.... یا تو بتا دیں.... یا پھر بھوتوں کی خوراک بن جائیں.... سنا ہے یہ لوگ کچا چبا جاتے ہیں

حضرت انسان کو"۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ اس نے چلا کر کہا۔

اور پھر اچانک اس کی گردن ڈھلک گئی۔

"ارے! ارے.... یہ کیا"۔

"مر گیا.... زہر کھا کر"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"لیکن.... ہم نے اسے کوئی چیز منہ میں رکھتے نہیں دیکھا اور ہم نے اس کی بہت اچھی طرح تلاشی لی تھی"۔

"زہر جسم میں داخل کرنا کیا مشکل ہے.... شاید اس نے اس انگوٹھے میں کوئی زہر لگایا ہوا تھا.... اس میں کوئی نوک ہو گی.... زہر آلود نوک.... اور وہ اس نے اپنی جلد کے ساتھ مس کر دی"۔

"تیز ترین زہر لگایا گیا ہو گا.... یعنی پوٹاشیم سائنائیڈ"۔

"اف! یہ برا ہوا"۔

"ہاں! ساری محنت برباد ہو گئی"۔

"اور اب ان بھوتوں سے الگ نپٹنا پڑے گا"۔ خان رحمان بولے۔

"نہیں! ان کی فکر نہ کرو.... یہ ہمارے خفیہ فورس کے آدمی ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ارے!" ان کے منہ سے نکلا۔

"خفیہ فورس والوں نے ایک بات یہ بتائی تھی کہ انشارجہ کا
صدر بھوتوں اور جنوں سے بہت ڈرتا ہے.... لہٰذا یہ ترکیب کی گئی
بس ہم نے زہر کی طرف توجہ نہیں دی.... افسوس"۔

"اور اب اغوا کا الزام ہمارے ملک کے صدر پر آئے گا"۔
منور علی خان بولے۔

"نہیں! جب انشارجہ کی حکومت ہمارے ملک سے رابطہ
کرے گی تو ہمارے صدر بتائیں گے کہ کسی نے انہیں دھوکا دیا
ہے.... وہ تو اپنے ملک میں موجود ہیں.... ایک گھنٹے کے لئے بھی
ملک سے باہر نہیں گئے اور اس بات کی گواہی چند ملکوں کے سفیر
دیں گے.... کیونکہ یہ تمام وقت انہوں نے فرزانہ کی ترکیب کے
مطابق ان سفیروں کے ساتھ گزارا ہے"۔

"اوہ بہت خوب! لیکن سوال یہ ہے کہ اب کیا کریں"۔

"ہمارے پاس دو آدمی اور ہیں.... بیگال کا صدر اور وناس کا
صدر"۔

"لیکن اس ترکیب سے تو اب ہم انہیں اغوا نہیں کر سکیں
گے"۔

"ہاں! کوئی اور ترکیب سوچنا ہو گی.... خیر فکر کی کیا بات
ہے.... ہمارے پاس ترکیبیں سوچنے والے دماغ موجود ہیں"۔

"تو کیا ابا جان! فی الحال ہم اسی جزیرے پر رہیں گے"۔

"ہاں! یہ جزیرہ محفوظ ہے.... اور پھر ضرورت پڑنے پر ہم
اس میں چھپ سکتے ہیں"۔

"بہت خوب! تو پھر ہم ان تینوں کو ایک بار پھر دعوت دیتے
ہیں"۔ محمود نے فرزانہ، فرحت اور رفعت کی طرف اشارہ کیا۔

"آج کل ہمیں بہت دعوتیں مل رہی ہیں"۔ فرحت نے
خوش ہو کر کہا۔

"نصیب اپنا اپنا.... آؤ سوچیں"۔ فرزانہ نے کہا۔
تینوں الگ جا کر بیٹھ گئیں۔

"آج ہم بھی کیوں نہ کوئی ترکیب سوچ کر دیکھیں"۔ آصف
بولا۔

"ارے ہاں! ہم کوئی عقل میں ان سے کم ہیں اور پھر انہوں
نے ٹھیکہ تو لے نہیں رکھا.... ہم بھی آج کوئی ترکیب سوچ کر
دکھائیں"۔ محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے.... تو آؤ"۔

اور محمود، آصف، مکھن وغیرہ ایک طرف چلے اور پھر سر جوڑ
کر بیٹھے.... تو ناریلوں کے ٹکرانے کی آوازیں سنائی دیں۔

"بس سوچ چکے تم"۔ فرزانہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں تو.... ہم تو ابھی بیٹھے ہیں.... کیا تم نے ہمارے بیٹھنے کی آوازیں سنیں نہیں"۔ آصف نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں! وہ تو سن چکے ہیں.... ایسی آواز سننے کو تو ویسے بھی کان ترس گئے تھے"۔ فرزانہ بولی۔

"یہ لوگ تو بیٹھ گئے ترکیب سوچنے.... رہ گئے ہم.... ہم ذرا اس جزیرے کو اچھی طرح دیکھ ہی لیں.... کیا خبر کیا صورت پیش آ جائے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"لیکن ساتھ ساتھ ہمیں بھی تو کوئی ترکیب سوچنے کی کوشش کرنی چاہیے"۔

"ہاں ضرور! کیوں نہیں"۔

وہ جزیرے کی سیر کے لئے نکل گئے.... ایسے میں ان کی ملاقات جنوں اور بھوتوں سے ہوئی.... وہ انہیں دیکھ کر مسکرائے۔

"تم لوگوں نے اپنا پارٹ بہت اچھی طرح نبھایا.... لیکن.... افسوس.... فائدہ کچھ نہ ہوا' اس بزدل نے خودکشی کرلی"۔

"اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں سر"۔ ایک نے کہا۔

"بالکل نہیں.... اور ہاں! اس کی لاش کو کوئی پتھر باندھ کر سمندر میں ڈال دو.... تاکہ کسی کو لاش تک نہ مل سکے"۔

"او کے سر"۔

یہ کہتے ہی وہ اس طرف چلے گئے.... جہاں لاش پڑی تھی.... عین اسی لمحے انہوں نے چھوٹی پارٹی کی چیخیں سنیں۔

○☆○

جلتی ہے میری جوتی

"ایک پارٹی میں صرف تین دماغ.... جب کہ دوسری پارٹی میں آٹھ دماغ.... پھر بھی اگر آٹھ دماغوں والی پارٹی کی بجائے تین دماغوں والی پارٹی نے ترکیب سوچ لی تو ان کے لئے تو ڈوب مرنے کا مقام ہو گا"۔ فرزانہ نے ان آٹھوں کی طرف شریر انداز میں دیکھا۔

"اور اگر تین دماغوں کے بجائے آٹھ دماغوں نے ترکیب سوچ لی تو ان کے لئے تیر مرنے کا مقام ہو گا"۔ آصف بولا۔

"ہم نے ڈوب مرنا محاورہ تو سنا اور پڑھا ہے.... یہ تیر مرنا کیا ہوتا ہے"۔ فرحت بولی۔

"ابھی ابھی ایجاد ہوا ہے یہ محاورہ"۔ آفتاب ہنسا۔

"اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ دونوں پارٹیوں کی سمجھ میں ایک ایک ترکیب آ جائے"۔

"تو پھر ترکیب کا مقابلہ ترکیب سے ہو گا.... بڑے جس پارٹی کی ترکیب کو بہتر قرار دے دیں گے.... وہی پارٹی جیت جائے گی"۔

"بھئی معاملہ ہار جیت کا نہیں.... بلکہ انشارجہ کے اس منصوبے کا ہے.... اس پہلو سے غور کرو"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... اصل ضرورت ہے.... ترکیب کی.... ایسی ترکیب جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے"۔

"خیر.... سانپ کی تم فکر نہ کرو.... ہمارے ساتھ انکل منور علی خان ہیں"۔

"میرا خیال ہے' اوٹ پٹانگ باتیں کرنے کی بجائے کوئی ترکیب سوچ لی جائے.... ایسا نہ ہو بڑے آ جائیں اور ہم سے کسی ترکیب کا مطالبہ کریں اور ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں"۔

"بات ٹھیک ہے.... اب کوئی کچھ نہیں بولے گا.... سب ترکیب سوچیں گے اور اگر کوئی بولا تو اسے جرمانہ بتا دیں گے"۔

"ارے باپ رے.... جرمانہ"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"لو! جرمانے کے نام سے جان نکلنے لگی"۔ آصف بولا۔

"تو اور کس چیز کے نام سے جان نکلا کرتی ہے"۔ مکھن ہنسا۔

"اے خبردار.... ہم سمندر میں جنگی جہاز دیکھ رہے ہیں"۔ آصف بولا۔

"جنگی جہاز سمندر میں نظر نہیں آئے گا تو کیا خشکی پر نظر

آئے گا یا آسمان پر تیرتا نظر آئے گا.... ہاں آسمان میں اڑتا نظر
آئے گا"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"پپ پتا نہیں.... اس دنیا میں بہت کچھ ہونا ممکن ہے"۔
آصف نے کہا۔

"تو جس چیز کا پتا نہ ہو اس پر بات بھی نہ کیا کرو"۔

"ہاں! یہ اصول اچھا ہے"۔

"میرا خیال ہے.... فوراً بڑوں کو بلا لیا جائے"۔

انہوں نے ایک ساتھ اپنے ساتھیوں کو پکارا.... بلکہ چیخ کے
انداز میں پکارا.... ساتھ ہی ان کی نظریں جہاز پر جم گئیں.... فوراً
انہوں نے محسوس کر لیا.... جہاز جنگی ہے اور ہر طرح کے اسلحے سے
لیس ہے۔

"چیخ سن کر سب بڑے ان کی طرف دوڑے.... ان کے
نزدیک پہنچتے ہی انہوں نے جہاز کو دیکھ لیا۔

"میرا خیال ہے.... ان لوگوں نے ابھی ہمیں نہیں دیکھا ہو
گا.... لہٰذا ہمیں چھپ جانا چاہیے"۔

"اور ادھر ہمارے ساتھی صدر کی لاش کو ڈبونے گئے ہیں"۔

"ان کی فکر نہ کرو.... جہاز انہوں نے بھی دیکھ لیا ہو گا اور
وہ اپنا کام مکمل کر کے ہی آئیں گے.... لہٰذا آؤ"۔

"اب وہ خفیہ کارکنوں کے ساتھ جزیرے کے خفیہ مقام پر
پہنچ گئے.... یہ جگہ جزیرے کے درمیان میں ایک تہ خانہ نما جگہ
تھی.... لیکن اس کے اوپر جھاڑیاں کچھ اس طرح رکھی ہوئی تھیں
کہ کوئی بھی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اس کے نیچے کوئی تہ خانہ
ہے.... اور یہ دریافت ان خفیہ فورس والوں کی ہی تھی.... اور کسی
کو یہ بات معلوم نہیں تھی.... لہٰذا جس وقت جنگی جہاز جزیرے
کے نزدیک آ کر لگا اور فوجی اس سے اتر کر جزیرے پر آئے تو پورا
جزیرہ چھان مارنے کے بعد بھی انہیں کوئی انسان نظر نہ آیا۔

"یہاں کوئی نہیں ہے.... آؤ چلیں"۔

جہاز کے واپس جانے کے بھی آدھ گھنٹے بعد وہ اس تہ خانے
سے نکلے۔

"ایک خطرہ تو ٹلا"۔ شوکی نے سکون کا سانس لے کر کہا۔

"اور اب ہم پھر سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں"۔

"ہم نے اس بار ایک نیا فیصلہ کیا ہے"۔ ایسے میں انسپکٹر
کامران مرزا کی آواز سنائی دی.... ان کے چہرے پر مسکراہٹ بھی
تھی۔

"جی فرمایئے.... آپ کا نیا فیصلہ کیا ہے"۔

"ترکیب سوچنے کے مقابلے میں ہم بھی حصہ لیں گے....

یعنی بڑی پارٹی بھی اس بار ترکیب سوچے گی.... اور پھر ترکیبوں کا
آپس میں مقابلہ ہو گا.... تینوں پارٹیوں میں سے جس کی ترکیب جان
دار ہو گی سب اس پر عمل کریں گے"۔ انہوں نے جلدی جلدی
بتایا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات"۔

اور تینوں پارٹیاں الگ الگ بیٹھ گئیں.... سوچ میں ڈوب
گئیں.... سوال یہ تھا کہ بیگال کے صدر کو کس طرح اغوا کیا
جائے.... پہلے صرف بیگال کے صدر کے بارے میں غور کیا جا رہا
تھا.... پہلی والی ترکیب تو اب چل نہیں سکتی تھی.... ایسے میں
آصف کی آواز گونجی۔

"وہ مارا.... ہم نے مل کر ایک ترکیب سوچ لی ہے"۔

"ابھی اپنی ترکیب اپنے پاس رکھو"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"جل گئی بے چاری.... اس خیال سے کہ ہم نے ان سے
پہلے ترکیب کیوں سوچ لی"۔

"جلتی ہے میری جوتی"۔ فرزانہ نے جل کر کہا۔

"ہو سکتا ہے"۔ محمود مسکرایا۔

"کیا ہو سکتا ہے"۔ فرزانہ نے پھاڑ کھانے والے انداز میں
کہا۔

"یہ کہ تمہارے ساتھ ساتھ تمہاری جوتی بھی جلتی ہو.... یہ
بھی ممکن ہے"۔ اس نے کہا۔

"حد ہو گئی.... ہمیں ترکیب سوچنے دو"۔ فرحت نے چلا کر
کہا۔

"ارے! تو کیا اب چیخ کر اور چلا کر ترکیب سوچو گی"۔
فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

اور پھر خاموشی چھا گئی.... آخر کچھ دیر بعد فرحت نے اعلان
کیا۔

"ہم نے بھی ایک عدد ترکیب سوچ لی ہے"۔

"رہ گئے ہم.... یار کامران مرزا.... شاید یہ ہمارا کام نہیں
ہے' لہٰذا ان دونوں پارٹیوں کی ترکیبیں سن لیتے ہیں"۔

"نہیں.... ابھی کچھ دیر اور کوشش کر لیتے ہیں"۔

"حد ہو گئی یعنی کہ.... اب بڑی پارٹی ہار نہیں مان رہی"۔
آصف ہنسا۔

"ارے خبردار.... تم اور ہمیں ہراؤ گے"۔ خان رحمان نے
آنکھیں نکالیں۔

"جی نہیں.... ہرائیں گے تو نہیں.... ہمیں ضرورت بھی کیا
ہرانے کی.... آپ تو خود ہار رہے ہیں"۔

"وہ مارا.... میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی ہے"۔ اِ
میں انسپکٹر جمشید نے چٹکی بجا دی.... پھر وہ اپنے ساتھیوں کو ترکی
بتانے لگے.... آخر انہوں نے کہا۔

"ہاں بھئی آصف! تم لوگوں کی ترکیب کیا ہے"۔

"ہم نے ایک بار کسی اخبار میں پڑھا تھا.... بیگال کا صدر
اتوار کو اپنی دادی کے پاس ضرور جاتا ہے اور اس وقت اس
ساتھ کوئی نہیں ہوتا.... لہٰذا ہم پہلے سے اس کی دادی کے گھر جا
بیٹھ سکتے ہیں.... اور اس طرح اسے لے آئیں گے.... آپ کی خ
فورس ہماری مدد کرے گی.... بالکل اسی طرح جس طرح انشارجہ
صدر کی دفعہ انہوں نے مدد کی"۔

"ہاں! ترکیب بری نہیں.... اس پر عمل کیا جا سکتا ہے"۔
انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

"اور اب بتانے کی باری ہماری ہے.... ہماری ترکیب ہے
بیگال کے صدر کے گھر کے کسی فرد کو اغوا کیا جائے.... ظاہر ہے
گھر کے افراد کی طرف حفاظتی عملہ کی توجہ اس قدر نہیں ہوتی
اور پھر اس کے بل پر بیگال کے صدر سے فون پر رابطہ کر کے ا
جہاں چاہیں بلا سکتے ہیں.... اسے تنہا ہمارے پاس آنا پڑے گا"۔

"ہوں! یہ ترکیب بھی ٹھیک رہے گی.... لیکن اس

خطرات زیادہ ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن انکل.... خطرات تو پہلی ترکیب میں بھی اتنے ہی
ہیں.... بے شک بیگال کا صدر اپنی دادی کے پاس اکیلا جاتا ہو گا....
لیکن حفاظتی عملہ اس گھر کے آس پاس تو موجود ہو گا"۔

"ہاں! خطرے سے خالی ترکیب یہ بھی نہیں ہے.... اب تم
لوگ ہماری ترکیب سن لو.... پھر بعد میں فیصلہ کریں گے کہ عمل
کس پر کریں.... بیگال کے صدر کے تعلقات مرزائیوں سے بہت
گہرے ہیں.... ان کی فوج تک میں مرزائی شامل ہیں اور مسلمانوں
پر ظلم ڈھانے میں وہ بھی بیگالیوں کا ساتھ دیتے ہیں.... یہ بات ان
کی اپنی کتابوں سے ثابت ہے کہ بیگال میں ان کا مشن کام کر رہا
ہے.... اور وہاں کی فوج میں بھی مرزائی موجود ہیں.... اور جب ہم
ان سے پوچھتے ہیں کہ تم تو خود کو مسلمان کہتے ہو تو پھر تمہارے
لوگوں کا بیگال فوج میں کیا کام ہے اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ
تبلیغ کرنے کے لئے وہ بیگال کی فوج میں شامل ہوئے ہیں.... حالانکہ
انہوں نے آج تک ایک بیگالی کو بھی مرزائی نہیں بنایا.... اور پھر
مزے کی بات یہ کہ.... انہیں صرف بیگال کی فوج ہی کیوں تبلیغ کے
لئے مناسب نظر آئی.... کیا دنیا میں بس بیگال کی ہی فوج ہے.... کوئی
اور فوج نہیں ہے.... اس سوال کا مرزائیوں کے پاس کوئی جواب

نہیں ہے.... بات ادھر نکل گئی.... میں کہہ یہ رہا تھا کہ مرزائیوں
سے ان کے گہرے تعلقات ہیں.... انشارجہ میں بھی ان کا دفتر
ہے.... ہم اس دفتر پر قبضہ کر لیتے ہیں.... وہاں سے ان کے انچارج
کے ذریعے بنگال کے صدر سے بات کی جائے گی اور اسے بتایا جائے
گا' ان کا ایک اہم آدمی ان کے خاص مشن کے تحت ملاقات چاہتا
ہے.... چنانچہ ملاقات کا وقت طے ہو جائے گا.... لہٰذا وہیں سے اس
دفتر کی گاڑی کے ذریعے وہ اہم آدمی سفر کرے گا.... باقی لوگ خفیہ
کارکنوں کی مدد سے بنگال میں داخل ہوں گے اور ان کے خفیہ
ٹھکانے پر موجود رہیں گے.... اہم آدمی اپنے ساتھ بنگال کے صدر
کو لے کر باہر آئے گا.... اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر نامعلوم منزل کی
طرف روانہ ہو جائے گا.... لیکن وہ دراصل خفیہ کارکن کی گاڑی کا
تعاقب کرے گا.... اور اس طرح خفیہ ٹھکانے تک پہنچ جائے گا"۔

"میرے خیال میں یہ ترکیب محفوظ ترین ترکیب ہے"۔
انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ظاہر ہے.... آپ اپنی پارٹی کی ہی طرف داری کریں
گے"۔ آفتاب مسکرایا۔

"اچھا چلو.... میں نہیں بولتا.... تم رائے دو"۔

"رائے تو ہماری بھی خیر یہی ہے"۔ محمود نے مسکرا کر کہا۔

"اور ہماری بھی"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے.... ترکیب کے معاملہ میں ہم جیت
گئے"۔

"وہ تو آپ ہر معاملے میں جیت جاتے ہیں"۔ آصف نے
منہ بنایا۔

"تو پھر کیا خیال ہے.... اس پر عمل شروع کریں"۔

"جی ہاں.... لیکن پہلے تو تیاریاں کرنا ہوں گی.... پورا منصوبہ
ترتیب دینا ہو گا"۔

"ہاں بالکل"۔

اور وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے.... تحریری طور پر سارا پروگرام تیار
کیا گیا.... ایک ایک بات نوٹ کی گئی.... اور پھر اس پر عمل شروع
کیا گیا.... جب وہ مرزائیوں کے دفتر پہنچے تو ان کی وضع قطع
مرزائیوں جیسی تھی.... یہ وضع قطع اختیار کرتے ہوئے انہیں بہت
گھن آئی تھی.... کیونکہ وہ مرزائیوں سے حد درجہ نفرت کرتے
تھے.... لیکن اس وقت مجبوری تھی"۔

دفتر کے عملے نے ان کا استقبال کیا.... ان کے چہرے پر
حیرت تھی۔

"ہمیں آپ سے ناچار سے ملنا ہے.... بہت اہم بات ہے"۔

"آپ اس طرف تشریف لے چلئے"۔ چپراسی نما ایک آدمی نے ان سے کہا اور پھر انہیں ایک بڑے کمرے میں لا کر بٹھا دیا گیا... وہاں سفید بالوں والا ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا تھا... اس کی ٹھوڑی پر خاص داڑھی تھی... جو مرزائیوں کے چہروں پر عام طور پر نظر آتی ہے... صرف ٹھوڑی پر چھوٹی سی داڑھی... جسے داڑھی کہنا ہی نہیں چاہیے... وہ تو ان کا خاص نشان ہے... جو انہوں نے ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے اختیار کر رکھا ہے... یہ اور بات ہے کہ تمام مرزائی یہ خاص داڑھی نہیں رکھتے۔

"جی فرمایئے... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

"ہمیں آپس کے بہت سے موضوع پر بات کرنی ہے... دروازہ اندر سے بند کر لیا جائے تو بہتر رہے گا... اس طرح کوئی ہماری بات نہیں سن سکے گا"۔

"اچھی بات ہے"۔

اس نے خود اٹھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا... پھر اپنی کرسی پر بیٹھ کر بولا۔

"جی! اب کہیے"۔

"یہ دیکھئے... یہ کیا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے پستول اس کے سامنے کر دیا۔

"یہ... یہ... یہ کیا"۔ وہ لگا تھر تھر کانپنے۔

"یہ پستول ہے... آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم"۔

"آپ چاہتے کیا ہیں"۔

"ابھی بتاتے ہیں"۔

انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی اپنا کام شروع کر دیا... تھوڑی بعد وہاں ایک دوسرا انچارج موجود تھا... بالکل اس جیسا... ارج یہ دیکھ کر وہ دھک سے رہ گیا۔

اب اسے گردن سے پکڑ لیا گیا اور اس کے چہرے پر انسپکٹر ید کا میک اپ کر دیا گیا... پھر انسپکٹر جمشید اس کی کرسی پر جا ... اور اس کو انسپکٹر جمشید والی کرسی پر بٹھایا گیا... انسپکٹر ان مرزا اس کے پہلو سے پستول لگا کر بیٹھ گئے۔

"بات تو اب کچھ کچھ تمہاری سمجھ میں آ گئی ہو گی"۔

"ابھی نہیں... بات بتاؤ"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"اگر چہرے سے ذرا بھی جھلاہٹ ٹپکی تو گولی پسلیوں میں اتار گا"۔ اتنا کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا نے نال اس کی پسلیوں میں ... اس کے منہ سے چیخ نکلنے لگی تھی، لیکن انسپکٹر کامران مرزا را ہاتھ اس کے منہ پر پہلے ہی جم چکا تھا... پھر اس کی ل میں خوف دوڑ گیا۔

"اب ذرا تم بنگال کے صدر سے بات کرو.... اس سے ک
ایک بہت ضروری کام کی غرض سے تم فوری طور پر اس سے
چاہتے ہو.... وہ وقت دے دے.... اور اس سے کہو.... ملاقات
سلسلے میں انشارجہ کی حکومت بھی مدد کرے.... تاکہ یہاں سے
از جلد جانا ممکن ہو جائے"۔

"بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا"۔

اور پھر ٹرانسمیٹر پر اس نے بنگال کے صدر سے رابطہ
شروع کر دیا۔

"ایک بات کا خیال رہے.... اگر بنگال میں ہمارے ساتھ کوئی د
ہوا.... یا کہیں اگر ہم پکڑے گئے تو تمہارا اس میں کوئی قصور ہو یا
ہو.... یہاں چھوڑ جانے والے ہمارے ساتھی تم سے نبٹ لیں
گے"۔

"کک.... کیا مطلب؟"

"ہاں! یہ بات یہیں ختم نہیں ہو جائے گی.... جب تک
ہماری بنگال کے صدر سے ملاقات نہیں ہو جاتی.... اس وقت تک
تم ہمارے قبضے میں رہو گے.... پہلے تم بنگال کے صدر سے ملاقات
کا وقت مانگو.... ٹرانسمیٹر آن کرو"۔

اس نے ان کے حکم کی تعمیل کی.... جلد ہی بنگال کے صدر
کی آواز سنائی دی۔

"ہاں مسٹر ایمن.... کیا بات ہے"۔

"سر ایک بہت اہم معاملہ ہے.... فوری نوعیت کا.... آپ
سے میری ملاقات بہت ضروری ہے' آپ مجھے وقت دیں اور
انشارجہ کی حکومت کو بھی ہدایات دیں کہ مجھے فوری طور پر، آپ
تک پہنچا دیا جائے"۔

"آخر ایسی کیا بات ہو گئی"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ تو ملاقات پر ہی بتا سکیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... تم کل شام چار بجے میرے گھر پر
ملاقات کر سکو گے.... تمہارے سفر کا بھی انتظام ہو جائے گا.... گاڑی
یہیں سے آکر تمہیں لے جائے گی"۔

"اچھی بات ہے"۔

ٹرانسمیٹر بند کر دیا گیا' اور پھر انہوں نے تیاریاں شروع کر
دیں.... پہلے تو اس پورے دفتر کے عملے پر قابو پایا.... انہیں
باندھا.... ان کے ہونٹوں پر ٹیپ چپکائی گئی.... پھر دوسری تیاریوں
میں لگ گئے۔

"یہاں سے انشارجہ کی گاڑی پر صرف میں جاؤں گا.... تم
لوگ آج ہی وہاں پہنچ جاؤ.... یہاں صرف منور علی خان رہیں

گے"۔

"بہت خوب"۔ منور علی خان بولے۔

"کل شام آٹھ بجے تک آپ یہاں سے خفیہ کارکن کے ساتھ روانہ ہوں گے.... وہ آپ کو بیگال میں اس جگہ پہنچائے گا.... جس جگہ ہم بیگال کے صدر سمیت موجود ہوں گے"۔

"ٹھیک ہے"۔

اور پھر دوسرے دن انسپکٹر جمشید سرکاری طور پر بیگال پہنچ گئے.... انہیں فوراً بیگال کے صدر کے گھر پہنچایا گیا۔

"ہاں مسٹر ایمن.... اب بتائیے کیا بات ہے"۔

"میں آپ سے بالکل علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں"۔

"اچھی بات ہے"۔ اس نے کہا اور دروازہ بند کر دیا۔

"ہاں! اب کہو.... بہت اہم بات.... یہ دیکھئے.... یہ کیا ہے؟"

انہوں نے اپنا ہاتھ یک دم اس کی ناک پر لگا دیا.... اس کی آنکھیں فوراً بند ہو گئیں.... اب انہوں نے فوراً اس کے چہرے پر اپنا میک اپ کیا اور اپنے چہرے پر اس کا میک اپ کیا اور پھر جلدی سے اس کی کرسی سے اسے اٹھا کر سامنے والی کرسی پر بٹھایا.... اس کا سر میز پر ٹکایا اور دروازہ کھول دیا۔

"مسٹر ایمن اچانک بے ہوش ہو گئے ہیں.... فوراً کوئی

ایمبولینس لے آؤ.... یا کوئی گزرتی ایمبولینس پکڑ لو"۔

"یس سر"۔

اس طرح وہ اسے اپنے خفیہ ٹھکانے تک لے آئے.... وہاں باقی لوگ پہلے ہی پہنچ چکے تھے.... صرف منور علی خان رہتے تھے.... یہ بھی کچھ گھنٹوں بعد پہنچنے والے تھے.... بیگال کے صدر کو ہوش میں لانے سے پہلے اس کی اچھی طرح تلاشی لی گئی.... ہاتھ میں کوئی چیز نہیں رہنے دی گئی.... اور جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ اب اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے.... جس کے ذریعے وہ خودکشی کر سکے تو اسے ہوش میں لایا گیا.... آنکھیں کھولتے ہی وہ اچھل پڑا۔

"م.... میں.... کہاں ہوں"۔

"آپ.... ہمارے پاس ہیں"۔

"اف.... تم لوگ کون ہو"۔

"بس اب ہم اپنے بارے میں کیا بتائیں.... چھوڑیں اس بات کو.... آپ اپنے بارے میں بتائیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"آپ اس وقت بیگال کے صدر نہیں ہیں.... ہمارے ایک ادنیٰ قیدی ہیں.... ہمارے ایک اشارے پر آپ کی لاش یہاں تڑپتی نظر آئے گی.... لہٰذا جو ہم پوچھیں وہ بتائیں"۔

"تت..... تم ہو کون؟"

"اس سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا..... ہم بتا دی
ہیں..... موتال کو ان دنوں جس مہم پر مقرر کیا گیا ہے..... اسے ا
اس کے تینوں ساتھیوں کو کن لوگوں سے خبردار رہنے کی ہدایت
گئی ہے"۔

"کک..... کیا مطلب..... کیا تم انسپکٹر جمشید وغیرہ ہو"۔

"ٹھیک پہچانا..... آپ کے پہچاننے کی داد دیتے ہیں"۔

"بہت خوب! اور تم لوگ بیگال ہی میں ہو یا بیگال
باہر"۔ اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ بیگال میں رہ کر تم ہمارے قبضے
نکل جاؤ گے..... تمہاری فوج اور پولیس یہاں پہنچ جائے گی تو
تمہاری خوش فہمی ہے"۔

"اس کا مطلب ہے..... میں بیگال میں ہی ہوں"۔ اس
خوش ہو کر کہا۔

"ہاں!" وہ بولے۔

"تب تم مجھے اپنے قبضے میں زیادہ دیر تک نہیں رکھ سکتے"۔
اس کے چہرے پر گہرا اطمینان تھا..... وہ چونک اٹھے۔

"میرا خیال ہے..... اس کے بدن کے ساتھ کوئی ایسا آلہ

ہوا ہے..... جس کی بنیاد پر اس کو تلاش کرنے والے یہاں پہنچ
جائیں گے..... اور اسی لئے یہ دعوٰی کر رہا ہے"۔ پروفیسر داؤد
بولے۔

اب جو اس کی جلد کو ٹٹولا گیا تو اس کی ایک پسلی پر ایک
ننھی سی پلیٹ چپکی مل گئی۔

جونہی اسے آگ دکھائی گئی..... اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

○☆○

بھیانک انجام

"اب تمہاری فوج اور پولیس کے یہاں آنے کی کوئی ا[...]
تمہیں نہیں رہ گئی.... لہٰذا تم ہمارے سوالات کے جوابات دیے[...]
تیاری کرلو.... اگر تم نے جوابات نہ دیئے تو پھر تم بہت بڑی مصیب[...]
میں مبتلا ہو جاؤ گے"۔

"اچھی بات ہے.... پوچھو.... تم کیا پوچھنا چاہتے ہو"۔

"انشارجہ' بیگال اور وناس نے وہ کون سا منصوبہ مکمل [...]
ہے جس کی ہوا تک ابھی مسلمان ملکوں کو نہیں لگ سکی"۔

"اوہ نہیں"۔ اس نے چیخ کر کہا.... آنکھوں میں خوف د[...]
گیا۔

"کیوں.... کیا ہوا"۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا"۔

"تم جانتے ہو.... ہم نے انشارجہ کے صدر کے ساتھ کیا [...]
ہے"۔

"اب معلوم ہو گیا.... ضرور انہیں بھی تم لوگوں نے اغوا کیا
تھا اور تم انسپکٹر جمشید وغیرہ ہو"۔

"آپ ٹھیک سمجھے.... اور آپ اب یہ بھی سمجھ جائیں ہم یا
تو آپ سے اگلوا لیں گے.... یا آپ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں
گے"۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"اب نہیں کہنے یا ہاں کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا....
بات بتائیں"۔

"میں نہیں بتاؤں گا.... تم نے غلط آدمی کو چنا ہے"۔

"تو کیا وناس کا صدر صحیح آدمی ہے"۔

"نہیں.... وہ بھی نہیں بتائیں گے"۔

"دیکھا جائے گا.... کارروائی شروع کرو بھئی"۔ انسپکٹر جمشید
نے خفیہ فورس والوں سے کہا۔

انہوں نے پہلے ہی سلاخیں آگ پر گرم کی ہوئی تھیں.... دو
سلاخیں دو آدمی اٹھا کر اس کی طرف بڑھے۔

"دیکھو! ایسا نہ کرو.... ورنہ اگر تم میری فوج کے قابو میں آ
گئے تو اس صورت میں تمہاری جانیں عذاب میں آجائیں گی"۔

"ہم اپنا کام پھر بھی کریں گے"۔

"میرے جسم پر جتنے زخم لگاؤ گے.... جتنی جگہ سے جلاؤ گے.... اس سے سو گنا زیادہ تم میں سے ہر ایک کے جسم پر داغ لگائے جائیں گے"۔

"دیکھا جائے گا.... تم اس وقت اپنی فکر کرو"۔

اور پھر اس کے ایک بازو سے گرم سلاخ لگا دی گئی.... اس کے منہ سے ایک دلدوز چیخ نکلی.... لیکن یہ چیخ اس عمارت سے باہر نہیں سنی جا سکتی تھی.... سلاخ لگنے کے ساتھ ہی وہ بے ہوش ہو گیا.... اسے ہوش میں لایا گیا.... آنکھیں کھولتے ہی انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"ہر ایک کے بدن میں سو داغ لگاؤں گا.... تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو"۔

"دوسرا بازو بھی داغ دو"۔ انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

"او کے سر"۔

خفیہ فورس کا آدمی ایک قدم آگے بڑھا۔

"نن نہیں.... نہیں.... رک جاؤ.... ٹھہرو.... میری بات سن

"ہاں! سناؤ.... لو رک گئے"۔

"میں اگر تمہیں بتا دوں.... تو بھی تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا"۔

"کیوں.... فائدہ کیوں نہیں ہو گا"۔

"اس لیے کہ جب تک تم اس منصوبے کے ہیڈکوارٹر تک نہیں پہنچو گے.... کچھ بھی نہیں کر سکو گے اور ہیڈکوارٹر سمندر کے نیچے بنایا گیا ہے"۔

"تم اس کی فکر نہ کرو.... ہم ایک بار وہاں سے ہو آئے ہیں"۔

"وہ تم ہماری مرضی سے گئے تھے.... اس لیے راستے ہم نے خود بتا دیا تھا.... جب ہم راستا بند کر دیں گے.... تو پھر تم تو کیا.... تمہارے فرشتے بھی وہاں نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"تم فکر نہ کرو.... یہ ہمارا کام ہے.... تم اپنی فکر کرو"۔

"مجھے اپنی کوئی فکر نہیں.... داغ دو میرا کوئی اور جسم کا حصہ"۔

خفیہ فورس کے آدمی نے اس کے دوسرے ہاتھ پر بھی سلاخ رکھ دی.... اس کی چیخ پہلے سے کہیں بلند تھی.... لیکن اس بار وہ بے ہوش نہیں ہوا۔

"بتاتے ہو یا کہ سلاخ سے تمہاری ران داغ دی جائے"۔

"نن نہیں.... میں بتانے کے لیے تیار ہوں"۔

"بہت خوب! یہ کی ہے تم نے عقل کی بات"۔

عین اسی لمحے باہر بہت سی گاڑیاں رکنے کی آوازیں سنائی دیں.... وہ چونک اٹھے.... سادہ لباس والوں کی طرف دیکھا۔

"آپ فکر نہ کریں.... ہم دیکھ لیں گے.... آپ اپنا کام جاری رکھیں.... اس کمرے کا دروازہ اندر سے بند رکھیں.... ہم باہر سے تالا لگا دیتے ہیں"۔

"اور تم ان سے کیا کہو گے"۔

"اگر وہ اس کمرے کا تالا توڑنا چاہیں تو توڑ سکتے ہیں.... لیکن اندر آپ لوگ انہیں نہیں ملیں گے.... کیونکہ اس کے فرش میں تہ خانے کا راستا موجود ہے.... آپ نیچے اتر جائیں"۔

"اس صورت میں ہمیں دروازہ اندر سے لگانے کی کیا ضرورت ہے.... اور تمہیں تالا لگانے کی بھی ضرورت نہیں' یونہی دروازے کی کنڈی لگا دو"۔

"او کے سر"۔

اور پھر وہ تہ خانے میں اتر گئے.... فوج کے جوتوں سے مکان گونجنے لگا.... تھوڑی دیر بعد آوازیں ختم ہو گئیں.... لیکن کسی خفیہ

رکن کی آواز سنائی نہ دی۔

"حیرت ہے.... ہمیں آواز کیوں نہیں دی گئی"۔

"اس کا مطلب ہے.... ابھی خطرہ موجود ہے' لہٰذا چپ پ رہو"۔

وہ خاموش بیٹھے رہے.... اس طرح ایک گھنٹہ گزر گیا۔

"نہیں! اوپر کوئی نہیں ہے.... وہ جا چکے ہیں اور خفیہ کنوں کو بھی ساتھ لے گئے ہیں"۔

"کیا نہیں"۔ وہ چلائے۔

"آؤ! ابھی دیکھ لیتے ہیں"۔

وہ تہ خانے کا دروازہ کھول کر اوپر آئے.... پورا مکان بھائیں ئیں کر رہا تھا.... ان کا کوئی کارکن وہاں نہیں تھا.... اور نہ س یا فوج کا کوئی نشان وہاں تھا۔

○☆○
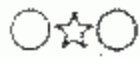
اب کیا کریں"۔

"کچھ نہیں.... زیادہ سے زیادہ ہم خفیہ کارکنوں کو ان کے ر کے بدلے حاصل کر لیں گے"۔

"لیکن وہ ان پر سختی کریں گے"۔

"ہاں! وہ ان سے معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ صدر

تھے.... اب ان کے پاس فی الحال کوئی ٹھکانہ بھی نہیں تھا اور ٹھکانے پر تو ان کے کارکن ہی لے جا سکتے تھے.... اور بنگالیوں کے قبضے میں چلے گئے تھے۔

”اب ہم جنگل میں ہی ڈیرا ڈالیں گے“۔ انسپکٹر کامران بولے۔

”ہاں اور کیا.... جنگل میں یوں بھی بچ نکلنے کے امکانات ہوتے ہیں.... اور دشمن سے مقابلہ کرنے کے بھی“۔ خان نے کہا۔

گھنے درختوں کے درمیان ایک جگہ انہوں نے پڑا دیا.... بنگال کے صدر کو ایک درخت سے باندھ دیا گیا۔

”آپ کام کی بات ذرا جلدی بتا دیں تو بہتر ہو گا.... ا زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے“۔

”میں کچھ نہیں بتاؤں گا“۔

”جمشید! یہ اس طرح نہیں مانے گا“۔ پروفیسر داؤد بو

”تو پھر؟“

”میں ایک چیز دیتا ہوں.... وہ اس کی جلد پر لگا دو... تک اس جگہ پانی نہیں ڈالو گے.... وہ حصہ آگ کی طرف جل گا.... جب تک یہ نہ بتائے.... اس وقت تک تم پانی نہیں ڈا

”بہت خوب! یہ چیز شاید ان مشینوں سے بہتر رہے گی جن کے ذریعے جھٹکے دیئے جاتے ہیں“۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

”ہاں! ان شاء اللہ“۔ وہ بولے۔

پروفیسر صاحب نے اپنے بیگ میں سے ایک شیشی نکال کر دی.... اس میں زرد رنگ کا عطر نما سیال تھا.... جونہی اس کے چند قطرے بنگال کے صدر کی ہتھیلی پر ٹپکائے گئے.... وہ لگا چیخیں مارنے۔

”یہ آگ فوراً بجھ سکتی ہے.... اگر تم اس منصوبے کی تفصیلات بتا دو“۔

”بتاتا ہوں.... پہلے پانی ڈالو“۔ اس نے جھلا کر کہا۔

”نہیں.... تم پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا.... پہلے بتاؤ“۔

”اب اس حالت میں کس طرح بتا سکتا ہوں“۔ وہ چلایا۔

”نہیں بتا سکتے تو نہ بتاؤ“۔

”تم لوگ بہت ظالم ہو“۔ اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

”تم کسی سے کم ہو.... منصوبوں پر منصوبے تم مسلمانوں کے خلاف بناتے رہتے ہو.... آخر کیوں تم تمام انسانوں کو سکون اور چین سے نہیں جینے دیتے“۔

”اگر ہم تمہیں سکھ اور چین کی زندگی بسر کرنے دیں تو تم

چند سالوں میں اس قدر طاقتور ہو جاؤ گے کہ پھر ہم پر جنگ مسلط کر دو گے"۔

"اوہ! تو تم اس بات سے ڈرتے ہو.... کہ مسلمان کہیں اسلام کے ابتدائی زمانے کی طرح غیر مسلموں پر چڑھائی نہ کرنا شروع کر دیں"۔

"ہاں! اسی لیے ہم تم لوگوں کو الجھائے رکھتے ہیں.... تمہیں آپس میں لڑاتے رہتے ہیں.... تاکہ تمہیں ہمارے بارے میں سوچنے کی مہلت ہی نہ ملے.... اب دیکھ لو.... کہیں تم سوچتے ہو.... انشارجہ پر حملہ کرنے کے بارے.... بنگال پر حملہ کرنے کے بارے میں.... وشاس پر حملہ کرنے کے بارے میں.... یہاں تک کہ تم تو شارجستھان پر بھی حملہ کرنے کے بارے میں اب نہیں سوچتے.... جس نے تمہیں کچھ مدت ہے ایک بہت بڑی شکست دی تھی.... اور تمہارے ہزارہا فوجی قیدی بنا لیے تھے"۔

"ہوں! یہ باتیں ہیں.... کاش میری قوم بھی یہ باتیں سوچنے کے قابل ہو جائے.... کاش وہ جان لے کہ اس کا ماضی کیا ہے.... وہ ماضی.... جس میں یہود اور نصاریٰ ان سے کانپتے تھے"۔ انہوں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"اب پانی بھی تو ڈالو نا"۔

"نہیں.... پانی نہیں.... چند قطرے دوسرے ہاتھ پر بھی.... کیونکہ یہ حضرت ہماری امیدوں سے زیادہ سخت ثابت ہو رہے ہیں"۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"لیکن انسپکٹر جمشید کے اشارے پر چند قطرے اس کے دوسرے ہاتھ پر بھی ڈال دیئے گئے۔

"یہ کیا ظلم"۔ اس نے چیخ کر کہا.... وہ اپنے ہاتھ کو منہ تک لے گیا.... پھر منہ اس کی طرف جھکایا.... وہ شاید ان قطروں کا چاٹنا چاہتا تھا.... لیکن ہاتھ منہ تک نہ پہنچ سکا.... وہ رسیوں سے جو بندھا ہوا تھا۔

"یہ اپنا ہاتھ چاٹنا چاہتا ہے.... اگر یہ چاٹ لے گا تو کیا ہو گا ڈیئر انکل"۔ محمود بولا۔

"فوراً مرجائے گا.... یہ ایک بہت تیز تیزاب ہے"۔

"تیزاب تو پہلے ہی بہت تیز ہوتا ہے.... یہ مزید تیز ہے"۔ فاروق ہنسا۔

"اف.... میں کہتا ہوں.... پانی ڈالو.... ورنہ تمہارا انجام بہت بھیانک ہو گا"۔

"اور ہم کہتے ہیں.... منصوبے کے بارے میں بتا دو.... ورنہ

تمہارا انجام بہت بھیانک ہو گا"۔

"نہیں بتاؤں گا.... میں اس منصوبے کو خاک میں ملتا نہیں دیکھ سکتا"۔

"بھلا ہم اس کو خاک میں کس طرح ملا سکتے ہیں.... جب کہ ہم اس ہیڈ کوارٹر تک پہنچ ہی نہیں سکتے"۔

"وہ بعد کی بات ہے کہ تم پہنچ سکتے ہو یا نہیں.... پہلی بات یہ ہے کہ تمہیں معلوم ہی کیوں ہو"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"بہت خوب! تم اس حالت میں بھی مسکرا سکتے ہو"۔

"ہاں! میں نہ صرف مسکرا سکتا ہوں.... بلکہ ہنس بھی سکتا ہوں.... میرے ملک کے سائنس دان زندہ باد"۔

اس نے چلا کر کہا اور زور زور سے ہنسنے لگا.... پھر اچانک اس کی گردن ڈھلک گئی۔

○☆○

KHAN STATIONERS & GENERAL STORE
Shop F/890, Bhabra Bazar,
Nishtar Road, Rawalpindi.

خبر میں کالا

"ارے یہ کیا ہوا"۔ وہ چونک اٹھے۔

"اس نے بھی خودکشی کر لی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"لل.... لیکن کیسے"۔

"یہ بات اب تک سمجھ میں نہیں آئی.... ویسے اس نے جو مرتے وقت کہا ہے نا کہ میرے ملک کے سائنس دان زندہ باد.... اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا انتظام پہلے ہی کر لیا گیا تھا کہ اگر کبھی یہ دشمنوں کے ہتھے چڑھ جائے تو خودکشی کس طرح کرے گا.... ضرور اس کے لیے کوئی خفیہ طریقہ سوچ لیا گیا تھا اور اس کے مطابق اس نے عمل کیا ہے"۔

"حیرت ہے.... بظاہر تو کچھ نظر نہیں آیا"۔

"ابھی ہم چیک کریں گے نا"۔

پروفیسر داؤد نے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد یہ بات معلوم کی کہ زہر اس کے ناخنوں میں تھا.... یعنی ناخنوں کے نیچے....

اس نے انگلیوں کو اس قدر زور سے دبایا کہ زہر جلد کے نیچے اتر گیا۔

"بہر حال! یہ ختم ہو چکا ہے.... اور ہم یہ نہیں معلوم کر سکے کہ ان کا منصوبہ کیا ہے.... افسوس"۔

"اور ابھی ہمارے خفیہ کارکن بھی ان کے قبضے میں ہیں"۔

"ہم انہیں چھڑا کر لائیں گے"۔

"لیکن کیسے.... ابھی تو ہمیں یہ تک معلوم نہیں کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہے"۔

"تب ہم ابھی فون کریں گے کہ آکر اپنے صدر کو لے جاؤ.... اور ہمارے کارکن ہمارے حوالے کر دو.... ہم انہیں اس جنگل میں بلائیں گے.... ایک بار کارکن رہا ہو گئے.... پھر ہمارا اس ملک سے نکلنا آسان رہے گا"۔

"یہی کرنا ہو گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

اور پھر انہوں نے شہری حدود میں جا کر فون کیا.... اب انہوں نے اطمینان سے فون کیا.... کیونکہ فوج اور پولیس کے اس جگہ بہت جلد پہنچ جانے کے امکانات نہیں تھے.... اور اگر آ بھی جاتی.... تو اس سے کوئی فرق نہ پڑتا.... زیادہ سے زیادہ وہ انہیں بھی گرفتار کر لیتی.... لیکن اپنے صدر کے لیے تو انہیں کچھ کرنا ہی

پڑتا۔

فون پر جگہ اور وقت بتا کر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آئے.... اور پھر مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں.... کیونکہ صدر کو مردہ دیکھ کر دشمن جنگ کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا.... یوں وہ اسے زندہ حاصل کرنے کے بعد بھی جنگ کرتا۔

خان رحمان نے انہیں اس طرح درختوں کے پیچھے سیٹ کیا کہ دشمن ان کی جھلک تک نہ دیکھ سکے.... آخر مقررہ وقت پر انہیں بہت سی گاڑیاں آتی نظر آئیں۔

"خان رحمان! یہ تو پوری تیاریاں کر کے آ رہے ہیں"۔

"ہاں! میں دیکھ رہا ہوں.... لیکن کوئی پروا نہیں.... ہم ان سے نبٹ لیں گے"۔ خان رحمان نے پرسکون آواز میں کہا۔

"گاڑیوں نے جنگل کے چاروں طرف کا رخ کر لیا ہے.... گویا پہلے ہمیں اپنے گھیرے میں لیں گے.... پھر بات کریں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"فکر کی ضرورت نہیں"۔ خان رحمان نے کہا۔

آخر دشمن کی طرف سے بلند آواز میں کہا گیا۔

"ہم تمہارے ساتھیوں کو لے آئے ہیں.... ہمارے صدر کہاں ہیں"۔

"یہی ہیں.... تم ہمیں گھیرے میں تو لے ہی چکے ہو.... ظاہر ہے.... ہم فرار تو ہو نہیں جائیں گے.... لہٰذا تم پہلے ہمارے ساتھیوں کو آگے بھیج دو.... اس کے بعد ہم تمہارے صدر کو تمہارے حوالے کر دیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... یہ تمہارے ساتھی آ رہے ہیں"۔

جلد ہی انہوں نے خفیہ کارکنوں کو لڑکھڑاتے ہوئے آتے دیکھا۔

"ان کی چال بتا رہی ہے.... ان پر بے تحاشہ ظلم ہوا ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"کوئی بات نہیں.... یہ تو ہوتا ہی ہے اس طرح کے کاموں میں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

ان کے ساتھی جب ان کے پاس پہنچ گئے.... تو خان رحمان نے کہا۔

"آپ کے صدر یہاں سے دائیں طرف ۳ میٹر دور ایک درخت کے ساتھ لگے بیٹھے ہیں"۔

"کیا!!!" وہ چلائے اور اس طرف پلٹ گئے۔

"فائر"۔ خان رحمان بولے۔

ان پر اندھا دھند فائر کھول دیا گیا.... دشمن کی بڑی مقدار

دھڑا دھڑ گری.... باقی بہت مشکل سے سنبھل سکے.... اور جوابی فائر شروع کر دیا.... لیکن خان رحمان نے انہیں درختوں کے درمیان اس طرح سیٹ کیا تھا کہ وہ بالکل محفوظ رہے اور جلد ہی باقی بچنے والے بھی سب کے سب مارے گئے۔

"بہت خوب خان رحمان.... مان گئے آپ کو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ان کی تعریف کی۔

"اس کی ضرورت نہیں.... اب جلد از جلد ان لاشوں کے ہتھیار اپنے قبضے میں کر کے یہاں سے نکلنا چاہیے.... اب تو ہمارے خفیہ کارکن ہمارے ساتھ ہیں.... یہ ہمیں کسی محفوظ مقام تک لے جا سکتے ہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

کچھ ہی دیر بعد وہ ایک اور مقام کا رخ کر رہے تھے اور پھر وہاں سمندری راستے سے نکل کر بہت دور جا چکے تھے.... جب تک ان کی تلاش کے لیے چھاپے شروع ہوتے.... وہ سمندر میں کہیں سے کہیں پہنچ چکے تھے.... اور بیگال کی پولیس اور فوج گھن چکر بنی ہوئی تھی.... کیونکہ ان کے خیال کے مطابق ابھی وہ لوگ شہر میں ہی کہیں چھپے ہوئے تھے۔

"لے دے کے اب ہمارے پاس صرف دشاس کا صدر رہ گیا

ہے اور اب تک اس کی حفاظت کے زبردست انتظامات کیے
چکے ہوں گے.... کیونکہ ان دو واقعات کی اطلاع فوری طور پر کر دی
گئی ہوگی.... مطلب یہ کہ اس کی خودکشی کا انتظام بھی زبردست کر
دیا گیا ہوگا.... جس طرح ہم کوشش کے باوجود کچھ نہیں کر سکے،
بیگال کے صدر کو خودکشی کرنے سے نہیں روک سکے.... اسی طرح
شاید ہم وناس کے صدر کو بھی نہیں روک سکیں گے"۔ انسپکٹر
کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"اس سے پہلا مرحلہ اسے اغوا کرنے کا ہے"۔

"ہاں! یہ بھی ہے.... خیر.... دیکھا جائے گا.... پہلے تو ہمیں
وناس میں داخل ہونا ہے.... وہاں داخل ہو جانا بھی ایک مسئلہ بنے
گا"۔

"اس کا مطلب ہے.... ہم اس وقت مسائل کی زد میں
ہیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"بلکہ مسائل کے طوفان میں گھرے ہوئے ہیں.... اور مزے
کی بات یہ ہے کہ ابھی تک منصوبے کی ہمیں ہوا تک نہیں لگی"۔

"اللہ مالک ہے.... اس بار ہمیں ہوا کی اس قدر ضرورت
پیش آئے گی، یہ تو ہم نے سوچا بھی نہیں تھا"۔ آصف بولا۔

"تو اب سوچ لیتے ہیں"۔ مکھن نے فوراً کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں.... اور میں سوچ رہا ہوں.... اگر وناس کا
صدر بھی ہمیں کچھ بتائے بغیر مر گیا تو کیا ہوگا.... پھر ہم کس سے
پوچھیں گے"۔

"اقبال، موتال، روگان اور سرامک سے"۔

"انہیں بھی کچھ معلوم نہیں ہے"۔

"ذہن یہ بات نہیں مانتا.... اس لیے کہ وہ اس ہیڈکوارٹر میں
اس سائنس دان کے ساتھ موجود ہیں.... پھر بھلا انہیں کیوں معلوم
نہیں ہوگا"۔

"لیکن اس ہیڈکوارٹر تک پہنچنا بھی تو ایک مسئلہ ہے.... اس
وقت تو انہوں نے خود ہمیں بلایا تھا.... ورنہ سوچو.... جزیرے کی
عمارت کے تہ خانے سے ہم ایک بالکل بند کمرے میں جا گرے
تھے.... اس سے نکلنے کا کوئی راستا نہیں تھا.... وہ پائپ نما راستا تو
اقبال وغیرہ نے کھولا تھا.... ورنہ ہم اس ہیڈکوارٹر تک کس طرح
پہنچ پاتے"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"بھئی ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل تو ہوتا ہے.... اور ہم برابر
اس بارے میں غور کر رہے ہیں"۔ پروفیسر داؤد نے جھلا کر کہا۔

"لیکن آپ جھلا کیوں رہے ہیں"۔

"تم لوگوں کی مایوسانہ باتیں سن کر.... میں نے تمہیں اس

حد تک مایوس کبھی نہیں دیکھا تھا.... کیا تم سب بھول گئے ہو کہ
مایوسی گناہ ہے"۔

"یہ بات تو ہمیں بہت اچھی طرح معلوم ہے"۔

"ہوں! ٹھیک ہے.... بس اللہ کو یاد کرو.... اس کی مدد کے
بغیر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے"۔ انہوں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

عین اسی وقت ایک خفیہ کارکن اندر داخل ہوا۔

"سمندر پر ہوائی حملے کے آثار ہیں.... ہم آسمان میں
طیاروں کی گردش سن رہے ہیں"۔

"گویا اب انہیں اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ ہم نکل
گئے ہیں"۔

"ہاں! ہمارا جہاز ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا.... کیونکہ اس پر
طیارہ شکن توپیں نصب نہیں ہیں"۔ کارکن نے بتایا۔

"خان رحمان! تم ان حالات میں کیا کہتے ہو"۔

"جہاز کا رخ انشارجہ کی طرف کر دیا جائے"۔ خان رحمان
مسکرائے۔

"اوہ! بہت خوب.... یہ لوگ اندھا دھند تو فائر نہیں کر سکتے'
اس لیے کہ سمندر میں تو اس وقت آس پاس نہ جانے کتنے جہاز سفر
کر رہے ہوں گے.... لہٰذا پہلے وہ چیک کریں گے.... اور پھر حملہ

کریں گے' لیکن اگر ہمارا جہاز انشارجہ کی طرف جا رہا ہو گا تو یہ
اس پر فائرنگ نہیں کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

اس ترکیب پر فوراً عمل کیا گیا.... طیارے بار بار ان کے اوپر
سے گزرنے لگے.... پھر وہ نیچی پروازوں پر اتر آئے لیکن انہوں نے
جیسے ان کی کوئی پروا نہیں کی.... بس سفر جاری رکھا.... آخر کچھ دیر
بعد طیاروں کی پروازوں کا رخ بدل گیا.... گویا اس جہاز کی طرف
سے ان کا اطمینان ہو گیا تھا.... اس کے بعد بھی انہوں نے کافی دیر
تک رخ اسی طرف رکھا.... جب جہازوں کی آوازیں آنا بالکل بند
ہو گئیں' تب کہیں جا کر انہوں نے رخ وشاس کی طرف کیا۔

پندرہ دن کے سفر کے بعد وہ وشاس کے ایک ویران ساحل
پر اترے.... اور ایک دیہات میں داخل ہو گئے.... اس وقت ان کا
حلیہ ماہی گیروں جیسا تھا.... ان کی طرف کسی نے شک کی نظر سے
نہ دیکھا' اس لیے کہ اس دیہات میں ادھر ادھر کے ماہی گیروں کی
آمد و رفت عام تھی.... وہ ایک عام سے ہوٹل میں بیٹھ گئے.... اور
کھانے وغیرہ کا آرڈر دیا۔

"اب یہاں سے سن گن لینی چاہیے.... وشاس کا صدر ان
دنوں کہاں ہے.... اس کا معمول کیا ہے.... اس کی حفاظت کے
انتظامات کیا ہیں.... وغیرہ وغیرہ"۔

"اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ یہاں کے اخبارات خ
لیتے ہیں.... ریڈیو اور ٹی وی کی خبریں سننا شروع کر دیتے ہیں ا
کسی سرائے میں کمرے کرائے پر لے لیتے ہیں"۔ انسپکٹر کامرا
مرزا بولے۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔ کئی آوازیں ابھریں۔

ایسا ہی کیا گیا.... ایک سرائے میں انہیں کمرے مل گئے
اخبارات' رسائل کا مطالعہ شروع کیا گیا.... خبریں بھی سنی گئیں
تب کہیں جا کر انہیں معلوم ہوا کہ وشاس کی حفاظت کے انتظا
اس قدر زبردست ہیں کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔

"اس کے آج کل کے پروگراموں کی تفصیلات حاص
کرو"۔ انسپکٹر جمشید نے خفیہ کارکنوں سے کہا۔

اور وہ اسی وقت دیہات میں نکل گئے.... شام کو ان
واپسی ہوئی.... واپسی پر انہوں نے بتایا کہ وشاس کا صدر گزشتہ
دن سے بیمار ہے اور گھر سے نہیں نکلا.... ابھی کئی دن اور شاید گ
سے نہ نکل سکے' اس کی تمام مصروفیات کینسل کر دی گئی ہیں"۔

"یہ خبر مجھے چونکا رہی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے فکرمند
انداز میں کہا۔

"جی! کیا مطلب؟"

"اس میں کچھ کالا ہے"۔

"آپ کا مطلب ہے.... خبر میں کالا.... لیکن وہ تو دال میں
ہوتا ہے"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"بھئی وہ زمانے گئے جب دال میں کالا ہوتا تھا.... اب خبروں
میں زیادہ ہوتا ہے"۔ آفتاب نے شوخ آواز میں کہا۔

"آپ کا مطلب ہے.... وہ بیمار نہیں ہے.... اس کی حفاظت
کی خاطر اسے بیمار بنا دیا گیا ہے تاکہ نہ اسے کہیں آنا پڑے نہ
جانا"۔

"خیر ہمارے لیے تو یہ زیادہ اچھا ہے.... ہم اس کے گھر پہنچ
سکتے ہیں"۔

"بہت مشکل ہے سر.... اس کے گھر کے دو سو میٹر چاروں
طرف فوج کا پہرہ ہے اور کسی بھی غیر متعلق آدمی کو اندر نہیں
جانے دیا جاتا"۔

"صبح سے شام تک متعلقہ آدمی اندر آتے اور جاتے ہیں....
ان کے بارے میں معلومات کون لائے گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ کام بھی ہم ہی کر لیتے ہیں"۔ ایک کارکن نے کہا۔

"نہیں! اب ہم سب کام تم سے نہیں لیں گے.... ورنہ تم
ان کی نظروں میں آ جاؤ.... محمود' آصف اور شوکی.... کیا تم اس مہم

پر جانا پسند کرو گے.... خیال رہے.... بہت اہم ہے"۔

"او کے.... ہم ابھی چلے جاتے ہیں.... آپ ذرا ہمیں سڑکوں کا ایک مختصر سا نقشہ بنا دیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

نقشہ لے کر وہ تینوں وہاں سے نکلے اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر صدر کے گھر سے کچھ فاصلے پر آ گئے.... ان کی جیبوں میں جعلی شناختی کارڈ اور دوسرے کاغذات تھے.... لیکن وہ اس قدر مہارت سے تیار کیے گئے تھے کہ کوئی ماہر بھی نہیں جان سکتا تھا کہ وہ جعلی ہیں.... لہٰذا انہیں اس بات کی فکر نہ تھی کہ اس راستے میں چیکنگ ہو گئی تو کیا ہو گا۔

انہوں نے کافی دور رہ کر.... صدر کے محل نما مکان کا جائزہ لیا.... اس جگہ اور بہت سے لوگ آ جا رہے تھے.... اور محل یہاں سے بہت دور تھا.... اس قدر دور رہ کے وہ متعلقہ آدمیوں کو نہیں دیکھ سکتے تھے.... اس کے لیے انہوں نے حالات کا جائزہ لیا.... محل سے قدرے نزدیک ایک بہت بڑا ہوٹل نظر آیا.... وہ اس میں گھس گئے۔

"ہمیں ایک کمرہ چاہیے.... دو یا تین دن کے لیے"۔

"ضرور مل جائے گا.... لیکن ان اطراف میں کمرہ بڑا ہے"۔

"کوئی بات نہیں.... ہم ایک بڑے کمرے میں گزارا کر لیں گے.... لیکن اس کمرے کی کھڑکی دو تین طرف کھلتی ہو.... ہمیں آپ کے ہوٹل کے دائیں طرف کے قدرتی نظارے بہت اچھے لگے ہیں"۔ آصف نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ ہاں! واقعی.... آپ کی نظر بہت تیز ہے.... خیر آپ کو اس طرف کمرہ مل جائے گا"۔

انہوں نے کرایہ ادا کیا.... کرنسی کا بندوبست کارکنوں کے ذریعے پہلے ہی سے ہو چکا تھا.... تھوڑی دیر بعد وہ اس ہوٹل کی کھڑکی میں بیٹھے.... محل کے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے.... صبح سے شام تک وہ نگرانی کرتے رہے.... اس دوران جتنے بھی لوگ آئے.... ان میں سے کسی کو بھی اندر داخل نہیں ہونے دیا گیا.... ہر ایک کو دروازے سے ہی فارغ کر دیا گیا.... البتہ رات کے وقت ایک سفید کار وہاں آ کر رکی اور اس میں سے سیاہ چشمے والا ایک آدمی اترا۔

اس سیاہ چشمے والے کو دیکھ کر دروازے پر کھڑے نگرانوں نے جلدی جلدی سلوٹ کیے.... اور پھر وہ بے دھڑک اندر چلا گیا.... اسے کسی نے بھی نہ روکا.... تھا بھی وہ اکیلا۔

"یہ ہمارے کام کا آدمی لگتا ہے.... محمود تم جا کر فوراً اس کی

گاڑی کا نمبر نوٹ کر لو..... اور معلوم کرنے کی کوشش کرو یہ ک
ہے"۔

"اور تم یہاں آرام سے بیٹھے رہو"۔ محمود نے اسے گھور
"نہیں..... ہم نگرانی کا کام بہت ہی ہوشیاری سے جار
رکھیں گے"۔

عین اسی وقت نگران فوجیوں میں شدید ہل چل کے آثار ن
آئے اور ان کے دل تیزی سے دھڑکنے لگے۔

○☆○

یہ میں ہوں سر!

سفید کار والا جب اندرونی کمرے میں پہنچا تو وہاں اس کے خاص ماتحت موجود تھے..... وہ اسے دیکھ کر یک دم کھڑے ہو گئے۔

"چیف آپ..... آپ نے آنے کی زحمت کیوں کی"۔

"مجھے ایک نئی اطلاع ملی ہے..... اس لیے مجھے آنا پڑا"۔

"کیسی اطلاع سر"۔

"انشارجہ اور بیگال کی حکومتوں نے اپنے خاص ایجنٹوں کو ہدایات دی ہیں کہ ہمارے صدر کو ختم کر دیا جائے"۔

"جی کیا فرمایا..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"ان کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی یہاں پہنچیں..... اور صدر کو اغوا کر لیں..... وہ خود کیوں نہ انہیں ختم کر دیں..... لیکن ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے..... آخر یہ ہمارے صدر ہیں..... انشارجہ اور بیگال نے اگر انہیں

اپنے ساتھ ملا کر کوئی منصوبہ ترتیب دیا تھا اور اس منصوبے کے دو رازدار یعنی انشارجہ اور بیگال کے صدر خودکشی کر چکے ہیں۔ تو اس میں ہمارے صدر کا کیا قصور... کیا خیال ہے آپ کا؟"

"آپ بالکل درست فرما رہے ہیں"۔

"بس میں یہی اطلاع دینے جا رہا ہوں... اندر"۔

"ضرور سر... کیوں نہیں"۔

"دروازہ بند کر دو... اور میرے علاوہ کوئی اندر نہ آئے"۔

"نہیں آئے گا سر"۔

پولیس چیف اندر داخل ہو گیا... اور اس کے ماتحتوں نے باہر سے دروازہ بند کر دیا۔

"یہ لوگ بھی عجیب ہیں... خود اپنے ساتھ ہمیں شامل کیا اور اب ہمارے ملک کے صدر کو مار ڈالنا چاہتے ہیں... حد ہو گئی"۔

"بھئی... صدر بے چارے تو خبر سن کر اور پریشان ہو جائیں گے... پہلے ہی وہ انسپکٹر جمشید وغیرہ کی طرف سے بہت فکرمند تھے... خیر ان کا تو دور دور تک کوئی پتہ نہیں... شاید انھیں ہمارے انتظامات کی خبر مل گئی ہے"۔

"ہوں! ایسا ہی لگتا ہے"۔

اور پولیس چیف نے اندر جا کر جب وٹاس کے صدر کو سلام کیا تو وہ اس طرح بھڑکا جیسے موت کا فرشتہ دیکھ لیا ہو۔

"یہ میں ہوں سر"۔

"اوہ آپ ہیں... آ جائیے... آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا"۔ اس نے کہا۔

"سر! ایک بالکل نئی اطلاع ملی ہے... لہٰذا میں فوراً اس طرف آ گیا... مجھے امید ہے... میں بہت جلد اپنی ترقی کی خبر سنوں گا"۔

"ایک تو تمہیں ہر وقت اپنی ترقی کی پڑی رہتی ہے... بھئی کہ جو دیا... بہت جلد... تمہیں ترقی مل جائے گی... اس معاملہ کو ختم ہو جانے دو... ابھی تو انسپکٹر جمشید وغیرہ کا خطرہ ہی سر پر منڈلا رہا ہے"۔

"سر! ابھی تک یہ صرف ایک خیال ہے... کہ انشارجہ اور بیگال کے صدروں کو اغوا کرنے والے انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی تھے"۔

"خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹ یہی ہے"۔ صدر نے منہ بنایا۔

"تب پھر انشارجہ نے پاک لینڈ کے خلاف اب تک کوئی ایکشن کیوں نہیں لیا"۔

"اس لیے کہ یہ ابھی تک صرف ایک خیال ہے.... ابھی
ان کا کوئی ثبوت ان کے پاس موجود نہیں"۔

"ہوں ٹھیک ہے.... لیکن اب تم کیا اطلاع لے کر آئے
ہو"۔

"ہو سکتا ہے.... وہ اطلاع آپ کو بہت خوفناک محسوس
ہو"۔

"اب اس بات کو چھوڑو اور اطلاع سناؤ کیا ہے"۔

"اطلاع یہ ہے کہ انشارجہ اور بیگال کے جاسوسوں کو یہ حکم
دیا گیا ہے کہ وہ جلد از جلد آپ کو گولی مار دیں"۔

"کیا کہا.... گولی مار دیں.... اور مجھے.... دماغ تو نہیں چل گیا
تمہارا"۔

"نہیں سر.... بالکل نہیں چلا"۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو"۔ صدر نے اسے گھورا۔

"کیا کس طرح کہہ سکتا ہوں سر"۔

"یہ کہ تمہارا دماغ نہیں چلا"۔

"اس طرح یہ اطلاع غلط نہیں ہے.... اس کی تصدیق آپ
باقی ایجنسیوں سے بھی کر سکتے ہیں"۔

"بیٹھ جاؤ.... میں ابھی یہ کام کرتا ہوں"۔

پولیس چیف بیٹھ گیا.... اور صدر ادھر ادھر وائرلیس کرنے
لگا.... تھوڑی دیر بعد پولیس چیف کے بیان کی تصدیق ہو گئی.... اب
تو صدر کا چہرہ بالکل سیاہ پڑ گیا۔

"اب.... اب کیا ہو گا.... آخر یہ لوگ مجھے مار ڈالنے پر
کیوں تل گئے ہیں"۔

"تاکہ آپ انسپکٹر جمشید وغیرہ کو کچھ نہ بتا سکیں"۔

"یہ کیا اندھیر نگری ہے.... بھلا میں کیوں انہیں کچھ بتانے
لگا"۔

"ان کے ماہرین کا خیال ہے.... انشارجہ اور بیگال کے صدر
نے اپنی جانیں دے دیں.... لیکن راز نہیں بتایا.... آپ شاید ایسا نہ
کر سکیں.... کیونکہ ان کے خیال کے مطابق آپ کمزور آدمی ہیں"۔

"ان کا دماغ چل گیا ہے.... جو وہ مجھے کمزور خیال کر رہے
ہیں"۔

"تو آپ کے خیال میں آپ کمزور نہیں ہیں اور اگر آپ کو
وہ لوگ اغوا کر لیں تو آپ انہیں ہرگز کچھ نہیں بتائیں گے"۔

"یہی بات ہے"۔

"لیکن سر.... معاف کیجئے گا.... میرا اپنا خیال یہی ہے کہ
آپ انہیں بتا دیں گے"۔

"کیا بکواس ہے... تم بھی میرے بارے میں ایسا خیال رکھ
ہو... اب تم اس عہدے پر بھی نہیں رہ سکو گے... کہاں تم اپنی
ترقی کی بات کرنے آئے ہو"۔

"مجھے اپنی پروا نہیں... نہ ترقی کی فکر ہے... فکر ہے تو اس
بات کی کہ انسپکٹر جمشید پارٹی شاید آپ کو اغوا کرنے کے لیے یہاں
پہنچ چکی ہے... اور کسی بھی لمحے اندر آنے والی ہے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے... کیا ہماری فوج اور پولیس اس حد
تک ناکارہ ہے"۔

"کیا میں نہیں اندر آ گیا سر"۔ اس نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

"تم تو پولیس چیف ہو... تمہیں وہ کیوں روکتے"۔

"نہیں سر... میں پولیس چیف نہیں ہوں"۔

"کیا کہا... آپ پولیس چیف نہیں ہیں... یہ کیا بات
ہوئی"۔

"میں پولیس چیف کے بھیس میں موتال ہوں... موتال"۔

"کک... کیا... موتال"۔

وشناس کا صدر سر سے لے کر پیر تک کانپ گیا۔

"ہاں! اگر میں یہاں پولیس چیف کے بھیس میں آ سکتا ہوں

تو وہ کیوں نہیں آ سکتے... لہٰذا آپ کا خاتمہ ہی اس راز کو محفوظ
رکھنے کا بہترین طریقہ ہے... اور مجھے اسی لیے بھیجا گیا ہے"۔

"نن نہیں... نہیں"۔ اس نے چیخ کر کہا... مگر آواز حلق
میں گھٹ گئی... خوف نے اس کا گلا تک بند کر دیا۔

"مجھے افسوس ہے... کہ نوبت یہاں تک آ گئی... یہ ہمارا
پروگرام نہیں تھا... لیکن ان لوگوں کی کوئی حد ہے... اب دیکھئے
نا... انشارجہ کے صدر تک کو اغوا کر لیا... وہ تو خیر ہوئی کہ وہ دلیر
نکلے... انہیں کچھ نہیں بتایا اور موت کو گلے لگا لیا... یہی بیگال کے
صدر نے کیا... اب باری ہے... آپ کی... اور لہٰذا اس سے
پہلے کہ آپ انہیں کچھ بتائیں... میں یہاں پہنچ گیا ہوں... اور
آپ کا کھیل ختم"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں ایک رومال نظر
آیا... اس رومال کے درمیان میں ایک گرہ لگی ہوئی تھی... وہ
ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"نن... نہیں... نہیں"۔ مارے خوف کے صدر کے منہ
سے نکلا۔

"افسوس... افسوس... افسوس"۔ اس نے کہا۔

"میں انہیں کچھ نہیں بتاؤں گا... یقین کرو"۔

"یہی تو مصیبت ہے.... میں یقین نہیں کر سکتا"۔

"حد ہو گئی.... یہ بھی کوئی بات ہے.... میں یقین نہیں کر سکتا"۔

"ہدایات یہی ہیں کہ یقین نہ کروں"۔

وہ ایک قدم اور آگے بڑھا.... ایسے میں کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی.... ہنسنے کی آواز سن کر وہ چونک کر مڑا.... آواز موتال کی کمر کی طرف سے آئی تھی.... لہٰذا موتال تیزی سے مڑا اور صدر نے بھی اس طرف دیکھا۔

"آہا.... روگان.... اور تم ہو.... بہت خوب.... بہت اچھے وقت پر آئے.... واہ.... کیا بات ہے.... تمہاری.... میں نے تمہارا انتخاب بلاوجہ نہیں کیا تھا"۔

"ہاں میں بہت اچھے موقع پر آیا ہوں"۔ اس نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" موتال نے بھنا کر کہا۔

"میں اس کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا کہ تم میرے صدر کا کام تمام کر دو.... آخر ان کا قصور کیا ہے"۔

"اگر تم میرے راستے میں آئے تو میں تمہیں بھی مسل دوں گا"۔

"تم اور مجھے مسل دو گے.... اچھا.... میں اتنا کمزور ہوں"۔

اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس سے بھی کہیں زیادہ"۔

"تب پھر تم نے مجھے ساتھ کیوں ملایا"۔

"اس لیے کہ یہ منصوبہ تین ملکوں نے آپس کے تعاون سے شروع کیا تھا.... یہ تین اس کے ممبر تھے.... تمہارے صدر کی طرف سے تم ہمارے ساتھ کیے گئے.... ہم بھلا کیا اعتراض کرتے"۔

"خیر.... تم دیکھ لو گے.... میں کمزور نہیں پڑوں گا"۔

"یہ تو ابھی معلوم ہو جائے گا"۔

یہ کہہ کر موتال روگان پر جھپٹا اور رومال اس کے گلے میں ڈال دینا چاہا.... لیکن روگان نے ایک جھٹکے سے رومال اپنی گردن سے الگ کر دیا.... موتال کو یوں لگا جیسے اس نے کسی بہت چکنی چیز کے گرد رومال کسنے کی کوشش کی تھی۔

"تمہارے بارے میں سنا تھا کہ تم چکنی مچھلی سے بھی زیادہ پھسلنے والی چیز ہو.... آج تجربہ بھی ہو گیا.... بہرحال تم سے مقابلہ کرنے میں مزا ضرور آئے گا"۔

"اور مجھے بھی"۔ وہ مسکرایا.... اس کی مسکراہٹ میں بھی

سکون تھا.... یوں لگتا تھا جیسے اسے ذرا بھی گھبراہٹ نہ ہو۔

"اب مجھے بھی اپنا فن یہاں دکھانا پڑے گا"۔ موتال بولا۔

"ارے.... روکا کس نے ہے"۔ روگان ہنسا۔

"بہت خوب! روگان.... میں مان گیا تمہیں.... تم میری طرف سے بہت بڑے انعام کے حقدار ہو گئے ہو"۔

"تو پھر سر.... انعام کا اعلان بھی کر دیں"۔

"اوہ ہاں.... ٹھیک ہے.... دو کروڑ ڈالر"۔

"یہ بہت کم ہیں.... آپ کی زندگی کی قیمت دو کروڑ ڈالر نہیں ہے"۔

"اچھا دس کروڑ ڈالر"۔

"ہاں! اب کچھ بات بنی ہے.... یہ انعام منظور ہے.... اب آپ دیکھئے گا.... کس طرح میں اس کی چھٹی بناتا ہوں"۔ روگان ہنسا۔

"لیکن ہو گا کیا"۔ موتال نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب.... ہو گا کیا؟"

"مطلب یہ کہ فرض کر لیتے ہیں.... تم مجھے شکست دے دیتے ہو.... اول تو ایسا نہیں ہو سکتا.... میں تھوڑی دیر کے لیے فرض کر رہا ہوں.... تو باہر مسٹر سرالک موجود ہیں"۔

"کک.... کیا نہیں"۔ صدر اور روگان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں! اور اگر فرض کیا مسٹر سرالک بھی تمہارے ہاتھوں مار کھا جاتا ہے تو باہر ابقال بھی موجود ہے"۔

"نن نہیں"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

ابقال کا نام سن کر روگان کا رنگ زرد پڑ گیا.... جسم میں تھرتھری دوڑ گئی.... آخر اس نے کہا۔

"میں تم سے تو نبٹ سکتا ہوں.... سرالک سے بھی نبٹ لوں گا.... لیکن مسٹر ابقال سے مقابلہ کرنا میرے بس سے باہر ہے.... اس لیے کہ وہ نظر نہیں آتے.... اس لیے میرے دس کروڑ ڈالر مارے گئے"۔

"روگان.... بزدل.... یہ تم کیا کہہ رہے ہو"۔

"سر.... میں ابقال سے مقابلہ نہیں کر سکتا.... آپ سوچ نہیں سکتے.... وہ کیا چیز ہے.... اس کا مقابلہ آج تک اگر کسی نے کیا ہے تو وہ ہیں انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی"۔

"لل.... لیکن اب میرا کیا ہو گا"۔

"مجھے خود افسوس ہے"۔

"لیکن تم ایک کام تو کر سکتے ہو.... اس طرح بھی تم انعام

کے حقدار ہو گئے"۔

"اور وہ کیا"۔ روگان نے جلدی سے کہا۔

"تم اس سے لڑ جاؤ"۔

"کیا فرمایا؟"

"تم اس سے ٹکرا جاؤ"۔

"او کے.... لیکن اس کا فائدہ کیا ہو گا؟"

"بہت بڑا.... تم سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"اچھی بات ہے"۔

روگان نے کہا اور اس کے اور موٹال کے درمیان آ
دونوں نے ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر چھلانگ لگائی
اس قدر زور سے ٹکرائے کہ الٹ کر گرے.... ابھی تک
دوسرے کو پکڑنے کی کوشش نہیں کی تھی.... موٹال جانتا تھا
اس نے پکڑنے کی کوشش کی تو وہ مچھلی کی طرح پھسل جائے
دونوں فوراً اٹھے اور ایک دوسرے کی طرف بڑھنے
موٹال کا مکا بھی اسی تیزی سے روگان کی ٹھوڑی کی طرف
اس نے اپنا بازو اوپر اٹھا دیا.... مکا اس کے سر سے بھی
گیا.... روگان کی لات اس کے پیٹ کی طرف آئی.... لیکن
کی طرح جھک گیا اور لات ایک انچ دور رہ گئی.... ساتھ ہی

نے اس کی ٹانگ پکڑ لی.... لیکن ٹانگ اس کے ہاتھ سے نکل گئی.... بالکل کسی چکنی مچھلی کی طرح۔

اب تو موٹال کو غصہ آ گیا.... اس نے ایک چھلانگ لگائی.... یہ چھلانگ بہت نپی تلی تھی.... لہٰذا روگان بچاؤ نہ کر سکا اور اس کے نیچے پوری طرح دب گیا.... موٹال نے ہاتھوں اور پیروں کو اس کے گرد پوری طرح کس دیا.... وہ چاہتا تھا کہ اسے نیچے سے کسی طرح نکلنے نہ دے.... لیکن وہ اس کوشش میں ناکام ہو گیا۔

ایسے میں دونوں کی نظریں اس جگہ پر پڑیں.... جہاں تھوڑی دیر پہلے صدر کھڑا تھا.... انہوں نے دیکھا صدر وہاں نہیں تھا۔

○☆○

میرا ہاتھ

"ارے باپ رے۔۔۔ یہاں تو مسٹر روگان آئے ہیں۔۔۔ اور یہ ونٹاس کے خاص آدمی ہیں۔۔۔ تبھی فوجیوں اور پولیس کے آدمیوں میں اس قدر ہلچل نظر آ رہی ہے۔۔۔ لیکن اس وقت یہاں ان حضرت کا کیا کام؟" آصف نے گھبرا کر کہا۔

"یارو! یوں مزا نہیں آئے گا۔۔۔ ہمیں اندر سرک جانا چاہیے"۔ محمود مسکرایا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔ یہ کس طرح ممکن ہے"۔ آصف اس کی طرف الٹ پڑا۔

"بھئی اس وقت سب لوگ تو مسٹر روگان کی طرف متوجہ ہیں۔۔۔ ہم عمارت کے پچھلے حصے کے کسی پائپ کو دیکھ ہی سکتے ہیں"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"پچھلی طرف بھی نگران موجود ہوں گے"۔ شوکی بولا۔

"ہو سکتا ہے۔۔۔ اس وقت وہ اپنی جگہوں سے ہٹ آئے

ہوں"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔۔۔ آؤ جلدی کرو۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ سب لوگ پھر اپنی اپنی جگہ پر پہنچ جائیں اور ہم صرف ہاتھ ملتے رہ جائیں"۔

وہ اپنی جگہ سے نکل کر ایک چکر کاٹ کر سیدھے عمارت کی پشت پر پہنچے' اس دوران شاید روگان فوجیوں سے حفاظتی انتظامات کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"تب پھر انہوں نے دیکھا اس وقت صرف تین فوجی باقی رہ گئے تھے۔۔۔ شاید انہوں نے اپنی جگہ چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔۔۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔۔۔ درختوں کی اوٹ میں رہ کر تین پتھر تلاش کیے اور ان کے سروں کے نشانے لے کر پتھر پھینک دیے۔۔۔ تینوں پتھر ٹھیک نشانے پر لگے۔۔۔ وہ آواز نکالے بغیر زمین پر گر گئے"۔

تینوں فوراً آگے بڑھے اور انہیں گھسیٹ کر درختوں تک لے گئے۔۔۔ ایک ایک پتھر ان کے سروں پر اور رسید کیا۔۔۔ تاکہ وہ جلد ہوش میں آ کر کوئی طوفان نہ اٹھا دیں۔

اب وہ بجلی کی تیزی سے پائپ پر چڑھنے لگے۔۔۔ یہاں تک کہ چھت پر پہنچ کر ہی دم لیا۔۔۔ لیکن دوسرے ہی لمحے ان کی سٹی

گم ہو گئی.... کیونکہ زینہ بند تھا اور ان کے پاس تو کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی کہ جس کے ذریعے وہ نیچے اتر سکیں۔

"اب بس یہیں تک ٹھیک ہے"۔ آصف نے سرگوشی کی۔

"ہاں! مجبوری ہے.... اور کر بھی کیا سکتے ہیں"۔

"کوئی بات نہیں.... یہاں سے ہم حالات کا جائزہ لے سکتے ہیں اور کچھ آوازیں بھی سن سکتے ہیں"۔

"نہیں.... وہ دیکھو.... وہ رہی چمنی.... ہم اس کے ذریعے نیچے بھی جا سکتے ہیں"۔

تینوں چمنی کی طرف بڑھے.... چمنی کے سوراخ پر سلاخیں لگی ہوئی تھیں.... تینوں نے مل کر زور لگایا اور آخر ان کو ٹیڑھا کرنے میں کامیاب ہو گئے.... لیکن اب بھی چمنی کے سوراخ میں سے ان کا گزرنا ممکن نہیں ہوا تھا.... سلاخیں جب تک نکل نہ جائیں.... اس وقت تک سوراخ ناکافی تھا۔

"یار تم اپنا چاقو کیوں نہیں نکالتے.... اب تو پروفیسر انکل نے دوسرا دے دیا ہے تمہیں"۔ آصف نے جھلا کر کہا۔

"اوہ ہاں! دراصل میں اسی خیال میں ہوں کہ میرے پاس چاقو نہیں ہے.... اب تو ہم زینہ کا دروازہ بھی کھول سکتے ہیں"۔

"اوہ ہاں.... چمنی کو مارو گولی"۔

وہ زینے کی طرف آئے.... دروازے میں چاقو کی مدد سے سوراخ کیا.... پھر محمود نے ہاتھ اندر ڈالا ہی تھا کہ کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ارے باپ رے.... میرا ہاتھ"۔ محمود نے گھبرا کر کہا۔

"کیا ہوا تمہارے ہاتھ کو.... ابھی ابھی تو بالکل خیریت سے تھا"۔ آصف نے گھبرا کر کہا۔

محمود نے اسے گھورا۔

"کسی نے ہاتھ پکڑ لیا ہے"۔

"چلو اچھا ہے.... آج کل ہاتھ پکڑنے والے کب ملتے ہیں"۔ شوکی بولا۔

"یار تم دونوں کو مذاق سوجھ رہا ہے"۔

"اب اور کیا کریں.... ہماری تو وہ مثال ہے.... آسمان سے گرے کھجور میں اٹکے"۔

"خبردار! کوئی حرکت نہ کرنا.... میں دروازہ کھول رہا ہوں.... دیکھوں تو سہی تم ہو کون.... کس میں اتنی دلیری آگئی ہے کہ پائپ کے ذریعے چھت تک پہنچ گئے"۔ دوسری طرف سے غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"جی بس.... دماغ چل گیا تھا ہمارا.... اچھے بھلے وہاں بیٹھے

تھے"۔ شوکی بولا۔

"کہاں بیٹھے تھے"۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"بس وہیں.... جہاں ہم بیٹھے تھے"۔

اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا.... اور انہیں ایک لمبے چوڑے فوجی کی صورت نظر آئی۔

"میرے پاس چاقو تھا.... فوجی اپنے سامنے تین لڑکوں کو دیکھ کر حیران ہو گیا.... اور اس نے محمود کا ہاتھ چھوڑ دیا.... جس کو اس نے سوراخ میں سے نکال لیا اور بولا۔

"بس! اب تو سوراخ کے ذریعے دروازہ کھولنے کی بھی ضرورت نہیں رہی.... آپ کا بہت بہت شکریہ"۔

"میں نے کہا ہے.... میرے پاس چاقو تھا"۔

"کہاں چلا گیا وہ"۔ شوکی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"چلا کہیں نہیں گیا.... میرے پاس ہے"۔

"تب آپ نے جملہ غلط بولا ہے.... آپ نے کہا ہے میرے پاس چاقو تھا.... آپ کو کہنا چاہیے تھا' میرے پاس چاقو ہے"۔

"حد ہو گئی.... بات سنی نہیں.... اور بحث کرنے لگے.... میں یہ کہہ رہا تھا کہ میرے پاس چاقو تھا' میں تمہارا ہاتھ کلائی سے کاٹ سکتا تھا"۔

"تو پھر آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"جب میں نے دیکھا کہ ہاتھ کسی بچے کا ہے تو مجھے ترس آ گیا"۔

"آپ کے ترس صاحب کا شکریہ"۔

"کیا تم مسلمان ہو"۔ فوجی نے کہا۔

"یہ آپ نے کیسے جان لیا"۔

"میں بھی مسلمان ہوں.... لیکن میں وناس کی فوج میں ملازمت کرنے پر مجبور ہوں.... ہمیں زبردستی بھرتی کیا جاتا ہے"۔

"اوہ! تب تو مزا آ گیا"۔

"مجھے ابھی نہیں آیا"۔

"آپ کہانی سن لیں.... پھر آپ کو بھی مزا آ جائے گا"۔

اسے جلدی جلدی ساری بات بتانا پڑی.... اس نے فوراً کہا۔

"جاؤ.... راستا کھلا ہے.... میں اس عمارت سے باہر نکل جاتا ہوں.... کیونکہ اب یہ لوگ مجھے زندہ تو رہنے نہیں دیں گے"۔

"پہلے تو ہمیں صدر کے کمرے تک لے چلیں"۔

"اچھی بات ہے.... آیئے"۔

زینہ اتر کر وہ نیچے پہنچے.... اور ایک کمرے کا رخ کیا۔

"وہ اس کمرے میں ہیں.... ابھی ابھی ہمارے پولیس چیف

آئے تھے.... وہ اندر گئے ہیں"۔

"ہم دروازے سے کان لگا کر گفتگو سننے کی کوشش کرتے ہیں"۔

"اس دروازے سے کان لگا کر کھڑے ہونا خطرناک ہو گا"۔

وہ انہیں ایک کمرے میں لے آیا۔

"اس کمرے کے روشن دان سے آپ لوگ سارا نظارا کر سکتے ہیں.... ویسے تو اس کمرے کا یہ دروازہ اس کمرے میں کھلتا ہے.... لیکن یہ دروازہ صرف دوسری طرف سے بند ہو سکتا ہے.... اس طرف سے نہیں.... اور اس وقت یہ دروازہ بند ہے.... مطلب یہ کہ صرف روشندان سے آپ دیکھ سکتے ہیں یا سن سکتے ہیں"۔

"کوئی بات نہیں.... یہاں اتنا سامان ہے کہ ہم روشن دان تک پہنچ سکیں"۔

انہوں نے فوراً ہی بڑی میز پر ایک چھوٹی میز رکھی.... اس طرح محمود روشن دان سے جا لگا.... اب وہ صدر اور پولیس چیف کی گفتگو سننے لگا.... پھر جب یہ بات سامنے آئی کہ وہ پولیس چیف نہیں بلکہ موٹال ہے اور اسے ہلاک کرنے آیا ہے تو محمود کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

ادھر آصف نے اس کی شلوار کو پکڑ کر جھٹکا دیا کہ اب وہ

نیچے آ جائے.... روشن دان سے جھانکنے کی باری اس کی ہے۔

اس کا جی وہاں سے نظریں ہٹانے کو نہیں چاہ رہا تھا.... لیکن آصف کی وجہ سے اسے نیچے اترنا پڑا.... اس نے جلدی جلدی کان میں صورت حال بتائی اور پھر آصف اوپر چڑھ گیا.... عین اس وقت اس نے وہاں روگان کو داخل ہوتے دیکھا.... اس شخص کی آمد پر ہونے والی ہل چل کی وجہ سے وہ اس وقت اندر موجود تھے۔

وہ ان کی بات چیت سنتا رہا.... پھر لڑائی شروع ہوئی اور شوکی نے اس کی شلوار کو پکڑ کر جھٹکا دیا۔

"ایک منٹ"۔ آصف نے فوراً اسے اشارہ کیا.... آخر دل نہ چاہتے ہوئے بھی اسے نیچے آنا پڑا اور شوکی اوپر چڑھ گیا۔

ابھی ایک منٹ ہی گزرا ہو گا کہ اچانک دروازہ تھوڑا سا کھلا.... جو اس کمرے میں کھلتا تھا اور صدر فوراً اس کمرے میں آ گئے.... آتے ہی اس نے فوراً دروازہ برابر کر دیا اور پھر کمرے کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ.... یہ یہاں کیا ہو رہا ہے"۔ اس کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی.... لیکن آواز سرگوشی سے زیادہ نہیں تھی۔

"جو کچھ ہو رہا ہے.... آپ کے لیے .... آپ نے اچھا کیا.... آپ نکل آئے.... اب چلئے آپ کو محفوظ مقام پر پہنچا دیں.... یہ

جگہ تو اب بالکل محفوظ نہیں رہ گئی"۔ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن بھئی... تم ہو کون"۔

"آپ کے ہمدرد... بے شک اپنے اس محافظ سے پوچھ لیں"۔ آصف نے اس فوجی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ... یہ یہاں کہاں... تمہاری ڈیوٹی کہاں تھی"۔ صدر نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"جناب عالی... یہ وقت ان باتوں کا نہیں... اگر آپ کا روگان شکست کھا گیا تو پھر آپ موٹال کے ہتھے چڑھ جائیں گے"۔

"اوہ ہاں"۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

اور پھر وہ فوجی کی رہنمائی میں عمارت سے نکل کر جنگل میں آ گئے... پھر فوجی انہیں ایک گاڑی تک لایا... وہ اس گاڑی میں بیٹھ کر تیر کی طرح روانہ ہو گئے۔

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"آپ فکر نہ کریں... جہاں بھی جا رہے ہیں... وہ جگہ آپ کے لیے بہت محفوظ ہو گی"۔

"لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔

"آپ فکر نہ کریں... اور ڈر کا کیا ہے... وہ تو ہمیں بھی لگ رہا ہے... اس لیے کہ اس کا کام ہی یہی ہے"۔ آصف نے

جلدی جلدی کہا۔

"کس کا کیا کام ہے"۔ صدر نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ڈر کا کام لگنا ہی ہے نا"۔ اس نے کہا۔

"پتا نہیں تم لوگ کس قسم کے انسان ہو... ان حالات میں بھی اوٹ پٹانگ قسم کی باتیں کر رہے ہو"۔ صدر نے جھلا کر کہا۔

"یہ ہماری خاص عادت ہے"۔

"میں نے پوچھا تھا، ہم کہاں جا رہے ہیں"۔

"ایک محفوظ جگہ... کیا آپ کسی ایسی محفوظ جگہ نہیں پہنچنا چاہتے... جہاں آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہ ہو"۔

"میری جان کو تو ویسے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے"۔

"آپ جھوٹ بولنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں"۔ آصف نے بتایا۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"ہم کمرے میں ہونے والی کارروائی سن چکے ہیں اور دیکھ چکے ہیں... مسٹر موٹال آپ کو جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے... ایسے میں مسٹر روگان آڑے آ گئے... دونوں ٹکرائے تو آپ نکل گئے"۔

"بہت خوب... اب مجھے کیا معلوم تھا کہ تم لوگ سب کچھ

دیکھ اور سن چکے ہو"۔

"ہوں.... خیر.... اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہے"۔

"ہاں! ہو گیا ہے.... لیکن میرا سوال پھر بھی وہی ہے... لوگ مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو"۔

"ایک محفوظ جگہ.... جہاں ان لوگوں سے آپ کو کوئی نہیں ہو گا"۔

"لیکن تم میرے ساتھ بھلائی کیوں کر رہے ہو"۔

"اس لیے کہ.... ہمیں بھی آپ سے کچھ کام ہے"۔ آ مسکرایا۔

"اور وہ کام کیا ہے؟"

"ابھی چل کر بتاتے ہیں.... آپ پریشان نہ ہوں"۔

"اچھی بات ہے.... تم لوگوں کی باتیں سن کر سکون محسوس ہونے لگا ہے.... لہٰذا اب میں کوئی سوال نہیں کروں" اس نے مطمئن ہو کر کہا۔

اور پھر وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے.... ان کے ساتھ مقامی فوجی اور ایک اور شخص کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔

"شکر ہے تم لوگ آئے تو.... لیکن یہ تم کن لوگوں کو لے آئے"

"جی بس.... جو بھی مل سکے.... انہیں ساتھ لے آئے.... یہ وٹناس کے ایک فوجی ہیں اور یہ صدر ہیں اتفاق سے"۔ محمود نے تعارف کرایا۔

"کیا کہا.... صدر.... ہم نے تمہیں حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا تھا اور تم صدر کو ہی ساتھ لے آئے.... کمال ہے"۔

"ہم نے سوچا.... آپ خود ہی ان سے معلومات حاصل کر لیں.... اس طرح جائزہ بھی ہو جائے گا.... مطلب یہ ایک پنتھ دو کاج"۔ محمود نے مسکرا کر کہا۔

"مان گئے بھئی آپ کو.... لیکن یہ فوجی صاحب کی موجودگی سمجھ میں نہیں آئی.... کیا یہ اپنے صدر کی حفاظت کے لیے ساتھ آئے ہیں"۔

"جی نہیں.... اب یہ ہمارے ساتھی ہیں"۔

"کیا مطلب؟" صدر صاحب چونکے۔

"مطلب.... اب آپ کو یہ بتائیں گے.... ہمارا تو جتنا کام تھا.... ہم کر چکے ہیں"۔ آصف نے کہا۔

"آپ اطمینان سے بیٹھ جائیں.... اور پریشان نہ ہوں"۔ انہوں نے دونوں کو بٹھا دیا.... خود بھی ان کے سامنے بیٹھ گئے۔

"اب پہلے ہم اپنا تعارف کرا دیں.... کیا خیال ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بالکل ٹھیک! میں بھی یہی چاہتا ہوں اور جلد از جلد جاننا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اپنے احسانات کا بدلہ مجھ سے کیا لینا چاہتے ہیں"۔

"احسان.... کیسا احسان"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہ ابا جان.... پہلے آپ کہانی سن لیں"۔

"اچھا سناؤ"۔

اس نے جلدی جلدی کہانی سنا دی۔

"اوہ تو یہ بات ہے.... تو صدر صاحب.... ہمارا آپ پر کوئی احسان نہیں.... آپ بس ہمارے نام سن لیں"۔

جونہی اس کے سامنے ان کے نام لیے گئے.... وہ زور سے اچھلا، اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

○☆○

کمزور دھاگا

"آپس کی لڑائی کس قدر بری ہوتی ہے.... لو دیکھو مسٹر روگان"۔

"ہاں دیکھ لیا.... لیکن قصور تمہارا ہے.... تم کیوں میرے ملک کے صدر کو مار ڈالنے پر تل گئے ہو.... تم نے کس طرح اندازہ لگا لیا کہ انسپکٹر جمشید وغیرہ صدر سے کچھ اگلوانے میں کامیاب ہو جائیں گے"۔

"سب جانتے ہیں.... وناس کے صدر ایک کمزور آدمی ہیں.... انشارجہ اور بیگال کے صدروں کی طرح بہادری سے جان نہیں دے سکیں گے"۔

"یہ صرف ایک خیال ہے.... وہ اتنے کمزور نہیں ہیں اور پھر ملک کے لیے جان دینا جانتے ہیں"۔

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو.... اس وقت تو ان کی تلاش ضروری ہے.... وہ اس کمرے میں گئے ہیں.... آؤ جلدی کرو"۔

وہ اپنی لڑائی بھول گئے اور فوراً اس کمرے میں داخل
گئے.... لیکن صدر وہاں کہاں تھا.... آخر وہ عمارت سے باہر
آئے اور لگے ادھر ادھر تلاش کرنے.... بہت جلد انہیں سراغ
گیا کہ وہ لوگ کس سڑک پر گئے ہیں.... فوری طور پر اس سڑک
گاڑیاں دوڑنے لگیں' لیکن آگے چل کر وہ کس طرف گئے تھے ا
بات کا سراغ وہ نہ لگا سکے.... بس ادھر ادھر بھاگ دوڑ البتہ انہ
نے جاری رکھی.... اس طرح تمام دن گزر گیا.... لیکن وہ صدر
سراغ نہ پا سکے۔

"اب کام مشکل ہو گیا.... اس وقت تک یا تو انہوں نے
معلوم کر لیا ہو گا.... یا صدر نے خودکشی کر لی ہو گی.... اس
خودکشی کا سامان حد درجے خفیہ کیا گیا ہے.... لہٰذا زیادہ امکان
ہے کہ وہ کچھ بتائے بغیر اپنی موت کو گلے سے لگا لیں گے"۔

"اور یہی ہماری کامیابی ہو گی"۔

"گویا اب ہمیں اپنے صدر کی لاش کو تلاش کرنا ہے"
روگان بولا۔

"ہاں بالکل اور ان کی موت کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید ا
ان کے ساتھی ایک مکمل ناکامی سے دوچار ہو گئے ہیں.... اب
راز اس وقت تک معلوم نہیں کر سکیں گے جب تک کہ ا

منصوبہ کے اثرات ظاہر نہیں ہو جاتے"۔

"بہت خوب! گویا ابھی تک کامیابی ہماری ہے.... اور ان کی
طرف کامیابی کی ایک کرن تک نہیں چمکی"۔

"اور نہ چمکے گی.... میرا خیال ہے.... اب ہم پھر سے ساتھی
ہیں"۔

"اور نہیں تو کیا.... ہماری وہ لڑائی تو وقتی تھی.... اوہو.... یہ
سڑک پر ذرا دیکھنا کیا پڑا ہے؟" روگان نے چونک کر کہا۔

ڈرائیور نے گاڑی روک دی.... دونوں فوراً نیچے اترے اور
پھر سڑک پر اتر گئے.... ان کی نظریں اس چیز پر جم گئیں۔

"میں اس لائٹر کو اچھی طرح پہچانتا ہوں.... یہ ہمارے صدر
کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا.... اس پر ان کے نام کے پہلے
حروف بھی لکھے ہوئے ہیں"۔

یہ کہتے ہوئے روگان نے وہ لائٹر اٹھا لیا.... لائٹر حد درجے
قیمتی تھا.... اور اس پر حروف بھی نظر آ گئے۔

"اس کا مطلب ہے.... انہیں اس سڑک سے لے جایا گیا
ہے"۔ موٹال نے کہا۔

"لے جایا گیا ہے کیا مطلب.... وہ خود گئے ہیں"۔

"نہیں! انہیں اغوا کیا گیا ہے.... جس وقت وہ مجھ سے بچنے

کے لیے باہر نکلے.... اسی وقت انہیں اغوا کر لیا گیا.... ورنہ یہ لائٹر یہاں نہ ملتا.... اس کا مطلب ہے.... لائٹر انہوں نے خود گرایا ہے.... تاکہ تم ان تک پہنچ سکو"۔ موتال نے جلدی جلدی کہا۔

"بہت خوب!" روگان بولا۔

اور پھر وہ اس سڑک پر روانہ ہو گئے.... لیکن آگے جا کر سڑک تین سمتوں میں تقسیم ہو گئی۔

"اب ہم کیا کریں"۔

"ٹاس کر لیتے ہیں"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔

انہوں نے ٹاس کیا.... چونکہ سڑکیں تین تھیں.... لہٰذا دوبارہ ٹاس کرنا پڑا.... اور اس طرح وہ ایک سڑک پر چل پڑے.... بہت دور تک جانے کے بعد بھی انہیں اپنے صدر کا نشان نہ ملا.... آخر وہ واپس پلٹے اور دوسری سڑک پر سفر شروع کیا.... دوسری سڑک پر بھی کامیابی نہ ہوئی.... تو پھر وہ تیسری سڑک پر چلنے لگے.... اچانک انہوں نے درختوں کے درمیان کسی کو حرکت کرتے دیکھا۔

"اس طرف کچھ ہے"۔ روگان نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھا۔

موتال نے اس کا ساتھ دیا.... جنگل میں انہیں بہت سے

قدموں کے نشانات نظر آئے۔

"میرا خیال ہے ہم کامیابی کے بہت نزدیک ہیں"۔ موتال بولا۔

"صدر اگر زندہ مل گئے اور اس حالت میں مل گئے کہ انہوں نے کچھ نہ بتایا ہو تو پھر ہے مزا"۔

"بہت مشکل ہے.... میرا خیال ہے.... انہوں نے بتا دیا ہو گا"۔ موتال نے منہ بنایا۔

"اس بات پر ہماری پھر لڑائی شروع ہو سکتی ہے"۔ روگان بولا۔

"نن نہیں.... میں اس وقت لڑائی کے موڈ میں نہیں"۔ موتال نے گھبرا کر کہا.... اسے روگان کے مچھلی کی طرح پھسل جانا یاد آگیا.... اس کی اس خاصیت نے موتال تک کو چکرا کر رکھ دیا تھا۔

"بس مسٹر موتال.... گھبرا گئے"۔

"نہیں.... بات گھبرانے کی نہیں.... وقت ضائع کرنے کی ہے.... آخر ہم کیوں لڑیں"۔

"بالکل ٹھیک.... لیکن ایک بات یاد رکھنا مسٹر موتال.... اگر تم نے ہمارے صدر کو جان سے مارنے کی کوشش کی تو پھر میں بھی کوئی لحاظ نہیں کروں گا"۔

"ٹھیک ہے.... یہ بات یاد رہے گی"۔ اس نے فوراً کہا۔

ایسے میں انہیں ایک آواز سنائی دی.... ہنسی کی آواز۔

"یہ آواز ضرور ہمارے صدر کی ہے.... اور اس کا مطلب ہے.... اس جنگل میں کہیں ان پر حملہ ہو رہا ہے.... یہ معلوم کرنے کے لیے کہ پلان کا راز کیا ہے"۔

"ہاں! آؤ.... جلدی کرو"۔

دونوں تیزی سے آگے بڑھے اور پھر ان کے اٹھتے قدم رک گئے.... ان کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔

○☆○

"کیا مطلب.... کیا میں ان لوگوں کے درمیان ہوں جن سے بچنے کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا تھا"۔ صدر ونٹاس کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں! آپ اتفاق سے ہمارے ہاتھ نہیں لگے.... ہم پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے.... اور جس کمرے سے آپ نکل کر آئے.... اسی کمرے میں ہم روشن دان سے سارا منظر دیکھ رہے تھے"۔ محمود نے کہا۔

"اوہ اوہ"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آپ یہاں کس لیے لائے

گئے ہیں"۔

"نن نہیں"۔ اس نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب.... کیا آپ نہیں سمجھے"۔

"نہیں نا.... سمجھ تو میں گیا ہوں، لیکن.... کاش میں نہ سمجھتا"۔

"تب پھر آپ سختی برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جائیں.... لیکن اس سے پہلے یہ سن لیں کہ اس سے پہلے انشارجہ اور بیگال کے دو عدد صدر ہمارے ہاتھوں تنگ آ کر خودکشی کر چکے ہیں اور آپ کو ہم خودکشی بھی نہیں کرنے دیں گے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"کیا مطلب.... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ خودکشی کر سکتے ہیں"۔

"ہاں کیوں نہیں.... اس کا پورا پورا بندوبست کیا گیا ہے کہ اگر میں آپ لوگوں کے ہتھے چڑھ جاؤں.... تو میں کیسے خودکشی کروں گا"۔

"آپ تیسرے صدر ہیں اور ہمارے حساب سے آخری ہیں.... لیکن معلوم نہیں روگان، موٹال اور ابطال کو راز معلوم ہے یا نہیں.... بہرحال اگر انھیں معلوم ہے تو ان سے اگلوانا آسان کام

نہیں ہے.... لہٰذا یہ کام اگر ہوا تو آپ کے ذریعے ہو گا.... اس لیے
ہم پہلے آپ کے خودکشی کے امکانات کو ختم کریں گے"۔

"ضرور کریں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"گویا آپ تل گئے ہیں اس بات پر کہ خودکشی کر لیں گے"۔

"اور اب میں کیا کر سکتا ہوں"۔

"پہلے ہم آپ کی تلاشی لیں گے"۔

انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے اس کی بہت احتیاط
سے تلاشی لی.... پھر انگلیوں اور ہاتھوں اور پیروں کا جائزہ لیا....
کہیں خودکشی کرنے کی کسی چیز کا نشان نظر نہ آیا۔

"فاروق.... آفتاب.... اب تم تلاشی لو"۔ انسپکٹر کامران مرزا
نے منہ بنایا۔

"لیکن انکل.... جب آپ تلاشی لے چکے ہیں.... اور کوئی
چیز تلاش نہیں کر سکے تو ہم کیا کریں گے"۔

"یہ ضروری نہیں کہ اگر ہم ناکام ہو گئے تو تم بھی ناکام ہی
ہو گے"۔

"اچھی بات ہے.... ہم بھی دیکھ لیتے ہیں"۔

انہوں نے بھی خوب اچھی طرح دیکھا بھالا.... لیکن کوئی چیز
نہ دیکھ سکے.... پھر باری باری سب نے چیک کیا.... لیکن کسی کو

کامیابی نہ ہوئی.... آخر میں پروفیسر داؤد کی باری آئی.... وہ مسکراتے
ہوئے آگے بڑھے۔

"میرا خیال ہے.... میں اندازہ لگا سکتا ہوں"۔

"اچھا کمال ہے"۔ انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! کیونکہ میں نے سب کی کوششیں دیکھی ہیں اور ان
حضرت کا معصوم بن کر بیٹھے رہنا دیکھا ہے"۔

"اس کا مطلب ہے.... آپ نے کوئی خاص بات نوٹ کی
ہے"۔

"ہاں! کی ضرور ہے.... لیکن یہ یقین نہیں کہ اس کا تعلق
خودکشی سے ہو سکتا ہے"۔

"آخر وہ کیا ہے"۔

"یہ"۔ انہوں نے گلے میں پڑے ہوئے ایک دھاگے کی
طرف اشارہ کیا.... یہ باریک اور کمزور سا دھاگا۔

"یہ تو بہت کمزور دھاگا ہے.... بھلا اس سے خودکشی کس
طرح کی جا سکتی ہے"۔

"بالکل ٹھیک.... لیکن سوال یہ ہے کہ اس کمزور سے دھاگے
کا وناس کے صدر کے گلے میں کیا کام.... یہ کوئی پاک لینڈ یا
شارجستھان کا آدمی تو ہے نہیں.... جس نے تعویز گنڈے کے طور

پر کوئی چیز گلے میں ڈال رکھی ہو.... بظاہر یہ ہے کوئی ایسی ہی چیز"۔
"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں.... یہ بیماری کو بھگانے والا دھاگا
ہے.... اور ہمارے وشواس میں بھی ایسی چیزیں عام ملتی ہیں"۔
"تو کیا آپ کا بھی اس پر یقین ہے"۔
"ہاں بالکل.... ہمارے ہاں اس قسم کی چیزیں بہت عام
ہیں"۔
"اچھا کمال ہے.... ہم اس خیال میں تھے.... کہ ایسی چیزیں
ہماری طرف ہی ہوتی ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔
"بہرحال جمشید.... یہ شخص اگر خودکشی کر سکتا ہے تو صرف
اسی دھاگے کے ذریعے"۔ پروفیسر داؤد نے مسکرا کر کہا۔
"آخر کیسے.... یہ بھی تو بتائیں نا.... ویسے آپ کہ بالکل
ٹھیک رہے ہیں.... دھاگے کا ذکر شروع ہوتے ہی مسٹر صدر بہت
پریشان ہو گئے ہیں"۔
"بس تو پھر یہ بات بالکل پکی ہے.... اب رہا یہ سوال کہ اس
دھاگے کے ذریعے خودکشی کس طرح کی جا سکتی ہے.... تو یہ بات
سوچنے والی ہے.... فی الحال اس کے ہاتھ پیر تھام لیے جائیں.... ایسا
نہ ہو، یہ وقت سے پہلے ہی خودکشی کر بیٹھے"۔
ان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے بازو اور پیر پکڑ لیے

گئے۔
"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہیں"۔ صدر نے گھبرا کر کہا۔
"مسٹر صدر.... اگر ہم اس دھاگے کو آپ کی گردن سے
الگ کر لیں تو کیا خیال ہے"۔ فاروق نے سرسری انداز میں پوچھا۔
"نن نہیں"۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔
"کیا اس صورت میں آپ کا کام تمام ہو جائے گا"۔
"نن.... ہا"۔ اس نے کہا۔
"نن ہا یہ تو آدھا نہیں اور آدھا ہاں ہے.... مہربانی فرما کر پورا
ہاں یا پورا نہیں کہیے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔
"ایسی کوئی بات نہیں"۔
"توڑ ڈالیے اس دھاگے کو"۔ آصف نے کہا۔
"خبردار.... ایسا نہ کرنا.... ورنہ"۔ اس نے جملہ ادھورا چھوڑ
دیا۔
"ورنہ کیا ہو گا.... وضاحت کرو بھئی"۔ محمود بولا۔
"وضاحت.... اب میں وضاحت کیا کروں.... یہ دھاگا میرے
ایک مذہبی پیشوا نے دیا تھا"۔
"لیکن آپ لوگ تو مذہب کو مانتے ہی نہیں"۔
"جادو ٹونا کرنے والوں کو ہی ہم مذہبی رہنما کہہ دیتے ہیں"۔

وہ مسکرایا۔

"اچھا تو کسی جادوگر نے یہ دھاگا آپ کو دیا تھا.... لیکن کس لیے"۔

"ہر مصیبت اور بلا سے بچنے کے لیے.... اس نے کہا تھا.... جب تک یہ دھاگا محفوظ رہے گا.... میں بھی محفوظ رہوں گا"۔

"حد ہو گئی.... ہمارا خیال تھا.... اس قسم کی جہالت صرف ہمارے ملک میں یا شارجستھان میں ہی ہے.... لیکن معلوم ہوتا ہے' پوری دنیا میں اس قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں.... خیر اب ہم نے اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے ہیں' یہ اس دھاگے کے ذریعے موت کو گلے نہیں لگا سکے گا.... لہٰذا اس پر سختی کی پہلی قسط شروع کرو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آواز میں کہا۔

"نن.... نہیں"۔ وہ چلایا۔

"نہیں کہو یا ہاں کہو.... جان چھوٹے گی.... صرف یہ بتا دینے کی صورت میں کہ اس بار ان طاقتوں کا منصوبہ کیا ہے؟"

"یہ تو کسی صورت نہیں بتاؤں گا"۔

"دیکھتے ہیں"۔

"مشکل دیکھ پائیں گے"۔ وہ ہنسا اور زور زور سے ہنستا چلا گیا.... یہاں تک کہ اس کے گلے کی رگیں پھول گئیں۔

وہ پریشان ہو گئے.... کہ یہ اس قدر زبردست طریقے سے کیوں ہنس رہا ہے.... اچانک انہوں نے دیکھا کہ دھاگے کا رنگ بدل رہا تھا.... دیکھتے ہی دیکھتے وہ بالکل جامنی رنگ کا ہو گیا.... اور اس کی گردن کے گرد بالکل تنگ ہو گیا۔

دوسرے لمحے انہوں نے ایک ہولناک منظر دیکھا۔

○☆○

ایک منٹ

جامنی رنگ کا دھاگا گردن کے گوشت میں دھنستا نظر آیا اور پھر اس کی گردن سے خون ابل پڑا تھا.... گردن چاروں طرف سے کٹتی چلی جا رہی تھی۔

"اف مالک.... یہ کیا ہوا"۔ انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"ہمارا تیسرا نشانہ بھی خطا گیا"۔ شوکی بولا۔

"افسوس! یہ برا ہوا.... اب ہم کیا کریں گے"۔

"اب اس کا صرف ایک ہی حل ہے.... ہم سمندر میں اس جزیرے کی تلاش کریں.... وہ عمارت والا جزیرہ' اگر ہمیں مل جاتا ہے تو اس کے تہ خانے میں اتر جائیں اور اس طرح ہم سمندر کی تہ میں ان کے ہیڈکوارٹر کے ایک ابتدائی حصے تک پہنچ سکتے ہیں.... وہاں سے وہ ستون نما راستا اگر مل جائے تو سیدھے ہیڈکوارٹر تک پہنچ جائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید جلدی جلدی بولے۔

"اور اگر نہ ملا تو وہ کمرہ ہی ہماری مشترکہ قبر بن جائے گا"۔

آفتاب مسکرایا۔

"جب مہم مشترکہ ہے تو قبر بھی مشترکہ ہو گی"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"اسی وقت وشاس کے صدر نے دم توڑ دیا۔

"دھت تیرے کی.... اس کا بھی یہ انجام ہونا تھا"۔

"اوہو.... میں آس پاس.... کسی کی موجودگی محسوس کر رہی ہوں"۔ ایسے میں رفعت نے چونک کر کہا۔

"بہت خوب رفعت.... تم نے بالکل میرے ساتھ یہ بات محسوس کی.... فرزانہ اور فرحت محسوس کرنے کے معاملے میں پیچھے رہ گئیں"۔

"بس اباجان.... ہمیں ذرا رفعت پر ترس آ گیا تھا"۔ فرزانہ نے شرما کر کہا۔

"لیکن ترس آنے کے سلسلے میں شرمانے کا کیا سوال"۔ فاروق نے جلدی سے کہا۔

"اب سوال اور جواب کے چکر میں کون پڑے.... ہمیں پہلے ہی منصوبے کے لالے پڑے ہوئے ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"ایک منٹ"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے ایک سمت میں دوڑ لگا دی.... وہ

کافی دور تک دوڑتے چلے گئے.... اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا نے دوسری سمت میں دوڑ لگائی.... انہوں نے بھی یہی کیا.... اور دوڑتے چلے گئے۔

کافی دور جا کر وہ واپس پلٹے۔

"کیا آپ کسی سائے کا تعاقب کر رہے تھے"۔

"نہیں.... وہ دو تھے"۔

"جی.... کیا مطلب.... وہ دو تھے.... آپ کا مطلب سائے دو تھے"۔

"یہ بات نہیں ہے.... دشمن دو عدد تھے.... درختوں میں چھپے ہوئے.... اور غالباً" وہ ونتاس کے صدر کے چکر میں آئے تھے.... لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ونتاس کے صدر نے بھی خودکشی کر لی ہے.... تو انہوں نے بھاگ جانے کی کی.... ویسے میرا خیال ہے.... وہ ان تینوں میں سے ہی دو تھے"۔

"جی.... کن تینوں میں سے دو"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بھئی.... وہی تینوں.... سرانک، موٹال اور روگان"۔

"اور آپ نے انظال کا نام نہیں لیا"۔

"چلو اس کا نام بھی لے لیتے ہیں.... وہ ان چاروں میں سے

دو تھے"۔

"لیکن یہ کوئی اور بھی ہو سکتے ہیں"۔

"نہیں.... جس صفائی سے وہ بھاگے ہیں.... یہ کام کسی اور کا نہیں ہو سکتا.... ہم ان کی جھلک تک نہیں دیکھ سکے"۔

"خیر.... وہ بھاگے تو"۔ محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"میرے خیال میں تو یہ بات خوشی کی نہیں ہے.... کیونکہ وہ یہ اطمینان لے کر بھاگے ہیں کہ ہم راز معلوم کرنے کے سلسلے میں ایک بار پھر ناکام ہو گئے"۔

"ہوں خیر.... دیکھا جائے گا.... زندگی رہے یا نہ رہے.... ہم اس جزیرے کے ذریعے ہیڈکوارٹر کے استقبالیہ تک ضرور جائیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"کیا کہا.... استقبالیہ"۔ خان رحمان ہنسے۔

"اب اس کو اور کیا کہوں"۔

"لیکن جمشید"۔ ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی۔

"یہ لیکن صاحب کہاں سے ٹپک پڑا"۔ آفتاب نے ڈر کر کہا۔

"اب تم لیکن سے بھی ڈرو گے"۔

"ہاں! اس لیے کہ.... یہ بہت خطرناک سا ہے"۔

ان کی نظریں پروفیسر داؤد پر جم گئیں۔

"ہم اندھا دھند وہاں نہیں جائیں گے.... ہمیں پہلے کچھ تیاریاں کرنا ہوں گی.... خاص طور پر مجھے.... تم اس عمارت کو بھول رہے ہو.... جس پر کوئی چیز اثر نہیں کرتی.... ہم نہ بم سے اس عمارت کو تباہ کر سکتے ہیں.... نہ کسی اور چیز سے.... یوں لگتا ہے.... کہ وہ توڑ پھوڑ سے بالکل محفوظ ہے.... مجھے کسی تجربہ گاہ میں پہلے اس قسم کا مواد تیار کرنا پڑے گا.... جس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے.... پھر اس کو تباہ کرنے کے لیے فارمولا تلاش کرنا ہو گا.... اور یہ کام کسی بڑے سائنس دان کی تجربہ گاہ میں ہی کر سکتا ہوں"۔

"لیکن پروفیسر صاحب.... ہم اپنے ملک میں نہیں ہیں.... اس وقت ہم وناس میں ہیں"۔

"ہم کہیں بھی ہیں جمشید.... جب تک تم میرے لیے ایک بہترین تجربہ گاہ کا بندوبست نہیں کرو گے.... اس وقت تک میں کچھ نہیں کر سکوں گا"۔

"اس کے لیے ہمیں ایک بار پھر انشارجہ جانا ہو گا"۔

"تو ٹھیک ہے.... چلتے ہیں انشارجہ"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے انکل خان رحمان کے گھر سے اپنی تجربہ گاہ جانا ہو"۔ محمود نے ہنس کر کہا۔

"یہ تم لوگوں کا مسئلہ ہے.... میرا نہیں"۔

"ارے ہاں.... وہ مارا"۔ ایسے میں اخلاق نے بلند آواز میں کہا۔

"آپ بھی بتائیے.... آپ نے کیا مارا"۔ آصف نے طنزیہ کہا۔

"جس سائنس دان کو انہوں نے ہیڈکوارٹر میں اس پراسرار عمارت میں رکھا ہوا ہے.... اس سائنس دان کی تجربہ گاہ خالی پڑی ہو گی"۔

"کیوں! وہاں اور چھوٹے سائنس دان تو ہوں گے"۔

"ہوں گے تو بھی کیا.... پروفیسر انکل کو اس کے میک اپ میں وہاں بھیجا جا سکتا ہے.... اور ان کے ساتھ ہم بھی وہاں جا سکتے ہیں"۔

"بہت خوب اخلاق احمد"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"سارے باپ رے.... آپ تو ان کی تعریف کرنے پر اتر آئے"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"شکر کرو.... میں تم پر نہیں اتر آیا"۔ انہوں نے جھلا کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے.... ہمیں ایک بار پھر انشارجہ کا سفر کرنا

پڑے گا"۔

"ہاں بالکل کرنا پڑے گا۔۔۔ یہی ہماری زندگی ہے"۔

"چلو بھئی۔۔۔ تیاریاں کرو۔۔۔ سفر کرو"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اس سے پہلے ہمیں انشارجہ کے سائنس دانوں کے بارے میں کوئی رسالہ یا کتاب حاصل کرنا پڑے گی۔۔۔ خیر یہ کام تو کسی لائبریری میں ہو جائے گا"۔

"اب ہم یہاں نہیں ٹھہریں گے۔۔۔ یہاں سے نکل کر پہلے کسی دوست ملک جائیں گے۔۔۔ وہاں جا کر معلومات حاصل کریں گے اور پھر انشارجہ کا رخ کریں گے۔۔۔ دوست ملک ہماری مدد بھی اس سلسلے میں کرے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

ان کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔۔۔ آخر وہ اپنے خفیہ کارکنوں کی مدد سے وشناس سے نکل گئے۔۔۔ اگرچہ ان کی تلاش ہر طرف جاری تھی۔۔۔ صدر کی لاش کو انہوں نے جنگلی درندوں کے لیے چھوڑ دیا تھا۔۔۔ انہیں یقین تھا۔۔۔ جونہی وہ جنگل سے نکلیں گے۔۔۔ وہ اس کو چٹ کر جائیں گے۔

تین دن بعد وہ ایک دوست ملک میں تھے۔۔۔ اور دوست ملک کا صدر ان سے بہت احترام سے پیش آیا تھا۔۔۔ پھر پوری

لائبریری ان کے سامنے کر دی گئی۔۔۔ اور انہوں نے انشارجہ کے سائنس دانوں اور تجربہ گاہوں کے متعلق رسائل الگ کر لیے۔۔۔ حالیہ سائنس کی خبریں شائع کرنے والے اخبارات بھی الگ کر لیے گئے۔

تمام سائنس دانوں کے نام نوٹ کیے گئے۔۔۔ ان کی تجربہ گاہوں کے پتے لکھے گئے۔۔۔ ان کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں۔۔۔ پھر اخبارات سے موازنہ کیا گیا۔۔۔ تمام سائنس دانوں کا ذکر حالیہ خبروں میں ملا۔۔۔ سوائے ایک کے۔۔۔ اس کا کوئی ذکر کسی اخبار میں نہ ملا۔۔۔ ہاں۔۔۔ تین سال پہلے تک اس کا ذکر زور و شور سے اخبارات میں نظر آیا۔

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ یہی وہ حضرت ہیں۔۔۔ جو سمندر کے نیچے کام کر رہے ہیں"۔

"ہاں! اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"اور اس کی تجربہ گاہ یا تو بالکل فارغ پڑی ہو گی۔۔۔ یا پھر اس کے ماتحت وہاں کام کر رہے ہوں گے"۔

"اور پتا میں نے لکھ لیا ہے۔۔۔ اب یہ تو انشارجہ جا کر ہی معلوم ہو سکے گا"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔

اب انہوں نے انشارجہ کے سفر کی تیاری شروع کر
اس بار انہوں نے اس دوست ملک کے صدر کے ذریعے ا
میں داخل ہونے کا پروگرام بنایا.... سب لوگوں کے حلیے تبدیل
گئے.... ایک دو آدمی اس ملک کے بھی شامل کیے گئے.... اس
کے تعلقات انشارجہ سے بھی بہت اچھے تھے.... صدر نے ا
کے نائب صدر سے خود بات چیت کی اور اسے بتایا کہ اس
کا ایک سائنس دان ان کے ملک کی تجربہ گاہوں کا معا
سائنس دانوں سے ملاقاتیں کرنا چاہتا ہے.... انشارجہ کے
صدر نے فوراً خوش دلی سے اجازت دے دی بلکہ ہر طرح
کرنے کا بھی وعدہ کیا اور کہا کہ یہ افراد سرکاری مہمان ہوں
اس طرح ان کے راستے کی مشکلات دور کیں اور وہ
پہنچ گئے.... ان کے دورے شروع ہوئے.... وہ ایک دن
تجربہ گاہ دیکھتے اور وہاں کے سائنس دانوں سے ملاقاتیں کر
اس طرح آخر اس تجربہ گاہ کی باری آئی.... لیکن ا
انہیں بتایا گیا کہ وہ تجربہ گاہ بند پڑی ہے کیوں کہ اس کے
دان کو اغوا کرلیا گیا تھا۔

یہ خبر سن کر ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے.... ایسے میں
آداوز نے کہا۔

"اغوا کرلیا گیا تھا.... لیکن ایسی کوئی خبر پڑھنے میں تو نہیں آئی"۔

"خبر کو دبا لیا گیا ہو گا"۔

"اوہ ہاں! ان کا نام کیا ہے"۔

"پروفیسر ٹوری بان"۔

"اوہ اچھا.... شکریہ"۔

اور پھر وہ اس ہوٹل میں لوٹ آئے.... جس میں انہیں سرکاری طور پر ٹھہرایا گیا تھا۔

"اب کیا خیال ہے آپ کا"۔ دروازہ بند کرنے اور اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"صاف ظاہر ہے.... ٹوری بان ہی وہ سائنس دان ہے جو سمندر دوز ہیڈکوارٹر میں موجود ہے.... جمشید.... آج رات ہمیں اس تجربہ گاہ کی سیر کرنی ہے"۔

"بہت بہتر.... میرا خیال ہے.... اس کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا"۔

"ہاں! نظر یہی آتا ہے.... لیکن ہو سکتا ہے.... خفیہ طور پر بندوبست کیا گیا ہو"۔

"خیر.... دیکھ لیں گے.... اب ہم ان حالات سے تنگ آ گئے

ہیں.... اب یا تو کچھ معلوم کر کے رہیں گے.... یا پھر جانیں دے
دیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔

اور پھر رات کو انہوں نے ہوٹل چھوڑ دیا.... پچھلے دروازے
سے نکل کر بیرونی سڑک پر آئے اور پیدل چلتے رہے.... اس ا
فائدہ یہ ہوا کہ وہ گلیوں میں سے نکلتے رہے.... اگر کسی گاڑی کے
ذریعے جاتے تو جگہ جگہ چیکنگ کرانا پڑتی.... اور یہ بات نوٹ ہو
جاتی کہ جو مہمان سائنس دانوں سے ملنے اور تجربہ گاہوں کا جائز
لینے کے لیے آئے ہوئے تھے.... انہیں رات فلاں فلاں جگہ دیکھ
گیا۔

لہٰذا وہ صبر و شکر سے چلتے رہے.... اس طرح انہیں ایک
گھنٹے تک چلنا پڑا.... تب کہیں جا کر وہ تجربہ گاہ کے سامنے پہنچ
سکے.... وہ بھی اس لیے کہ ایک کارکن مقامی آدمی کے روپ میں
ان کے ساتھ آیا تھا ورنہ وہ گلیوں میں سے نکل کر کس طرح تجربہ
گاہ پہنچ سکتے تھے۔

تجربہ گاہ کے باہر کوئی پہرے دار نہیں تھا، لیکن اس کے تما
دروازے اور کھڑکیاں بند تھیں.... آخر فاروق کو پائپ پر چڑھنا
پڑا.... جلد ہی اس نے ایک دروازہ کھول دیا۔

"آپ لوگ اندر آ سکتے ہیں"۔

"شش شکریہ"۔ شوکی بولا۔

اندر داخل ہو کر انہوں نے دروازہ بند کر لیا.... پہلے تو پوری
تجربہ گاہ کو دیکھا گیا.... پھر پروفیسر داؤد کا کام شروع ہوا.... وہ ضروری
کاغذات اور چیزیں الگ الگ کرتے چلے گئے.... اور اپنے ساتھیوں
کو سونپتے رہے.... یہاں تک کہ ان کا کام ختم ہو گیا.... اب وہ یہ
سارا سامان لے کر واپس پہنچے۔

"یہ سامان اور یہ تمام چیزیں.... ہمیں اپنے دوست ملک میں
چاہییں، لیکن ہم ان کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے"۔

"ٹھیک ہے.... یہ کام ہمارا ہے"۔ کارکن نے کہا۔

"لیکن اس کام میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے.... اور خطرہ
بھی بہت ہے"۔

"آپ فکر نہ کریں"۔

"ہاں! تم ایسا کرو کہ فرزانہ سے اس بارے میں مشورہ کر
لو.... وہ کوئی ترکیب تمہیں بتا دے گی"۔

"جی کیا فرمایا"۔ کارکن نے حیران ہو کر کہا۔

"بھئی تم فرزانہ سے کوئی ترکیب پوچھ لو.... اس میں شرمانے
کی کیا بات ہے.... ہم بھی تو ان سے ترکیبیں پوچھتے ہیں"۔

"جج.... جی ہاں.... ٹھیک ہے"۔

اور وہ گھبرایا ہوا سا فرزانہ کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ اپنا کان میرے منہ کے پاس لائیں"۔ فرزا
مسکرائی۔

"ارے باپ رے"۔ وہ اور گھبرا گیا۔

"اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے.... آیئے"۔

اور فرزانہ اسے ترکیب بتانے لگی.... پوری بات سن کر
زور سے اچھلا.... اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... پھر ا
نے کہا۔

"اب یقیناً یہ چیزیں آپ تک پہنچ جائیں گی"۔

○☆○

ہاتھ اوپر اٹھا دو

وقت پورا ہوتے ہی وہ واپس دوست ملک کی طرف روانہ ہو
گئے.... وہاں پہنچ کر اب انہیں ان چیزوں کا انتظا کرنا تھا.... تاکہ
پروفیسران پر اپنا کام مکمل کر سکیں۔

اور کارکن اپنے ساتھی کے ساتھ وہ چیزیں لے کر سمندر
کے راستے روانہ ہوا.... ابھی تین دن تک ہی لانچ میں سفر کیا تھا کہ
ایک بحری جہاز نے انہیں روک لیا۔

"تم لوگ کہاں جا رہے ہو.... اپنے کاغذات دکھاؤ"۔

انہوں نے کاغذات دکھا دیئے.... وہ پورا بندوبست کر کے
چلے تھے.... ان کاغذات کی مدد سے وہ ماہی گیر تھے اور مچھلیاں پکڑنا
ان کا کام تھا۔

"لیکن تم ساحل سے اتنی دور کیوں نکل آئے؟"

"بس ایسے ہی گھومتے نکل آئے"۔

"اوہ خیر.... ہم اس لانچ کی تلاشی لینا چاہتے ہیں"۔

"ضرور سر.... کیوں نہیں"۔

تلاشی لینے پر انہیں اس لانچ پر صرف ماہی گیری کا سامان مل سکا.... اور انہیں جانے کی اجازت دے دی گئی۔

"یار کمال ہے.... اس وقت اگر ہم فرزانہ کی ترکیب پر عمل نہ کرتے تو پکڑے گئے تھے.... ایک نے مسکرا کر کہا۔

"اور اگر پکڑے جاتے تو بھی وہ چیزیں ان تک پہنچ جاتیں.... اس کی ترکیب تو اس حد تک ہے"۔

"ہاں واقعی.... اس نے کہا تھا کہ ان چیزوں کی تین مائیکرو فوٹو کاپیاں بنوا لی جائیں اور تین مختلف راستوں سے بھیجی جائیں.... اس وقت ان میں سے ایک میرے تمباکو پینے کے پائپ میں فٹ ہے.... اگرچہ میں نے آج تک تمباکو نہیں پیا' دوسری دو اسی طرح دو اور راستوں سے اس دوست ملک کا رخ کر رہی ہیں.... باقی کچھ دوسرا سامان تھا.... وہ کباڑخانے میں اس طرح پھینک دینے کے لیے انہوں نے کہا تھا کہ جیسے ان چیزوں کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو.... چنانچہ ان لوگوں نے ان چیزوں کی طرف تو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا"۔

"واقعی.... ماننا پڑتا ہے ان حضرات کی عقلوں کو"۔

عین اس وقت وہ جہاز پھر آتا نظر آیا۔

"ہوشیار وہ پھر آ رہے ہیں"۔

ان کے دل دھک دھک کرنے لگے.... آخر جہاز نزدیک آ گیا۔

"ہمیں کچھ شک گزرا ہے.... ہم ایک بار پھر تلاشی لینا چاہتے ہیں"۔

"تلاشی تو آپ دس بار لیں.... لیکن شک کس بات پر گزرا ہے"۔

"شک.... بس گزر گیا.... شک کا کیا ہے.... کسی بات پر بھی گزر سکتا ہے"۔

اس نے کہا.... دونوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا.... لا اس نے بالکل فاروق کے انداز میں کہا تھا۔

انہوں نے ایک بار پھر اچھی طرح تلاشی لی.... پھر ایک نے

"یہ تمباکو پینے کا پائپ ہے.... پہلے بھی ہم کافی دیر تک لانچ ہیں' لیکن ہم نے آپ کو پائپ پیتے نہیں دیکھا.... اب بھی پ نہیں پی رہے"۔

"یہ تو ایسی کوئی خاص بات نہیں.... ان دنوں میری طبیعت ب رہنے لگی ہے.... ڈاکٹروں نے پھیپھڑے میں زخم کا شبہ

ظاہر کیا ہے.... اس لیے میں نے بند کیا ہوا ہے"۔

"تب پھر ساتھ کیوں ہے"۔

"ساتھ.... عادی ہوں اس کو ساتھ رکھنے کا اور کیا"۔

"ہوں خیر.... مان لی یہ بات بھی.... اب ذرا اس میں تمباکو بھر کے ایک دو کش لگا کر دکھائیں"۔

"کیا مطلب؟" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"ہمیں اس پائپ پر شک ہے"۔

"تو آپ یہ پائپ لے جائیں اور اس کو چیک کر لیں"۔

"لے جانے کی بات ہم نہیں کریں گے.... یا پھر آپ کو ساتھ لے جائیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... میں پائپ سے کش لے کر دکھا دیتا ہوں"۔

"ضرور.... ہم یہی چاہتے ہیں"۔

"آپ تشریف رکھیں.... میں اندر سے تمباکو کی تھیلی نکال کر لاتا ہوں"۔

"ہمارا آدمی ساتھ جائے گا"۔

"تشریف لائیں"۔

اس نے کہا اور اندر کی طرف بڑھا.... ایک پولیس والا اس

کے پیچھے پیچھے اندر تک آ گیا.... تھیلی نکالنے کے بہانے کارکن نے جھک کر پستول نکال لیا اور اس کی کن پٹی پر رکھتے ہوئے غرایا۔

"ہاتھ اوپر اٹھا دو.... ورنہ تم تو گئے"۔

اس نے خوف زدہ ہو کر ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا"۔ وہ ہکلایا۔

"خود مجھے بھی نہیں معلوم کہ یہ کیا ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"اب آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس پائپ کے ذریعے تمباکو کے کش لگا کر دکھاؤں.... ہے کوئی تک"۔

"تک.... وہ تو خیر اس میں ہے"۔

"اچھا ہو گی.... اب تم خاموش رہنا"۔ یہ کہہ کر اس نے اور بلند آواز میں اپنے ساتھی کو پکارا۔

"یار قاسم.... وہ تمباکو کی تھیلی کہاں ہے.... اندر ذرا"۔

"آتا ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ بھی اندر کی طرف چلا۔

"تمہارے ساتھ بھی ایک آدمی جائے گا"۔ آفیسر نے غرا کر

"ضرور جناب.... ہم کیا اعتراض کر سکتے ہیں بھلا"۔

"نہیں نہیں.... شوق سے کر لو اعتراض"۔ وہ ہنسا۔

"جی نہیں.... بغیر اعتراض ہی بھلے ہم تو"۔ اس نے منہ بنایا اور اندر کی طرف لپکا.... اس کے پیچھے دوسرا آدمی بھی اندر داخل ہوا۔

"خبردار! تم بھی ہاتھ اٹھا دو"۔

اب اس نے پہلے کی کنپٹی سے پستول اٹھا لیا.... اور قدرے ہٹ کے دونوں پر تان دیا۔

"اب تم اپنے آفیسر سے کہو.... اپنے ساتھیوں کو لے کر لانچ سے چلے جائیں.... ورنہ ہم تم آپ دونوں کو نہیں چھوڑیں گے"۔

اب دوسرے کارکن نے بھی پستول نکال لیا۔

"یہ تم اچھا نہیں کر رہے"۔

"کوئی پروا نہیں"۔ ایک نے منہ بنایا۔

"سر.... انہوں نے ہمیں اچانک اپنے پستولوں کی زد میں لے لیا ہے.... اب اگر آپ جہاز سے چلے جاتے ہیں تو یہ ہمیں چھوڑ دیں گے.... ورنہ یہ ہمیں شوٹ کر دیں گے"۔

"کیا بکواس ہے.... تم ان کو گھیرنے کے لیے اندر گئے تھے.... نہ کہ ان کے قابو میں آنے کے لیے.... خیر اس سے ایک بات ثابت ہو گئی اور وہ یہ کہ پروفیسر ٹوری بان کی تجربہ گاہ سے چرائی ہوئی چیزیں اس لانچ پر موجود ہیں"۔

"یس سر.... لل لیکن"۔

"ہاں! لیکن تم دو گدھوں کی وجہ سے اب ہمیں ان لوگوں کے ساتھ رعایت کرنا پڑے گی.... ہم جا رہے ہیں.... لیکن کان کھول کر سن لو.... اگر تم نے ہمارے جانے کے بعد انہیں نہ چھوڑا تو پھر ہم سے برا کوئی نہ ہو گا"۔

"وہ تو خیر آپ ابھی بھی ہیں"۔ کارکن مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ سے برا تو اب بھی کوئی نہیں ہے"۔

"بکو مت.... ہم جا رہے ہیں"۔

"لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ آپ پھر لوٹ کر نہیں آئیں گے"۔

"یہ کس نے کہا ہے.... ہم لوٹ کر نہیں آئیں گے"۔

"ارے باپ رے.... اچھا خیر آ جائیے گا"۔

پولیس آفیسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ لانچ سے اتر گیا.... پھر انہوں نے جہاز کو دور جاتے دیکھا۔

"اب یہ کوئی چال چلیں گے.... لیکن ہم ان سے پہلے فرزانہ کی بتائی ہوئی ترکیب کے باقی حصے پر عمل کریں گے"۔

"کیا مطلب؟" ان دونوں کے منہ سے نکلا۔

"مطلب تو خیر ہم آپ دونوں کو نہیں بتا سکتے.... میر

دوست تم پائپ لے کر ترکیب پر عمل شروع کرو"۔ پہلے

دوسرے سے کہا۔

"نن نہیں.... میں یہاں ٹھہروں گا.... تم جاؤ"۔

"میری ابھی شادی نہیں ہوئی.... تمہارے تین بچے ہیں

پہلے نے کہا۔

"تو پھر.... اس سے کیا فرق پڑتا ہے"۔

"بہت فرق پڑتا ہے.... جو کہا ہے کرو.... ویسے بھی میں

سے بڑا ہوں.... میری بات تمہیں ماننا ہو گی"۔

"نہیں.... میں یہاں ٹھہروں گا"۔

"تم دونوں آپس میں لڑ کے فیصلہ کیوں نہیں کر لیتے"۔ ا

پولیس والے نے کہا۔

"تم خاموش رہو.... یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے"۔ پہلے

ناخوشگوار انداز میں کہا۔

اور پھر آخرکار دوسرے کو وہاں سے جانا پڑا.... ایک

بعد پانی میں ہلکا سا چھپاکا ہوا۔

"ب تم سمجھے.... ہم نے کیا ترکیب لڑائی ہے"۔

"پائپ لے کر پانی میں اتر گیا ہے.... لیکن... وہ کب

ہو سکے گا"۔

"زیادہ دیر تک نہیں.... کوئی جہاز یا کشتی اسے مل ہی جائے

گی"۔

"تب تو پھر تم بھی اس کے ساتھ کود سکتے تھے"۔

"اس صورت میں تم شور مچا دیتے.... اور جہاز پھر اس طرف

آتا"۔

"کیا ہم اب شور نہیں مچا سکتے"۔

"اگر مچاؤ گے تو مارے جاؤ گے"۔

کشتی چلتی رہی.... آخر ایک بار پھر جہاز نے اسے گھیر لیا۔

"تم دونوں زندہ ہو یا مارے جا چکے ہو"۔ پولیس آفیسر کی

آواز سنائی دی۔

"خاموش"۔ اس نے سرد آواز منہ سے نکالی۔

دونوں خاموش کھڑے رہے.... اچانک آفیسر اندر داخل

ہوا اور گولی اس کی پیشانی پر لگی.... فوراً ہی کئی پولیس والے

اندر آ گئے.... اور اس کی گولیوں کا نشانہ بن گئے.... پھر کیپٹن

کر اس پر فائرنگ شروع کی گئی اور اس قدر فائرنگ کی گئی کہ

اپنے ساتھی بھی گولیوں سے چھلنی ہو گئے.... خود لانچ پر رہ

کر گن بھی گولیوں سے چھلنی ہو گیا.... تھوڑی دیر بعد

جب لانچ کی تلاشی لی گئی تو اس پر سے وہ پائپ اور ایک کارکن کا نام و نشان تک نہ ملا.... دونوں پولیس والے اور ایک کارکن انہیں کچھ بتانے کے قابل بھی نہیں رہے تھے۔

"یہ کیا ہوا.... ہمارے آفیسر بھی مارے گئے.... اور کچھ حاصل بھی نہ کر سکے.... اور ان کے صرف ایک ساتھی نے جان دی.... دوسرا شاید سمندر میں کود گیا"۔

"سمجھ لو.... وہ بھی مارا گیا.... اس لیے کہ وہ سمندر میں بھلا کب تک تیرے گا"۔

"اوہ ہاں! یہ بات بھی ہے"۔

"تو پھر چلو.... اب یہاں رک کے کیا کریں گے.... افسوس یہ ہے کہ وہ دوسرا پائپ لے کر چلا گیا۔

"پائپ ہمیں مل جاتا تو اور بات تھی"۔

آخرکار وہ لانچ سے اتر گئے.... انہوں نے اپنے ساتھیوں کی لاشیں بھی وہیں چھوڑ دیں تھی.... لحہ بہ لحہ جہاز دور ہوتا چلا گیا.... یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہو گیا.... اس وقت اس کشتی کے نیچے سے دوسرا کارکن غوطہ خوری کے لباس میں نکلا اور لانچ پر آ گیا.... وہ تمام وقت لانچ کے نیچے ایک ہک پکڑے رہا تھا.... اور یہ بھی فرزانہ کی ترکیب کا حصہ تھا۔

ب چیزیں لانچ پر بحفاظت موجود تھیں.... پائپ اس کے پاس تھا.... لانچ اب اس دوست ملک کی طرف بڑھ رہی تھی.... اگر کوئی نہیں تھا تو اس کا ساتھی.... وہ اپنے ساتھی کی لاش کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا.... اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے.... پھر اس نے اسے کندھے پر اٹھایا اور پانی میں گرانے لگا.... اس وقت اسے اس کے الفاظ یاد آئے۔

"میں غیر شادی شدہ ہوں اور تمہارے تین بچے ہیں"۔

ایک چھپاکا ہوا اور لاش پانی میں جا گری.... اس کے بعد چھپا کے ہوتے چلے گئے.... جلد ہی کشتی لاشوں سے صاف ہو گئی۔

ساحل پر انسپکٹر جمشید وغیرہ ان کے استقبال کے لیے تیار کھڑے تھے.... لیکن دو میں سے صرف ایک کو دیکھ کر وہ چونکے۔

"کیا چیکنگ کے مرحلے سے گزرنا پڑا تھا"۔ انسپکٹر جمشید نے بے چین ہو کر کہا۔

"یس سر"۔

"اور.... اور خیر تو...." وہ ہکلائے۔

"اس نے اپنی جان اس مہم پر نثار کر دی"۔

"اوہ! انا للہ وانا علیہ راجعون"۔ ان سب کے منہ سے نکلا۔ اب ان کی آنکھوں میں بھی آنسو جھلملانے لگے.... پھر

انہوں نے اسے مبارک باد دی اور تمام چیزیں جمع کر کے تجربہ گاہ میں پہنچے.... وہاں پروفیسر صاحب بے تابانہ انداز میں ان کا انتظار کر رہے تھے۔

"اب آپ اپنا کام کریں گے اور ہم آرام"۔

"بالکل ٹھیک.... یہ تو ہوتا ہی ہے"۔ وہ مسکرائے۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی.... پروفیسر صاحب نے ریسیور اٹھایا.... پھر انہوں نے انسپکٹر جمشید کو دے دیا۔

"اس ملک کے صدر بات کرنا چاہتے ہیں"۔

"جی اچھا"۔ انہوں نے کہا.... پھر ریسیور میں بولے۔

"السلام علیکم سر"۔

"ایک الجھن پیش آ رہی ہے"۔ دوسری طرف سے پریشان آواز میں کہا گیا۔

"اور وہ کیا سر"۔

"انشارجہ کے نائب صدر کا کہنا ہے کہ یہاں سے جو وفد سائنس دانوں سے ملاقات کرنے اور تجربہ گاہوں کے معائنے کے لیے آیا تھا.... اس وفد پر ہمیں شک ہے کہ وہ ایک تجربہ گاہ سے کچھ بہت اہم چیزیں لے اڑے ہیں"۔

"آپ ان سے کہہ دیں.... یہ ان کا وہم ہے"۔

"میں کہہ چکا ہوں.... لیکن وہ مطمئن نہیں ہو رہے.... اور وفد سے ملاقات چاہتے ہیں"۔

"تو ٹھیک ہے.... کرا دیں ہماری ان سے ملاقات"۔

"بہت خوب.... یہ ہوئی نا بات.... آپ اسی وقت سفر کی تیاری کر لیں"۔

"جی.... کیا مطلب.... کیا ہمیں سفر کرنا پڑے گا"۔

"ہاں! انہوں نے آپ لوگوں کو پھر انشارجہ بلایا ہے"۔

"کیا!!!" وہ دھک سے رہ گئے۔

○☆○

دوسرا حصہ ختم ہوا

اچھی بات ہے

اس کیا نے ان سب کو انسپکٹر جمشید کے آگے جمع کر دیا' کیونکہ یہ کیا' حد درجے خوفناک تھا۔

"آپ نے کیا فرمایا ہمیں دوبارہ جانا پڑے گا"۔

"ہاں! وہ اسی بات پر اڑے ہوئے ہیں.... میں نے تو ان سے کہا تھا کہ اپنا کوئی آدمی اطمینان کرنے کے لیے ادھر بھیج دیں.... لیکن وہ نہیں مانتے.... ان کا کہنا ہے کہ نہیں وفد کو ہی دوبارہ وہاں بھیجا جائے.... تاکہ وہ اپنی تفتیش مکمل کر سکیں"۔

"اچھی بات ہے.... ہم ذرا مشورہ کر لیں"۔

"مشورہ.... کیا مطلب.... اس میں مشورہ کرنے کی کیا ضرورت ہے"۔

"یہ مشورہ کرنا ہے کہ اب کیا کیا جائے"۔

"لیکن کیوں.... جن چیزوں کی گم شدگی کا ذکر کیا گیا ہے.... کیا وہ آپ لوگوں نے چرائی ہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"کیا!!!" صدر صاحب زور سے چلائے۔

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے"۔

"اف مالک! آپ لوگوں نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا کہ پروگرام کیا ہے.... اب میں تو پھنس گیا"۔

"نہیں! آپ نہیں پھنسیں گے.... اسی لیے میں نے کہا تھا.... ہم ذرا مشورہ کر لیں"۔

"اچھی بات ہے.... ذرا جلدی سے مشورہ کر لیں"۔ انہوں نے فکرمندانہ آواز میں کہا۔

"آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے.... ہم آپ سے کہہ چکے ہیں.... آپ پر کوئی الزام نہیں آئے گا"۔

"اچھا!" اس نے کہا۔

اور پھر وہ مشورہ کرنے لگے۔

آخر صدر صاحب کو فون کیا گیا۔

"ہم جانے کے لیے تیار ہیں.... لیکن آپ انشارجہ کے صدر کو فون کر کے ایک بات کر دیں"۔

"اور وہ کیا"۔

"یہ کہ آپ نے ہمیں گرفتار کر لیا ہے.... اور آپ ہم

لوگوں کو ان کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنے آدمی بھیج کر ہمیں یہاں سے لے جائیں.... آپ وہاں تک پہنچانے کی ذمے داری نہ لیں"۔

"او کے"۔ اس نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد پھر ان کا فون موصول ہوا۔

"میں نے بات کر لی ہے.... ادھر سے ان کی خاص پولیس آ رہی ہے"۔

"بس ٹھیک ہے.... اب آپ ہمیں گرفتار کروالیں"۔

"جی کیا فرمایا.... میں اور آپ کو گرفتار کرالوں"۔

"ہاں! تاکہ انہیں آپ کے بارے میں کوئی شک نہ رہ جائے"۔

"اچھی بات ہے.... میں سمجھ گیا"۔

"شکریہ بہت بہت"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے تھا.... آپ لوگوں نے مجھے بہت بڑی الجھن سے بچالیا"۔

"اس قسم کی کوئی الجھن بھی پیش آجائے تو آپ تو ہمیں آئندہ بھی بلا سکتے ہیں.... آپ نے ہمارا ساتھ دیا ہے.... ہم زندگی بھر آپ کو ساتھ دینے کی کوشش کریں گے.... ہاں مگر اپنے دین کے

خلاف کوئی کام کرنا ہمیں پسند نہیں.... چاہے کوئی بھی کرانا چاہے.... اور نہ ہی اپنے ملک کے خلاف کوئی کام کر سکتے ہیں"۔

"فکر نہ کریں.... میں اس قسم کا کوئی کام آپ لوگوں سے نہیں لوں گا"۔

اور پھر انشارجہ کی خاص پولیس وہاں پہنچ گئی.... ان سب کو ان کے حوالے کر دیا گیا تھا.... اس سے پہلے وہ تمام کاغذات کا نہ صرف مطالعہ کر چکے تھے.... بلکہ باقی چیزوں کا بھی معائنہ کر چکے تھے.... اور ان کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کر چکے تھے.... یعنی چیزوں کے ضائع ہونے کا اب کوئی امکان نہیں رہا تھا۔

پولیس نے فوراً انہیں حراست میں لے لیا.... اور پھر جہاز پر بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

۲۱ گھنٹے کی پرواز میں جہاز تین گھنٹے کے لیے ایک جگہ رکتا ہے.... جب سامان اور وہ جہاز سے اتر آئے تو انہیں ایک ہوٹل میں لایا گیا.... انہیں ایک الگ اور خاص کمرے میں بند کر دیا گیا۔

"دوست ملک کے صدر کو ہر قسم کے الزام سے بچانے کے لیے ہم نے گرفتاری دی تھی.... اب ہم اس جگہ سے فرار ہو جائیں تو پھر انشارجہ ہمارے دوست ملک کو کچھ نہیں کہہ سکے گا"۔

"ہاں ٹھیک"۔

اس کمرے سے نکل کر فرار ہونا ان کے لیے ذرا بھی مشکل ثابت نہ ہوا.... انہیں باندھا نہیں گیا تھا.... لہٰذا وہ محمود کے چاقو کی مدد سے ایک کھڑکی توڑ کر نکل آئے اور پھر اپنے خاص طریقوں سے پھر دوست ملک پہنچ گئے.... لیکن اب انہوں نے اس ملک کے صدر کو اپنے بارے میں کوئی اطلاع نہ دی.... ادھر ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات میں اس وفد کے فرار ہونے کی خبریں زور و شور سے نشر ہوئیں.... انشارجہ کے صدر کو بھی فون کیا گیا' لیکن اس نے لاعلمی ظاہر کی۔

اس طرح وہ ایک بار پھر ایک جگہ جمع ہو گئے.... پروفیسر داؤد ان چیزوں میں گم ہو گئے.... انہیں تمام لٹریچر کا مطالعہ کرنا تھا.... اور جو چیزیں وہ لائے تھے.... ان کا معائنہ کرنا تھا.... اور اس میں بہت وقت لگ سکتا تھا.... لیکن وہ انتظار کرنے کے سوا کر بھی کیا سکتے تھے.... وہ انتظار کرتے رہے.... ایسے میں خوب باتیں کی گئیں.... محاورات کے طوفان اٹھائے گئے.... ضرب الامثال کے دریا بہائے گئے.... اور ایک دن وہ اسی طرح باتوں کے سیلاب میں بہت دور جا رہے تھے.... جب ان کی زندگی کا عجیب دن شروع ہوا۔

"یار آخر پروفیسر انکل کب فارغ ہوں گے.... کہیں ہم انتظار کرتے کرتے بوڑھے نہ ہو جائیں"۔ آصف کہ رہا تھا۔

"ارے باپ رے.... اس قدر خوفناک بات نہ کہو"۔ آفتاب گھبرا گیا۔

"اس بات میں خوفناکی کہاں سے آ کودی"۔ اخلاق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"عقل سے پیدل لوگوں کو اس بات میں خوفناکی نظر آ بھی نہیں سکتی"۔ آفتاب بولا۔

"تب میں اعلان کرتا ہوں.... میں بھی عقل سے پیدل ہوں"۔ اشفاق نے کہا۔

"مم.... مگر.... خوفناک بات تو اس میں مجھے بھی کوئی نظر نہیں آ رہی"۔ خان رحمان نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دیکھا! آفتاب نے انکل کو بھی عقل سے پیدل کر دیا ہے"۔

"میں نے' نہیں تو.... یہ مجھ پر سراسر الزام ہے"۔

"اس سے پہلے کہ ہم میں نہ جانے کتنے عقل سے پیدل ہو جائیں.... ہمیں آفتاب سے پوچھ لینا چاہیے کہ اس نے یہ بات کیوں کہی"۔ محمود مسکرایا۔

"بھئی اگر ہم انتظار کرتے کرتے بوڑھے ہو گئے تو بڑی پارٹی بنے گا.... وہ کس حد تک بوڑھے ہو جائیں گے"۔

"اوہ! تو یہ بات تھی"۔ باقی لوگوں نے ہنس کر کہا۔

"ہاں جی! یہی بات تھی"۔ اس نے فوراً کہا۔

"اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ہم پروفیسر داؤد کو غصہ دلائیں جوش دلائیں"۔

"یہ کیا مشکل ہے.... ابھی دلا دیتے ہیں"۔ محمود نے کہا۔

"تو پھر چلو.... جب یہ کوئی مشکل نہیں ہے تو ابھی کر لیتے ہیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی چھوٹی پارٹی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے ارے.... یہ کیا' تم تو سچ مچ اٹھ کھڑے ہوئے.... بیٹھ جاؤ.... اور انہیں اطمینان سے اپنا کام کرنے دو"۔

"تب پھر اس طرح آپ سب حد درجے بوڑھے ہونے کے لیے تیار ہو جائیں.... صرف بوڑھے تو ہم لوگ ہوں گے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اچھا بابا.... جاؤ"۔ انہوں نے جل کر کہا۔

"شکریہ"۔ وہ ایک ساتھ بولے اور سب کے سب اس جگہ پہنچے... جو پروفیسر داؤد کے لیے بنائی گئی تھی اور جس جگہ ان کے علاوہ کوئی نہیں آتا جاتا تھا.... وہ بھی صرف کھانے پینے وغیرہ کے لیے ہی آتے تھے.... پھر آ کر بیٹھ جاتے اور اپنے کام میں ڈوب

جاتے تھے.... اس وقت بھی وہ کام میں اس درجے ڈوبے ہوئے تھے کہ ان سب کے آنے کی بھی انہیں کوئی خبر نہ ہو سکی۔

"انکل"۔ فرحت نے دبی آواز میں کہا۔

ان پر اس آواز نے کوئی اثر نہ کیا۔

"انکل"۔ فرحت نے ذرا اس سے اونچی آواز نکالی' لیکن ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

"انکل"۔ رفعت نے ان کے کان کے قریب جا کر زور سے کہا۔

وہ اچھل پڑے.... ان کی آنکھوں میں خوف چھا گیا۔

"کیا ہوا بھئی.... خیر تو ہے.... اندھیرا ہو گیا کیا"۔

"جی اندھیرا.... نہیں تو.... دن نکلا ہوا ہے اور سورج چمک رہا ہے"۔

"بالکل.... جھوٹ"۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"جی کیا فرمایا.... جھوٹ! آپ جانتے ہیں.... ہم جھوٹ نہیں بولتے"۔

"اوہ شاید میں نیند میں ہوں.... ہاں کہو.... کیسے آئے"۔

"آپ کو غصہ دلانے"۔ فاروق نے کہا۔

"کیا کہا.... غصہ دلانے"۔
"ہاں! بلکہ آپ کو جوش دلانے"۔ محمود نے کہا۔
"میں سمجھا نہیں"۔
"آپ مہربانی فرما کر تھوڑا غصہ کھا لیں.... تھوڑا جوش
لیں"۔
"اس میں تو خیر شک نہیں.... کہ مجھے اس وقت بھو
محسوس ہو رہی ہے.... لیکن کھانے کی یہ چیزیں تو میں اس وقت
سکتا ہوں.... جب کھانے کی اصل چیزیں بالکل ختم ہو جائیں ا
میرا خیال ہے' ہماری پوزیشن اس وقت ایسی نہیں ہے"۔
"آپ ٹھیک کہتے ہیں.... لیکن پوزیشن ایسی ہونے میں کیا
لگتی ہے"۔
"جب ہو جائے گی.... تو جو تم کہو گے.... کھا لوں گا"۔
بولے۔
"لیکن انکل.... ہم ابھی اور اسی وقت آپ کو کھلانا چا
ہیں"۔
"خیر.... لاؤ.... کھا لیتا ہوں"۔ انہوں نے تنگ آ کر کہا۔
"اب ہم آپ کو دیں کیا.... بس آپ کھا جائیں غصہ
جوش"۔

"ارے تو سیدھی طرح بتاؤ.... بات کیا ہے"۔ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔
"ہمارے ذہنوں میں ایک بات آئی ہے"۔
"تب وہ ضرور کوئی زوردار بات ہو گی"۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔
"جی ہاں! آپ بھی سن لیں.... آپ کا کام ختم ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے.... کہیں ہم انتظار کرتے کرتے بوڑھے نہ ہو جائیں"۔
"اوہ! بس اتنی سی بات"۔
"آپ کے خیال میں یہ کوئی خاص بات نہیں ہے"۔
"نہیں.... اس لیے کہ ایسا نہیں ہو گا"۔
"اور اگر ہو گیا تو جانتے ہیں.... کیا ہو گا.... ہم تو صرف بوڑھے ہوں گے اور آپ لوگ یعنی بڑی پارٹی کیا ہو جائے گی.... وہ سوچ لیں"۔
"اوہ ہاں! یہ بات تو واقعی خوفناک ہے.... لیکن تم فکر نہ کرو' ایسا وقت نہیں آئے گا"۔
"آخر کیسے نہیں آئے گا.... آپ ہمارا اطمینان کرائیں نا"۔

"میں اپنا کام پورا کرنے ہی والا ہوں"۔

"اوہ اچھا.... یہ تو آپ نے خوشی کی خبر سنائی"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"یہی تو مشکل ہے"۔ پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

"خوشی کی خبر میں مشکل.... یہ کیا بات ہوئی"۔

"تم کیا جانو.... کیا بات ہے.... جب تم سنو گے تو خوشی تم لوگوں کے چہروں پر سے اس طرح غائب ہو جائے گی جیسے گدھے کے سر سے سینگ"۔

"ارے باپ رے.... اگر وہ اس طرح غائب ہو گئی تو پھر ہم کس طرح اس کو تلاش کریں گے"۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"تم فکر نہ کرو.... بس"۔

"جی نہیں.... ہم فکر نہیں کرتے.... اب ذرا یہ بتا دیں.... آپ ہمیں یہ خبر کب سنا رہے ہیں کہ آپ کا کام مکمل ہو گیا ہے"۔

"بس ایک دو دن کے بعد"۔

"دیکھ لیں.... کہیں ایک دو دن بعد آپ پھر یہی نہ کہہ دیں.... کہ بھئی ایک دو دن اور لگیں گے اور اس کے ایک دو دن بعد پھر آپ یہی کہہ دیں اوہ ایک دو دن اور لگیں گے اور اس کے...."۔

مکھن جلدی جلدی کہہ رہا تھا کہ پروفیسر داؤد نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"بس بس.... اتنا ہی کافی ہے.... شوکی تم میرے پاس ٹھہرو.... باقی لوگ جا سکتے ہیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی انکل.... کیا آپ صرف شوکی کو بتائیں گے"۔

"نہیں! پہلے میں ایک تجربہ کروں گا.... پھر تم لوگوں کو بلا کر بات بتاؤں گا"۔

"پتا نہیں.... آپ کیا تجربہ کرنا چاہتے ہیں.... کیا شوکی ہی اس تجربے کے لیے کام آ سکتا ہے.... ہم میں سے کوئی اور نہیں"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"یہ بات نہیں.... تم میں سے ہر ایک پر میں وہ تجربہ کر سکتا ہوں.... میں نے تو یونہی ایک نام لے دیا تھا"۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے.... شوکی ہی پر تجربہ کر لیں"۔ آصف نے کہا۔

"بہت خوب"۔ وہ مسکرائے۔

اور جب وہ لوگ بڑی پارٹی کے پاس چلے گئے.... ان کے

لٹکے ہوئے منہ دیکھ کر وہ مسکرا پڑے۔

"کیوں... نہیں ہوئی کامیابی"۔

"جوش اور غصہ دلانے کی ضرورت پیش نہیں آئی"۔

"کیوں کیوں"۔

"ان کا کہنا ہے... وہ اپنا کام قریب قریب مکمل کر چکے ہیں"۔

"تب تو تمہیں خوش ہونا چاہیے"۔

"ان کا کہنا ہے کہ خبر سن کر خوشی ہم سب کے چہروں سے اس طرح اڑ جائے گی جیسے گدھے کے سر سے سینگ"۔

"اوہ... یہ تو واقعی پریشان کن بات ہے"۔

"اور انہوں نے تجربے کے لیے شوکی کو اپنے پاس رکھ لیا ہے"۔

"کیسا تجربہ"۔

"یہ تو وہی جانیں... ہمیں کیا معلوم"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"خیر کوئی بات نہیں... ہو جائے گی معلوم"۔

عین اس وقت انہوں نے شوکی کی چیخ سنی۔

O☆O

بچہ پارٹی

وہ سب اس جگہ کی طرف دوڑ پڑے جہاں پروفیسر داؤد اور
کی موجود تھے... شوکی بت بنا نظر آیا اور پروفیسر داؤد اسے حیرت
انداز میں دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہم لوگ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ کیا ہوا؟" انسپکٹر جمشید نے
م آواز میں کہا۔

دونوں چونکے... ان کی طرف مڑے اور پھر انہیں شوکی کے
ے پر خوف ہی خوف نظر آیا۔

"ہم... میں... انکل کی بات سن کر چیخا تھا"۔

"اسی لیے کہا تھا کہ تم یہاں نہ ٹھہرو، ہم میں سے کوئی ٹھہر
ہے... کم از کم ہم چیختے تو نہ"۔

"اس بات کا تجربہ تو اب بھی کیا جا سکتا ہے"۔ شوکی نے
را کر کہا۔

"ک کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ انکل نے مجھے ایک خبر سنائی ہے.... یہ خبر کو سن کر چیخا تھا.... اگر آپ لوگ اس خبر کو سن کر نہ ٹھیک.... ورنہ آپ میں اور مجھ میں کیا فرق رہ جائے گا"۔

"تو بتایئے انکل.... ان شاء اللہ ہم نہیں چیخیں گے"۔

"بھئی دیکھ لو.... سوچ لو"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"ہم آپ کو دیکھ تو پہلے ہی رہے ہیں.... سنیں گے اس جب آپ بات بتائیں گے"۔ آفتاب بولا۔

"انکل! یہ اس طرح نہیں مانیں گے.... آپ ان پر بج کر ڈالیں"۔

"یوں مزا نہیں آئے گا"۔ انہوں نے عجیب سے انداز کہا۔

"تب پھر کیسے آئے.... جیسے بھی آئے.... بس اب آئیں"۔ خان رحمان نے منہ بنایا۔

"حد ہو گئی.... اب تو بڑے بھی چھوٹوں کے رنگ میں گئے ہیں"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کیا رنگ رنگ لگا رکھی ہے.... کہیں میں تم سب رنگ دوں"۔ انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

"اسے کہتے ہیں ہینگ لگے نہ پھٹکڑی، رنگ چوکھا آ

فرحت ہنسی۔

"حد ہو گئی ایسے موقعے پر نہیں کہتے.... تم نے زبردستی لفظ رنگ شامل کرنے کے لیے یہ بولا ہے"۔ آفتاب نے اسے گھورا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا.... اب اتنی سی بات پر لڑو گے.... پھر تو بتا چکے پروفیسر انکل"۔ فاروق نے جواب میں اسے گھورا۔

"ہائیں میں بتا بھی چکا.... تب تو شوکی بے چارہ ہار بھی گیا"۔ پروفیسر داؤد نے افسوس کا اظہار کیا۔

"یہ کیا بات ہوئی انکل.... میں کیسے ہار گیا"۔

"بھئی یہ چیخے جو نہیں"۔

"اوہ ہاں یاد آیا.... بات ہو رہی تھی چیخنے کی.... آپ کیا کہہ رہے تھے پروفیسر صاحب.... اس طرح مزا نہیں آئے گا"۔

"ہاں! مزا.... بالکل نہیں آئے گا.... اگر میں نے سب کو ایک ساتھ بتا دیا.... لہٰذا میرے پاس ایک ایک کر کے سب لوگ باری باری آئیں"۔

"ٹھیک ہے.... میں آپ کے پاس ٹھہرتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"نہیں جمشید.... پہلے بچہ پارٹی.... محمود تم میرے پاس ٹھہر جاؤ"۔

"میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات کیا ہو گی"۔

"نہیں ہو گی نا.... بلکہ اس سے بڑھ کر چیخنے کی بات کیا ہو گی"۔ شوکی نے منہ بنایا اور سب وہاں سے ہٹ گئے۔

جلد ہی انہوں نے محمود کے چیخنے کی آواز سنی.... اور پھر اس طرح باری باری سب کو ہی چیخنا پڑا.... اور اس طرح ان سب کو وہ بات بھی معلوم ہو گئی جو پروفیسر صاحب انہیں بتانا چاہتے تھے۔

"کیا آپ یقین سے کہ سکتے ہیں کہ ایسا ہی ہو گا"۔

"ہاں! ہمارے ہاتھ جو مواد لگا ہے.... یا جو کاغذات لگے ہیں.... وہ یہی کہ رہے ہیں"۔

"لیکن.... سوال یہ ہے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں.... ہمیں کیا کرنا ہو گا"۔

"ہمیں ان کے ہیڈکوارٹر میں جانا ہو گا اور بس.... اس ہیڈکوارٹر کو اور ابطال پارٹی کو ختم کرنا ہو گا.... اور اس سائنس دان کو بھی.... ورنہ ہم کہیں کے نہ رہیں گے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... اس قدر خوفناک بات تو آج تک سنی نہ دیکھی.... میرے خیال میں تو ایسا ہونا ممکن نہیں ہے"۔

"ان کے الفاظ یاد کرو.... انکا کہنا ہے کہ وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو چکے ہیں.... گویا وہ کامیاب تجربہ کر چکے ہیں....

[...]ف اس تجربہ کو ہم پر طاری کرنے والا کام رہتا ہے"۔

"اور اس کام میں انہیں ابھی کچھ وقت لگے گا.... جونہی یہ [...]ت ختم ہوا ہماری مصیبت آ جائے گی"۔

"خیر.... اس کا مطلب ہے.... ابھی ہمارے پاس وقت ہے"۔

"ہاں! وقت ہے.... لیکن کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا.... کہ وہ [...]ب اپنا پروگرام شروع کر دیں"۔

"مم.... مجھے تو ڈر لگ رہا ہے"۔

"میرا خیال ہے.... ڈرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ڈر کو الٹا [...]ڈرا دیا جائے"۔ شوکی نے کہا۔

"ہاں شوکی.... تم نے ٹھیک کہا.... ڈرنے کے بجائے الٹا ڈر کو ڈراؤ"۔ پروفیسر صاحب بولے۔

"آج کل تو پروفیسر انکل اور شوکی میں گاڑھی چھن رہی ہے"۔ محمود مسکرایا۔

"تلی چھننے میں کیا دیر لگتی ہے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ہاں تو.... اب آپ کا پروگرام کیا ہے؟"

"میرا کچھ کام باقی ہے.... اور وہ یہ ہے کہ وہ سمندر دوز [...]لات کس چیز سے بنائی گئی ہے.... اب میں اس پر کام کر رہا

ہوں.... اور ایک دو دن تک ضرور یہ بات جان لوں گا.... بلکہ اس قسم کا مادہ بنا کر تم لوگوں کو دکھا دوں گا"۔

"لیکن ہمارا کام مادہ بنا لینا نہیں.... اس مادے کو تباہ کرنا ہے"۔

"پہلے مادہ بنانے کا مرحلہ ہے.... پھر اس پر تباہ کرنے کے لیے تجربات ہوں گے"۔

"تو پھر انکل.... جلد از جلد بنا ڈالیے.... اب تو ہم باتیں کرتے کرتے بھی تھک گئے ہیں.... بلکہ باتیں تک تھک گئیں ہیں ہمیں کرتے کرتے"۔

"کیا کہا.... باتیں ہمیں کرتی ہیں"۔

"ہاں اور کیا.... اس دنیا میں تو یہی ہوتا ہے.... اس ہاتھ دے' اس ہاتھ لے"۔ محمود بولا۔

"لاؤ"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"یہ لو"۔ اس نے فاروق کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔

"یہ کیا.... یہ تو صرف ہاتھ ہے"۔

"ہاں تو اور کیا.... ہاتھوں میں ہاتھ دینا کوئی معمولی بات ہے"۔

"چپ پتا نہیں.... میرا خیال ہے.... اب ہمیں پروفیسر

صاحب کو اکیلا چھوڑ دینا چاہیے تاکہ یہ اپنا کام کر سکیں"۔

"بالکل بالکل"۔

اور وہ چلے آئے.... تیسرے دن پروفیسر داؤد نے انہیں اپنے گرد جمع کر لیا۔

"میں نے وہ مادہ تیار کر لیا ہے.... جس سے وہ عمارت بنائی گئی ہے"۔

"مم.... مبارک ہو انکل.... پروفیسر صاحب"۔ سب نے ایک ساتھ کہا۔

"مبارک باد کی ضرورت نہیں.... میں نے اپنا کام کیا ہے اور اب تم لوگوں کو اپنا کام شروع کرنا ہے"۔

"ہم پوری طرح تیار ہیں"۔

"بہت خوب! پہلے یہ سن لو کہ میں نے یہ مادہ تیار کس طرح کیا ہے.... میں نے ایسی تمام چیزیں یہاں جمع کی تھیں.... جن کو آگ نہیں لگتی.... جن پر کوئی تیزاب اثر نہیں کرتا.... جن پر پانی اثر نہیں کرتا.... جن پر گولی.... یا بم اثر نہیں کرتا.... جن پر کوئی اور اثر نہیں کرتا.... ایسی تمام چیزیں میں نے جمع کیں.... ان کا تجزیہ کیا.... پھر اس بات کا جائزہ لیا کہ ان میں سے کن کن چیزوں کو آپس میں ملایا جا سکتا ہے.... پھر ان میں مختلف چیزیں ملا ملا کر

تجربہ کرتا رہا.... یہ کام بہت مشکل ثابت ہوا.... اس لیے کہ میرے پاس فارمولا تو تھا نہیں.... بس میں جتا رہا.... آخر اس طرح میں یہ مادہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گیا.... دیکھو یہ میں نے تھوڑا سا تیار کیا ہے"۔

یہ کہ کر انہوں نے ایک بکس کھولا.... اس میں جامنی رنگ کا مادہ تھا.... اس قسم کے مادے کی عمارت وہ بنی ہوئی دیکھ چکے تھے۔

"میں اب کچھ حصہ لے کر آگ لگانے کی کوشش کرتا ہوں"۔

"لیکن آپ اس کا ایک حصہ الگ کرلیں گے"۔

"ابھی یہ خام حالت میں ہے.... پختہ میں نہیں.... پختہ حالت میں لانے کے لیے اسے دھوپ میں رکھنا پڑے گا.... پھر یہ الگ الگ بھی نہیں ہو گا"۔

"اوہ اچھا.... خیر"۔

اب انہوں نے اسے آگ لگائی.... لیکن وہ نہ جلا.... گرم تک نہ ہوا' پھر اس پر تیزاب ڈالے گئے.... پھر بھی اس کا کچھ نہ بگڑا' پانی ڈالا گیا.... اس کا کچھ نہ بگڑا.... اور کئی چیزیں اس پر استعمال کی گئیں.... کچھ نہ بنا۔

"تم لوگوں نے دیکھ لیا.... اب میں اس کا وہ حصہ دکھاتا ہوں.... جسے میں نے دھوپ میں مسلسل رکھا ہے.... اب اس میں سے الگ کر کے دکھائیں"۔

انہوں نے اس مادے کا کچھ حصہ الگ کرنے کی کوشش شروع کر دی.... وہ اگرچہ نرم تھا.... ملائم تھا.... بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اس میں سے کچھ حصہ توڑنا بہت آسان ہے.... لیکن ایسا نہ ہو سکا.... وہ اس سے ایک ذرہ بھی الگ نہ کر سکے.... محمود کے چاقو تک کی مدد سے اسے نہ کھرچ سکے۔

"نہیں پروفیسر صاحب.... ہم اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے"۔

"بہت خوب! اب دیکھو.... میرے پاس امونیا گیس مائع حالت میں موجود ہے.... میں اس کا ایک قطرہ اس مادے کے ایک طرف ڈالتا ہوں"۔

یہ کہ کر انہوں نے امونیا گیس اس پر ڈالی.... فوراً دھواں اٹھنے لگا.... اور وہ مادہ غائب ہونے لگا.... یہاں تک کہ تمام مادہ جو اس میں تھا.... دھواں بن کر اڑ گیا۔

"ارے یہ کیا.... صرف ایک قطرہ.... سارے مادے کو اڑا دینے کا سبب بن گیا"۔

"ہاں! یہ ہے ہمارے پاس وہ ہتھیار.... لیکن.... اس سے ہم صرف اس عمارت کو تباہ کر سکتے ہیں.... وہاں جو آلات لگے ہیں.... ان کا مسئلہ الگ سے حل کرنا پڑے گا"۔

"آپ فکر نہ کریں.... وہ ہم کر لیں گے.... ہمارے لیے اصل مسئلہ وہ عمارت تھی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں خیر.... ابا جان.... اصل مسائل تو ابظال' سرالک' روگان' اور موتال بھی ہیں"۔

"ارے ہاں! ان کا بھی مسئلہ ہے.... لیکن خیر.... پہلے مسئلہ ہے' وہاں تک پہنچنے کا"۔

"ہم کل سے ہی اپنا سفر شروع کر دیں گے.... آگے جو اللہ کو منظور"۔

"بالکل ٹھیک.... کیا خیال ہے اب آرام نہ کیا جائے"۔

"ان حالات میں آرام کی کسے سوجھتی ہے.... بس یونہی لیٹ جاتے ہیں.... نیند تو کوسوں دور چلی جاتی ہے.... یوں بھی ہم اپنے ملک میں تو پڑے نہیں ہیں.... ایک دوست ملک میں ہیں اور اب تو گمنامی کی حالت میں ہیں.... اپنا آپ دوست ملک کے صدر پر بھی ظاہر نہیں کر سکتے.... ورنہ ہو سکتا ہے' وہ ہمیں انشارجیہ کے حوالے کر دے"۔

"نہیں خیر.... اب تو وہ ایسا نہیں کریں گے.... ایک بار حوالے کر چکے ہیں.... اب ان کی ذمے داری تو رہ نہیں گئی"۔

"ہاں! یہ بھی ہے.... تو یہ طے رہا.... ہم کل اپنا سفر شروع کریں گے"۔

"ہاں بالکل"۔

اور پھر وہ سب سونے کے لیے لیٹ گئے.... اسمان پر چاند چمک رہا تھا.... ستارے پوری طرح نکلے ہوئے تھے۔

"نیند.... کا کیا کریں.... یہ آخر ہم سے ناراض کیوں ہو گئی"۔

"ہم نے بھی تو اس کو ناراض کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی.... آخر ہم کب اس کا احترام کرتے ہیں' حالانکہ نیند بہت اہم چیز ہے.... یہ اگر نہ آئے تو انسان پاگل ہو جاتا ہے"۔ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ہم نیند اڑانے والی باتیں کر رہے ہیں اور یہ کوئی اچھی بات نہیں"۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں اور کیا.... پتنگ اڑانے والی باتیں کر سکتے ہیں.... مذاق اڑانے والی باتیں کر سکتے ہیں"۔

"اس سے کہیں بہتر ہے.... سو جاتے ہیں.... اتنی لمبی چوڑی

باتیں نیند نہیں اڑائیں گی تو اور کیا کریں گی"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"اوہو! یہی مصیبت ہے.... نیند ہی تو نہیں آ رہی"۔

"اب کیا ہم اسے لوری سنائیں"۔ خان رحمان نے جل بھن کر کہا۔

"ک.... کسے؟" خان رحمان' پروفیسر داؤد کے انداز میں بولے۔

"جی.... نیند کو اور کسے"۔

"لیجیے.... اب نیند صاحب کو الٹا لوریاں سنائی جایا کریں گی"۔

"اور نیند صاحبہ پھر بھی نہیں آئے گی"۔

"خیر.... یہ تو نہیں کہا جا سکتا.... ہو سکتا ہے.... لوری سن کر خوش ہو جائے اور آ جائے"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"آئے بڑے نیند کے طرف دار"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"اور تم ٹھہرے نیند کے دشمن"۔

"میرا خیال ہے.... آج کی تاریخ میں نیند صاحبہ پر بہت بات ہو چکی.... اب تو ہمیں سو ہی جانا چاہیے"۔

"یہی تو مصیبت ہے.... کیسے سو جائیں.... نیند ہی تو نہیں آ

رہی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

یہ ایک بہت بڑا ہال تھا اور ان سب کی چارپائیاں اس ہال میں بچھائی گئی تھیں.... صرف پروفیسر داؤد کو ان سے الگ رکھا گیا تھا.... وہ بھی ان کی اپنی خواہش پر۔

"نیند آئے یا نہ آئے.... بس سب لوگ سو جائیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"حد ہو گئی.... آخر کیسے سو جائیں"۔

"اچھا بابا.... نہ سوؤ.... ہمارا کیا جاتا ہے"۔ منور علی خان نے جھلا کر کہا۔

"شکر ہے.... منگل انور علی خان کی آواز تو سنائی دی"۔ مکھن نے خوش ہو کر کہا۔

"شکریہ مکھن.... تم نے مجھے منگل انور علی خان بنا دیا.... میں بھی سوچا کرتا تھا کہ اپنا نام بدل ڈالوں"۔

"تت.... تو آپ اپنا نام منگل انور علی خان رکھ رہے ہیں"۔ مکھن نے بوکھلا کر کہا۔

"تم کہتے ہو تو یہی رکھ لوں گا.... ورنہ کسی اور نام پر بھی غور ہو سکتا ہے"۔

"ارے آ گئی"۔ محمود چلایا۔

"کک.... کون آ گئی"۔

"جی نیند.... اور کون"۔

اور پھر واقعی وہ سوتے چلے گئے.... صبح سویرے محمود کی آنکھ کھلی.... اسے اذان کی آواز سنائی دی.... اس نے گھڑی دیکھی.... روشن دان سے صبح کی کوئی علامت ابھی نظر نہیں آ رہی تھی.... جب کہ اس وقت تک روشن دان سے ہلکی سی.... میلی سی روشنی نظر آنے لگتی تھی۔

"یہ آج صبح کی روشنی کیوں نظر نہیں آ رہی.... فاروق اٹھو"۔

فاروق نے آنکھیں کھول دیں۔

"تمہیں صبح صبح کی روشنی کی ایسی کیا خاص ضرورت تھی کہ مجھے بھی جگا دیا"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"بھئی میں نے تو نماز کے لیے جگایا ہے.... آج شاید سب گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں"۔

"رات نیند جو نہیں آ رہی تھی.... اب آئی ہے تو تم جگانے پر تل گئے ہو"۔

"نہیں تو.... میں ترا تو نہیں ہوں"۔

"کیا ہوا.... کیا باتیں کر رہے ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا کی

آواز سنائی دی۔

"صبح کی نماز کا وقت ہو چکا ہے.... لیکن ابھی تک صبح کی روشنی نظر نہیں آئی.... ہم جب نماز کے لیے جاتے ہیں تو صبح کی روشنی بہت بھلی لگتی ہے"۔

"ہاں! یہ تو ہے.... خیر ہو جائے گی روشنی' ایسی بھی کیا جلدی ہے"۔ خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

"تم بھی کمال کرتے ہو خان رحمان"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کوئی بات نہیں.... تم میرے کمال کی داد دے دو.... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا"۔

"معلوم ہوتا ہے ہم سب ان سب کے انداز میں باتیں کرنے کے عادی ہو گئے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا گھبرا کر بولے۔

"آپ خود وقت دیکھ لیں"۔

اب سب نے گھڑیوں کی طرف دیکھا.... واقعی نماز کا وقت ہو چکا تھا"۔

"بھئی ہو سکتا ہے.... آسمان پر ابر ہو"۔

"ابر صاحب بھی نظر نہیں آ رہے"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"آؤ.... پہلے نماز ادا کریں.... پھر اس پہلو پر غور کریں گے"۔

سب لوگ مسجد کی طرف چلے.... فرزانہ، فرحت اور ر...
نے وہیں وضو کرنا شروع کیا۔

وہ مسجد میں داخل ہوئے ... ب لوگوں کے چہروں پر حی...
اور خوف نظر آیا.... وہ بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے، کیونکہ ...
جب جماعت کھڑی ہوئی تھی تو مسجد میں اس قدر اندھیرا نہیں تھا
جب کہ آج مکمل طور پر اندھیرا تھا اور وقت ہر روز والا تھا۔

"کہیں آج سب کی گھڑیاں تو آگے نہیں ہو گئیں"۔ فار...
بڑبڑایا۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ آصف نے اسے گھورا۔

اور پھر نماز ادا کی گئی.... نماز کے بعد لوگوں میں کھسر پھ...
شروع ہو گئی.... سب ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔

"آؤ جمشید.... گھر چلیں.... میں وہاں چل کر بتاؤں گا.... ...
کیا ہے"۔

ایسے ... پروفیسر داؤد نے ... سر... انداز میں کہا۔

○☆○

وہ رہا جزیرہ

...ن سب نے حیران ہو کر پروفیسر داؤد کو دیکھا.... اور پھر
خاموشی سے ان کے ساتھ اپنے ٹھکانے پر آ گئے.... بیٹھنے کے بعد
سب نے ان پر نظریں جما دیں۔

"آپ، میں کیا بتانا چاہتے ہیں؟؟"

"اب تک جو بات چھپاتا رہا ہوں"۔

"جی.... کیا مطلب.... آپ ہم سے کوئی بات چھپاتے رہے
ہیں"۔

"ہاں! پروفیسر ٹوری بان کے کاغذات اور چیزوں کا بغور مطالعہ
اور معائنہ کرنے کے بعد میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا تھا.... پھر میں
سمندر دوز عمارت کے مادے پر تجربات کرنے میں لگ گیا اور تم
لوگوں کو وہ بات نہ بتائی.... لیکن اب بتانے نہ بتانے سے کوئی فرق
نہیں پڑتا.... اس لیے کہ اب شاید ابظال وغیرہ نے اپنے پروگرام
میں تبدیلی کر لی ہے.... اور یہ تبدیلی تین صدروں کی موت اور

پروفیسر ٹوری بان کی تجربہ گاہ میں چوری کے بعد کی گئی ہے.... ورنہ ابھی ان کا پروگرام شروع نہ ہوتا"۔

"آخر وہ پروگرام کیا ہے"۔

"آدھ گھنٹہ اور ٹھہر جائیے.... اور مجھے ایک کام اور کر لینے دیں"۔

یہ کہہ کر وہ اٹھ کر اندرونی حصے میں چلے گئے اور وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔

"انہوں نے تو ہمیں اور زیادہ فکر میں ڈال دیا ہے"۔

"وہ خود بھی کم فکر مند نہیں ہیں"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔ خان رحمان بولے۔

"آمین"۔ سب ایک ساتھ بولے۔

اور پھر نصف گھنٹہ اور گزر گیا.... پروفیسر داؤد اندرونی حصے سے نکل کر ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

"کیا اب بھی کوئی بات پوچھنے کی ضرورت رہ گئی ہے"۔

"نن.... ہاں"۔ وہ بولے۔

"گویا ضرورت نہیں ہے اور ہے بھی"۔

"ہا.... نن"۔ فاروق بولا۔

"اچھا خیر.... اب تک سورج نکل آنا چاہیے تھا....

نہیں نکلا.... آسمان پر کوئی ستارہ نظر نہیں آ رہا.... آسمان پر بادل بھی نہیں ہیں.... اگر.... ابھی رات کا وقت ہے تو ستارے کہاں ہیں.... دن نکل آیا ہے تو سورج کہاں ہے.... دن کی روشنی کہاں ہے"۔

"اف مالک.... کیا آج سے یہاں روشنی نہیں ہوگی"۔

"تم نے کیا کہا.... آج.... اگر بات صرف آج کی ہے تو کوئی بات نہیں.... ایک دن کا کیا ہے.... گزر جائے گا.... لیکن یہ بات آج کی نہیں ہو سکتی"۔

"کک.... کیا مطلب"۔

"اب میں یہ کہنے پر مجبور ہوں.... تین بڑے دشمنوں نے اسلامی ملکوں کے خلاف جو منصوبہ ترتیب دیا تھا.... وہ یہی تھا.... اس منصوبے کا ذکر وہ بار بار کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گئے ہیں.... ان کا منصوبہ یہ تھا.... اسلامی ملکوں میں سورج نہ طلوع ہونے دیں"۔

"کیا!!!"

وہ سب ایک ساتھ چلائے.... ان کے چہروں پر دہشت ہی دہشت نظر آ رہی تھی۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"اس کے لیے انہوں نے ایک طریقہ ایجاد کیا ہے.... ابھی تک اس سلسلے میں کوئی اشارہ ان کاغذات میں نہیں ملا.... یہ کاغذات اس منصوبے کے ابتدائی حصہ کے ہیں.... بعد والے حصے کے نہیں ہیں.... لہٰذا ان سے صرف یہ اندازہ ہو گیا تھا.... کہ منصوبہ کیا ہے.... وہ اس پر کس طرح عمل پیرا ہوں گے.... اس کے علاوہ کوئی اشارہ نہیں ملا تھا"۔

"آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے.... سورج تو اللہ کے حکم سے نکلتا ہے اور غروب ہوتا ہے"۔

"بالکل.... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سورج طلوع نہیں ہو رہا ہے.... سورج اس وقت بھی آسمان پر طلوع ہو چکا ہے.... اور دنیا میں روشنی پھیلا رہا ہے.... لیکن اسلامی ملکوں پر نہیں"۔

"آخر کیسے.... یہ ہماری دھوپ کس طرح روک سکتے ہیں"۔

"یہی تو دیکھنا ہے.... ویسے تو اس کا سیدھا سادہ حل یہ ہے کہ ہم ان کی وہ عمارت تباہ کر دیں.... اب ہمارے لیے عمارت تباہ کرنا بھی کوئی مشکل کام نہیں.... صرف امونیا گیس وہاں لے جانا ہو گی"۔

"لیکن پروفیسر انکل.... وہاں جانا بھی تو خالہ جی کا گھر نہیں

ہے"۔ شوکی نے کہا۔

"یہ تم لوگوں کا کام ہے.... میرا نہیں"۔ انہوں نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"ہم ذرا اپنے ملک کی اور چند دوسرے اسلامی ملکوں کی خبر کیوں نہ لے لیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

اور پھر انہوں نے پہلے بیگم شیرازی کے گھر فون کیا.... اپنے گھر اس لیے نہ کیا کہ کہیں فون کے ذریعے یہ اندازہ نہ لگا لیں کہ وہ کہاں سے بول رہے ہیں۔

"ہیلو.... کون بات کر رہا ہے"۔ انہوں نے آواز بدل کر کہا۔

"جی فرمائیے.... آپ کون ہیں؟" دوسری طرف سے بیگم شیرازی کی آواز سنائی دی۔

"یہ میں ہوں"۔

"ہائیں.... آپ .. اف خدا.... آپ کہاں ہیں.... آپ کو تو شاید پتا بھی نہ ہو کہ یہاں کیا مصیبت نازل ہو گئی ہے"۔

"کیا مصیبت نازل ہوئی ہے.... جلدی بتائیں"۔ انہوں نے اسی بدلی ہوئی آواز میں پھر کہا.... جس سے وہ سمجھ گئیں کہ فون پر ان کا نام نہیں لیتا ہے"۔

"یہاں دن ہی نہیں نکل رہا ہے"۔

"آپ کا مطلب ہے.... دن نکلنے کا وقت نہ جانے کب کا ہو چکا ہے.... اور سورج کا کوئی پتا نہیں' جب کہ آسمان پر بادل بھی نہیں ہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"بس ٹھیک ہے.... یہی معلوم کرنا تھا.... کیونکہ جس جگہ میں ہوں.... وہاں بھی یہی حالت ہے"۔

"اوہ آخر یہ کیا چکر ہے"۔

"بہت جلد بتاؤں گا"۔ یہ کہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

اب گھر فون کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی.... بیگم شیرازی یہ بات بیگم جمشید کو بتانے ہی والی تھیں.... انسپکٹر کامران مرزا نے اپنے گھر فون کیا.... وہاں بھی یہی حال تھا.... شوکی برادرز نے اپنے گھر فون کیا' وہاں بھی یہی حال تھا.... انہوں نے چند دوسرے اسلامی ملکوں کے خفیہ کارکنوں سے فون پر بات کی.... اور انہیں معلوم ہو گیا کہ پوری اسلامی دنیا اس مصیبت میں گرفتار ہے اور بری طرح پریشان ہے۔

"ابھی تو اسلامی دنیا کو یہ معلوم نہیں کہ مصیبت جلد ختم ہونے والی نہیں اور اس کے اثرات کیا ہوں گے.... ورنہ بے شمار

لوگ تو مارے خوف کے ہی مر جائیں"۔

"جی کیا مطلب.... اگر پوری اسلامی دنیا میں کافی مدت تک سورج نہ نکلا تو کیا ہو گا.... ذرا اس پر بھی تو روشنی ڈالیے"۔ اخلاق نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی.... اس قدر اندھیرے میں روشنی کہاں سے ڈالیں گے پروفیسر صاحب"۔ فاروق نے بھنا کر کہا۔

"یار تم تو چپ رہو.... وہ ڈال لیں گے کہیں نہ کہیں سے"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"بھئی دھوپ سے زندگی ہے.... یہ درخت' پودے' اناج' پھل' ہماری صحت' ان تمام چیزوں کا نظام دھوپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ چلا رہا ہے.... دھوپ نہ ہو تو بس سمجھ لو.... یہ تمام چیزیں نہیں ہوں گی.... اور پھر اندھیرے کا خوف.... کوئی چھوٹا سا خوف تو نہیں ہے.... ذرا سوچو.... دن اگر نکلے ہی نا.... تو ہم غریبوں کا کیا بنے گا"۔

"حالات واقعی حد درجہ خوفناک ہیں' ہماری امید سے زیادہ خوفناک ہیں.... اور اس پر مصیبت یہ کہ دشمن کے ہیڈکوارٹر تک پہنچنا ممکن نظر نہیں آ رہا.... ہم اس جزیرے کو اب کیسے تلاش کریں.... سمندر کوئی چھوٹی سی جگہ تو ہے نہیں"۔

"اس سلسلے میں سمندر پر لڑاکا طیاروں کے ذریعے نیچی
پروازیں کی جا سکتی ہیں"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔
"اور لڑاکا طیارے تو ہمارے دروازے پر کھڑے ہیں نا"۔
آصف نے جل بھن کر کہا۔
"ان کا انتظام اب کیا مشکل رہا ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔
"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔
"اس مصیبت سے کون سا اسلامی ملک نہیں نکلنا چاہے
گا.... اب تو ہر اسلامی ملک ہمارے ایک اشارے پر ہمارا ساتھ
دینے کے لیے تیار ہو جائے گا.... لہٰذا طیاروں کی کیا کمی ہے.... پہلے
تو ہم اس ملک کے صدر سے بات کرتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے
فوراً کہا۔

"اوہ ہاں! یہ بات ٹھیک رہے گی"۔
اور پھر انھوں نے صدر کو فون کر دیا.... ان کے نام سن کر
صدر صاحب اچھل ہی تو پڑے۔
"اف مالک.... آپ لوگ ابھی تک میرے ملک میں ہی
ہیں"۔
"آپ نے ہمیں ان کے حوالے کر دیا تھا.... بس آپ کی
ذمے داری ختم ہو گئی تھی.... اب انشارجہ آپ کو کوئی الزام نہیں

دے سکتا"۔
"ہاں! یہ تو ہے.... لیکن اسے معلوم ہو گیا تو وہ ایک بار
پھر مجھ پر دباؤ ڈال سکتا ہے"۔
"کوئی پروا نہ کریں.... جب وہ دباؤ ڈالے، تو آپ اس سے
کہ دیں.... تمام اسلامی ملکوں سے یہ اندھیرا ہٹا دے.... مصنوعی
اندھیرا.... اس کے مجرموں کو اس کے حوالے کر دیا جائے گا"۔
"کک.... کیا مطلب.... کیا یہ اندھیرا انشارجہ نے مسلط کیا
ہے"۔
"یہ ان لوگوں کا ہی منصوبہ ہے.... اور اسی منصوبے کے
خلاف ہم کام کر رہے تھے.... لیکن وہ بہت پہلے اس میں کامیابی
حاصل کر چکے تھے.... اس لیے ہم اس اندھیرے کو روک نہیں
سکے.... تاہم اب اس سے ٹکرانے کا ارادہ رکھتے ہیں"۔
"کک.... کس سے.... اندھیرے سے"۔ صدر کے لہجے میں
حیرت ہی حیرت تھی۔
"نہیں.... انشارجہ، بگال اور وشاس سے.... ان تین بڑے
ملکوں نے یہ منصوبہ بنایا ہے"۔
"اوہ.... اوہ"۔ وہ بولے۔
"اب آپ بتائیں.... آپ اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتے

ہیں یا ہم اپنے ملک سے بات کریں گے.... مسئلہ تو یہ سب کا
ہے"۔

"آپ کا مطلب ہے.... اندھیرے کی یہ مصیبت صرف
ہمارے ہاں نہیں.... باقی اسلامی ملکوں میں بھی ہے"۔

"اوہ"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"بلکہ اسلامی ملکوں کے علاوہ بھی شاید.... باقی ملک اس
اندھیرے کی زد میں آسکتے ہیں.... کچھ ایسے غیر اسلامی ملک بھی تو
ہیں.... جن کو یہ ملک پسند نہیں کرتے.... کیونکہ وہ عام طور پر
مسلمان ممالک کا ساتھ دیتے ہیں"۔

"ہوں! آپ نے تو میری پریشانی اور بڑھا دی.... خیر.... آپ
مجھ سے کیا چاہتے ہیں"۔

"چند لڑاکا طیارے"۔

"کک.... کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"چند لڑاکا طیارے.... جن کے ذریعے ہم سمندر پر نیچے
پرواز کر سکیں.... اس لیے کہ ہمیں ایک جزیرے کی تلاش ہے"۔

"جزیرے کی تلاش ہے.... کیا مطلب"۔

"یہ تفصیلات ہم ملاقات ہونے پر آپ کو بتا دیں گے.... یہ
لمبی چوڑی باتیں ہیں"۔

"لڑاکا طیاروں کا کوئی مسئلہ نہیں.... آپ جب چاہیں....
کینٹ آ جائیں.... ہم آپ لوگوں کے استقبال کے لیے تیار ہوں
گے"۔

"دیکھئے.... آپ کہیں انشارجہ سے سازباز نہ کر لیجئے گا.... یہ
لوگ اس شرط پر آپ کے ملک سے اندھیرا تو دور کرنے کا وعدہ کر
لیں گے.... لیکن جب آپ ہمیں ان کے حوالے کر دیں گے تو یہ
اپنے وعدہ سے پھر جائیں گے.... ورنہ اگر یہ لوگ تمام اسلامی ملکوں
سے اس اندھیرے کو دور کرنے کا وعدہ کر لیں اور اس پر قائم رہنے
کی گارنٹی دے دیں.... تو ہم تو خود اپنے آپ کو ان کے حوالے کر
دیں گے"۔

"نن نہیں.... میں نے ایسی کوئی بات نہیں سوچی"۔ صدر
نے گھبرا کر کہا اور وہ مسکرا دیئے۔

وہ جان گئے تھے کہ صدر یہ بات سوچ چکا ہے.... اور اسی پر
ل کرے گا.... کیونکہ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ اس اندھیرے کا کچھ
بگاڑ سکیں گے اور اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے.... لہٰذا
نہ میں ان لوگوں کو انشارجہ کے حوالے کر کے فائدہ
لے.... اس خیال کے آتے ہی انہوں نے فوراً ریسیور رکھ دیا
لے۔

"ہمیں فوری طور پر اس جگہ سے کوچ کرنا ہے.... میں نے یہاں کے صدر سے بات کر کے غلطی کی ہے.... وہ ہمیں گرفتار کر کے انشارجہ کے حوالے کرنا چاہتا ہے.... جلدی کرو"۔

اور پھر وہ وہاں سے افراتفری کے عالم میں نکل آئے.... جلد از جلد اس جگہ سے دور ہوتے چلے گئے.... پھر ایک پبلک فون سے انسپکٹر کامران مرزا نے صدر کو فون کیا.... اپنا نام بتانے کے بعد بولے۔

"آپ نے اچھا نہیں سوچا تھا.... اس سوچ کی آپ کو قیمت ادا کرنا پڑے گی.... تمام اسلامی ملکوں سے اندھیرا ان شاء اللہ دور ہو جائے گا.... لیکن آپ کے ملک سے نہیں.... آپ ہمیں گرفتار نہیں کر سکے.... نہ کر سکیں گے.... اسی طرح انشارجہ' بیگال او وشاس اگر ڈرتے ہیں تو ہم چند افراد سے.... ورنہ یہ تو بڑے بڑے ملکوں کو خاطر میں نہیں لاتے.... اور سب سے بڑی طاقتیں ہم سے ڈرتی ہیں تو آپ چیز کیا ہیں.... اس بات کا اندازہ آپ صرف اس سے لگا لیں کہ انشارجہ ہمارے بدلے آپ کے ملک سے اندھیرا ہٹانے کی شرط منظور کر لے گا.... لیکن مشکل پھر وہی ہو گی.... ایسا عارضی طور پر کرے گا.... جب ہم اس کے قبضے میں چلے جائیں گے.... وہ کسی سے کوئی نرمی نہیں کرے گا"۔

"م.... میں معافی مانگتا ہوں.... میں نے غلط بات سوچی تھی.... اب میں آپ کا پوری طرح ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں"۔

"آپ اب بھی جھوٹ بول رہے ہیں اور اس جھوٹ کی سزا بھی ہم آپ کو دیں گے"۔

"اے! تم میرے ملک میں ہوتے ہوئے مجھ کو ہی دھمکیاں دے رہے ہو"۔

"ہاں! دے رہے ہیں.... تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو"۔

"میں بہت جلد تم لوگوں کو گرفتار کر لوں گا.... اور انشارجہ کے حوالے کر دوں گا"۔

"تم ضرور یہ کوشش کر کے دیکھو"۔

اور وہ وہاں سے بھی رخصت ہو گئے.... جلد ہی وہ اس ملک سے باہر نکل چکے تھے.... جب کہ پولیس ان کے لیے ماری ماری پھر رہی تھی۔

"اب ہمیں لڑاکا طیارے اپنے ملک سے حاصل کرنا پڑیں گے.... اور خود ہمیں بھی اپنے ملک ہی جانا پڑے گا"۔

"تو چلیے چلتے ہیں.... اپنے وطن کی یاد بھی بہت آ رہی

"ہوں ٹھیک ہے"۔

تین دن بعد وہ وطن پہنچ گئے.... یہ کام ان کے لیے ذرا بھی مشکل ثابت نہ ہوا.... انہوں نے پہلے صدر سے ملاقات کی... انہیں حالات سنائے.... پورا ملک اس وقت بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا.... وقت دن کا تھا.... لیکن روشنی غائب تھی.... لڑاکا طیارے کی بات کرنے کے بعد وہ اپنے گھروں میں بھی گئے.... کیونکہ اس مہم میں کامیابی کے امکانات صرف ایک فیصد تھے.... اور ناکامی کے امکانات ۹۹ فیصد.... یہ بات انہوں نے اپنے گھر والوں کو بتا دی... لیکن وہ تو پہلے ہی ان حالات کے عادی تھے۔

آخر ملنے ملانے کے بعد لڑاکا طیاروں کے ذریعے انہوں نے سمندر میں اس جزیرے کی تلاش شروع کر دی.... تین دن کی مسلسل کوشش کے بعد انہیں بتایا گیا کہ وہ جزیرہ سمندر میں کس جگہ ہے"۔

"تب پھر اب ہم بحری سفر کے ذریعے نہیں جائیں گے لڑاکا طیاروں سے ہی اس جگہ کود جائیں گے اور جزیرے پر جائیں گے"۔

"لیکن جمشید.... اب ایسا کرنا ممکن نہیں رہ گیا"۔ پروفیسر داؤد نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ سب ان کی طرف مڑے۔

"لڑاکا طیاروں کی پروازوں کو نوٹ کر لیا گیا ہے.... اور اب جب ہم سمندر میں اتریں گے تو فوراً ہی وہ ہمارا کام تمام کر دیں گے.... تم کیا سمجھتے ہو.... وہ آرام سے بیٹھے ہماری کارروائیاں دیکھتے رہیں گے"۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے.... تو پھر کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں سمندر کا سفر ہی کرنا ہوگا"۔

"ہاں! اور وہ بھی میک اپ میں.... ماہی گیروں کا ایک جہاز لے کر.... اس میں بہت سے ماہی گیر سوار کر کے"۔

"اوہ.... ہم سمجھ گئے"۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

ماہی گیروں کا ایک بحری جہاز حاصل کیا گیا.... اس میں ماہی گیر بھی سوار کیے گئے.... اور وہ سب لوگ بھی.... اس طرح ان کا یہ سفر شروع ہوا.... جزیرے کی سمت کا اندازہ جنگی طیارے کر ہی چکے تھے.... لہٰذا وہ سیدھے اس کی طرف روانہ ہوئے.... تین ماہ تک وہ چلتے رہے.... لیکن اس جزیرے کا کہیں نام و نشان تک نہ ملا.... اس دوران اسلامی ملکوں کے حالات بہت ردی ہو گئے.... زندگی طلن سے دور بھاگتی ہوئی محسوس ہونے لگی.... ان کے رنگ زردی مائل ہو چکے تھے.... پودے درخت فصلیں سوکھ چکے تھے....

سرکاری ذخیروں میں اناج وغیرہ کی مقدار بہت کم رہ گئی تھی.... ماہرین نے خیال ظاہر کیا تھا کہ اگر تین ماہ اور یہ حالت رہ گئی تو تمام اسلامی ملک بھوکوں مرجائیں گے"۔

ان خبروں نے انہیں بری طرح پریشان کر دیا.... ادھر اس جزیرے کا کوئی سراغ نہیں لگ رہا تھا.... ایک دن انہیں سامنے سے ایک جہاز آتا نظر آیا.... اس جہاز والوں سے انہوں نے پوچھا.... وہ کہاں جا رہے ہیں۔

"ہم پاک لینڈ جا رہے ہیں"۔

"پاک لینڈ... بھلا پاک لینڈ یہاں سے کتنا دور ہے"۔

"صرف بارہ گھنٹے کے راستے پر"۔

"کیا!!!"

وہ سب ایک ساتھ چلا اٹھے.... ان کے چہروں پر حیرت اور خوف نظر آنے لگا۔

"کیوں! کیا ہوا؟"

"ہم تین ماہ سے سمندر میں سفر کر رہے ہیں.... یہ سفر پاک لینڈ سے شروع ہوا تھا اور ہم ابھی صرف بارہ گھنٹے کے فاصلے پر پہنچے ہیں.... کیا یہ بات حیرت کی نہیں ہے"۔

"ہمارے خیال میں تو اس سے زیادہ حیرت کی کوئی بات ہو

ہی نہیں سکتی"۔

"شکریہ.... آپ جائیں.... ہم دیکھ لیں گے"۔

جہاز آگے بڑھ گیا.... اور وہ پروفیسر داؤد کے گرد جمع ہو گئے۔

"یہ کیا چکر ہے؟"

"یہ وہی چکر ہے جس چکر میں ہم ایک مدت سے چکرا رہے ہیں.... اور جس چکر سے ہم نکل نہیں پا رہے.... یعنی برمودا ٹرائی اینگل جیسا چکر"۔ پروفیسر داؤد برا سا منہ بنا کر بولے۔

"لیکن اس چکر سے نکلنے کے لیے ہم کیا کریں"۔

"ہمیں اس جہاز کو چھوڑ کر کسی اور جہاز میں سوار ہو جانا چاہیے.... اور تو کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی"۔

انہوں نے سفر جاری رکھا اور وہ کر بھی کیا سکتے تھے.... تین دن بعد ایک جہاز آتا نظر آیا.... اس کے کپتان سے بات کی گئی.... اس نے بتایا کہ وہ پاک لینڈ کی طرف جا رہا ہے.... اور پاک لینڈ سے تین ماہ کے فاصلے پر ہے"۔

ایک بار پھر وہ دھک سے رہ گئے.... صرف چند دن میں وہ تین ماہ کا فاصلہ کیسے طے کر گئے تھے.... یہ بات ان کی سمجھ سے باہر

تھی.... ایسے میں فرزانہ بلند آواز میں چلائی۔

"ارے.... وہ رہا جزیرہ"۔

○☆○

امید کی کرن

ان سب کی نظریں جزیرے کی طرف اٹھ گئیں.... ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... جس جزیرے کی تلاش میں وہ اتنے دنوں سے بھٹک رہے تھے.... وہ اس طرح اچانک ان کے سامنے آ جائے گا.... یہ تو انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔

ادھر دوسرے جہاز والوں نے جب اس جزیرے کو دیکھا تو مارے خوف کے چلانے لگے.... کپتان چلایا۔

"جلدی کرو.... جہاز کا رخ بدل دو"۔

عین اسی وقت سمندر میں چھالیں اچھلنے لگیں.... اس قدر بلند کہ پہاڑوں سے بھی اونچی.... دونوں جہاز ان چھالوں کی پوری طرح زد میں تھے.... اور کسی ننھے منے کھلونے کی طرح اوپر نیچے ہو رہے تھے.... انہیں اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی.... ایک بار ایسا ہوا کہ وہ ایک چھال کے ذریعے اوپر اٹھتے جا رہے تھے.... تو دوسری طرف دوسرا جہاز ایک چھال کے ساتھ نیچے جا رہا تھا.... اس لیے

انہوں نے جہاز والوں کے چہروں پر بے پناہ خوف دیکھا.... یوں جیسے
موت نے انہیں گھیرے میں لے لیا ہو.... پھر انہیں جہاز نیچے ہی
نیچے جاتا نظر آیا.... انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ سمندر کے کسی
کنوئیں میں اترتا چلا جا رہا ہو"۔

"اف مالک.... یہ تو نیچے ہی نیچے جا رہا ہے"۔ فرحت نے
بے تابانہ انداز میں کہا۔

"ابھی اوپر اٹھ آئے گا.... فکر نہ کرو"۔ انسپکٹر جمشید
بڑبڑائے۔

وہ اس کی طرف نظریں جمائے رہے.... جہاز ابھی تک نیچے
جا رہا تھا.... نیچے اور نیچے۔

"اف! یہ.... ہم کیا دیکھ رہے ہیں"۔ خان رحمان کانپ
گئے۔

اتنے میں ان کا جہاز بھی نیچے جانے لگا۔

"اب شاید ہماری باری ہے، نیچے جانے کی.... اور اس کی
باری ہے اوپر آنے کی"۔

"لیکن.... وہ.... وہ ابھی تک ابھرتا نظر نہیں آیا.... گویا وہ
مسلسل نیچے جا رہا ہے"۔

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے.... آخر کو تو اس کو اوپر آنا ہی ہو

گا"۔

"یہ ضروری نہیں"۔ انسپکٹر جمشید کھوئے کھوئے انداز میں
بولے۔

"جی کیا مطلب؟"

"شاید یہ جہاز اب کبھی نہ ابھر سکے"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... اس میں تو قریباً ۸۰۰ سو مسافر
سوار ہوں گے"۔

"ہاں! یہ بات ہے.... لیکن سمندر میں جگہ کی کوئی کمی تو ہے
نہیں"۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"تن نہیں.... پھر تو ہم بھی گئے کام سے"۔

"یہ ضروری نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیوں.... ضروری کیوں نہیں؟"

"برمودا میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے.... کوئی جہاز مسافروں
ت تباہ ہو جاتا ہے.... کوئی صرف جہاز تباہ ہوتا ہے.... اور کبھی
ف مسافر غائب ہو جاتے ہیں، خالی جہاز کسی جگہ مل جاتا ہے....
لات میں کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"اوہ ہاں! یہ بات تو خیر ہے.... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا

کریں"۔

اسی وقت سمندر کی سطح پر سکون ہو گئی.... ان کا جہاز سطح پر تیرتا نظر آیا اور دوسرے جہاز کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔

"وہ جہاز پورا کا پورا مسافروں سمیت غرق ہو گیا"۔ آصف نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اور وہ جزیرہ بھی ایک بار پھر غائب ہے"۔

"گویا امید کی کرن غائب ہو گئی"۔

"ہاں.... اس کی تلاش ہمیں پھر سے شروع کرنا پڑے گی"۔

انسپکٹر کامران مرزا اداس انداز میں مسکرائے۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم سفر کس سمت میں شروع کریں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جس سمت میں پہلے جا رہے تھے"۔ خان رحمان نے فوراً جواب دیا۔

"ہاں! یہی ٹھیک رہے گا"۔ منور علی خان نے ان کی تائید کی۔

عین اس لمحے ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں.... انہیں اپنے سامنے ایک ساحل نظر آ رہا تھا اور یہ ساحل کسی جزیرے کا نہیں.... کسی ملک کا تھا.... بلکہ اچھی طرح جانا پہچانا

تھا۔

"یہ کیا.... یہ تو ہم اپنے ملک پہنچ گئے"۔

"چلو یہ اور اچھا ہوا.... اب ہم نئے سرے سے یہ سفر شروع کرتے ہیں.... ساحل کا رخ کرنے کی کیا ضرورت ہے.... لوگ کہیں گے.... اس قدر جلد ناکام واپس بھی لوٹ آئے آپ لوگ"۔

"میرا خیال ہے جمشید.... ہمیں یہ جہاز بدل دینا چاہیے"۔

ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی۔

"اوہ.... اچھا.... تب پھر ہمیں چند دن اپنے گھروں میں گزارنا ہوں گے"۔

"کوئی حرج نہیں"۔

وہ ساحل پر پہنچ گئے.... ساحل پر موجود لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے.... ان سب کے چہروں پر حیرت ہی حیرت نظر آ رہی تھی۔

"آپ لوگ اس قدر حیران کس بات پر ہیں"۔

"آپ کے ناکام لوٹ آنے پر.... ملک کے بچے بچے کو آپ کا انتظار ہے.... اور آپ کے انتظار کے ساتھ انہیں سورج کی روشنی کا انتظار ہے"۔

"ابھی تو ہم نے اپنا سفر شروع کیا ہے بھئی"۔

"ابھی آپ نے اپنا سفر شروع کیا ہے.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔ بندر گاہ کے ایک آفیسر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہاں کیوں.... ابھی ہم چند دن پہلے تو یہاں سے روانہ ہوئے تھے.... آپ سب لوگوں نے ہمیں دعاؤں کے ساتھ روانہ کیا تھا.... لیکن ایک حادثے کے تحت ہم واپس ساحل پر آ گئے ہیں اور اب نئے سرے سے سفر شروع کر رہے ہیں"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" آفیسر کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟"

"آپ چند دن پہلے نہیں.... ساڑھے تین ماہ پہلے روانہ ہوئے تھے"۔

"کیا کہا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

ان کی آنکھیں پھیل گئیں.... پھر انسپکٹر جمشید سنبھل کر بولے۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں"۔

"ہم نہیں.... آپ.... یہ دیکھیں میری گھڑی.... اس میں کیا تاریخ ہے بھلا"۔

"۲۴ اگست"۔ وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"اور آپ کس تاریخ کو روانہ ہوئے تھے"۔ آفیسر نے پوچھا۔

"۹ مئی کو"۔

"بالکل ٹھیک.... اب اپنی گھڑیوں کو دیکھیے"۔ آفیسر مسکرایا۔

"ہماری گھڑیوں کو آپ دیکھیں"۔

"جی کیا مطلب؟"

"بس دیکھیں"۔

انہوں نے اپنی کلائیاں آگے کر دیں.... ان پر صرف ۱۳ مئی کی تاریخ تھی.... گویا صرف ۴ دن پہلے وہ سفر پر روانہ ہوئے تھے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"پتا نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے.... لیکن بات یہی ہے.... آپ بے شک دیکھ لیں"۔

"آپ سب نے اپنی گھڑیوں پر تاریخ بدل رکھی ہے"۔

"اور ہم ایسا کیوں کریں گے.... خیر.... یہ بات آپ کی سمجھ میں آنے والی نہیں.... ہم البتہ سمجھ گئے ہیں.... آپ کل کے اخبارات میں اس کی وضاحت پڑھ لیجیے گا.... لیکن سوال یہ ہے کہ یہاں جتنے لوگ کھڑے ہیں.... ان سب کے چہرے مردوں جیسے کیوں نظر آ رہے ہیں"۔

"ہم سب آہستہ آہستہ موت کے منہ میں جا رہے ہیں.... اناج کے ذخائر ختم ہوتے جا رہے ہیں.... اوپر سے پیداوار ختم ہو چلی ہے.... درخت سوکھ گئے ہیں.... پودے سوکھ گئے ہیں.... جسموں سے خون نچڑتا چلا جا رہا ہے.... ہر طرف خوف کا ایک عالم ہے.... جو ملک کے تمام انسانوں پر طاری ہو چکا ہے.... اور یہ حالت صرف ہمارے ملک کی نہیں.... تمام اسلامی ممالک کی ہے.... صرف چند اسلامی ملک ایسے ہیں.... جن کی دھوپ بند نہیں ہوئی.... اور وہ ایسے ہیں جو پہلے ہی انشارجہ وغیرہ کے مکمل طور پر غلام چلے آ رہے ہیں"۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

اور پھر وہ شہر پہنچے.... شہر کے حالات دیکھ کر ان کے دل خون کے آنسو رونے لگے.... وہاں واقعی ساڑھے تین ماہ گزر چکے تھے.... پہلے وہ دفتر گئے.... سارا دفتر ان کے گرد جمع ہو گیا۔

"یہ کیا.... آپ آ گئے.... دھوپ نہیں آئی"۔

"ہم ابھی وضاحت کرتے ہیں"۔

"لیکن دھوپ کے بغیر آپ کی وضاحتیں کس کام کی"۔ ایک انسپکٹر نے منہ بنا کر کہا۔

"ہم پہلے وضاحت کریں گے.... پھر آپ اپنے تبصرے کر

لیجیے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"اچھا کریں وضاحت"۔

انہوں نے وہی وضاحت کی.... جو برموڈا ٹرائی اینگل والے کیس میں کی گئی تھی.... لوگ دم بخود رہ گئے۔

"اس طرح تو آپ بار بار واپس آتے رہیں گے.... اور ہم سب.... بلکہ پوری اسلامی دنیا موت کے غار میں چلی جائے گی"۔

"ہم سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں.... کوشش میں اگر کہیں کمی نظر آئی ہو تو بتائیں"۔

"ٹھیک ہے جمشید.... ہمیں تم سے کوئی گلہ نہیں.... لیکن جمشید.... ہمارا بنے گا کیا.... ہم سب تو بے موت مر جائیں گے.... اگر ایک دو ماہ تک اور دھوپ نہ ملی ہم سب تو گئے کام سے.... دوسرے ہر وقت کی تاریکی نے عالم اسلام کو اس قدر پریشان کر دیا ہے کہ سب لوگ اعصابی مریض بنتے جا رہے ہیں.... ان گنت بیماریاں پھیل گئی ہیں.... اور ان بیماریوں کا علاج صرف اور صرف دھوپ ہے.... دھوپ نہیں ہو گی تو ڈاکٹر بھی کچھ نہیں کر سکیں گے.... ماہر ترین ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اب ہم دھوپ کے بغیر صرف ایک یا دو ماہ اور زندہ رہ سکیں گے.... اس کے بعد مرنا شروع ہو جائیں گے.... لیکن اس سے بہت پہلے غذاؤں کے ذخیرے ختم

ہو جائیں گے.... یہ زمانہ گندم کی کٹائی کا زمانہ تھا.... لیکن نہ دھوپ
نکلی.... نہ کوئی کونپل آگی.... بلکہ زمین سے سر بھی نہیں ابھارا....
اس کا مطلب ہے.... زمین سے جو پودے سر ابھارتے ہیں.... یہ
بھی اللہ تعالیٰ کی دھوپ کے ذریعے نکلتے ہیں.... دھوپ ہماری
زندگیوں کا سب سے بڑا مسئلہ ہے جمشید.... دھوپ نہیں ہو گی تو ہم
نہیں ہوں گے.... کچھ کرو جمشید.... کچھ کرو"۔

"آپ ہمارے لیے ایک دوسرے جہاز کا انتظام کرا دیں....
جلد از جلد.... اس بار روانہ ہونے سے پہلے ہم جہاز کو بہت اچھی
طرح چیک کریں گے.... اور چند ماہر ترین جہاز دان بھی ساتھ لے
کر جائیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... یہ کام میں ابھی شروع کرا دیتا ہوں....
چند دن میں تیاریاں مکمل ہو جائیں گی"۔

"یہ چند دن ہم اپنے اپنے گھروں میں گزار لیں گے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... کیا خبر اس مہم سے واپسی ہو سکے
یا نہیں.... وہاں تو جہاز کے جہاز غرق ہو جاتے ہیں"۔

وہ ابھی دفتر سے نکل نہیں سکے تھے کہ اخباری نمائندوں نے
انہیں گھیر لیا اور پھر انہیں تمام تفصیلات لکھوانا پڑیں.... تین ماہ جو
درمیان سے ان کی زندگی کے غائب ہو گئے تھے.... ان کا ذکر انہوں

نے بہت تفصیل سے کیا.... تاکہ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آ
جائے۔

پھر وہ اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے.... بیگم جمشید
نے انہیں دیکھ کر ذرا بھی خوشی کا اظہار نہ کیا.... اداس انداز میں
بولیں۔

"اگر آپ دھوپ ساتھ لائے ہوتے تو بات اور تھی"۔

"دھوپ لانے کے لیے چند دن تک روانہ ہو رہے ہیں بیگم
اور اگر دھوپ نہ لا سکے تو لوٹ کر بھی نہیں آئیں گے"۔

"آ کر کریں گے بھی کیا.... ہم تو ہوں گے نہیں.... یہ سب
لوگ نہیں ہوں گے.... پورے ملک کے لوگ نہیں ہوں گے....
ہمیں آپ کی نہیں.... دھوپ کی ضرورت ہے.... دھوپ کی.... سنا
آپ نے"۔ انہوں نے پاگلوں کے انداز میں کہا۔

"دماغ ٹھنڈا رکھو بیگم.... غصہ کرنے سے کچھ نہیں ہو گا....
عقل سے کام لینے پر ہی کوئی صورت نظر آئے گی"۔

"مجھے تو کوئی صورت نظر نہیں آتی.... اف مالک.... ذرا غور
کریں.... تین ماہ ہو گئے ہیں.... ہمیں سورج دیکھے.... تین ماہ"۔

"ہاں! بیگم.... تم زندگی میں پہلی بار ایسے حالات سے دوچار
ہوئی ہو نا.... اس لیے اس قدر پریشان ہو.... لیکن غور کریں تو

قدرت کے اس قسم کے نمونے کرۂ ارض پر موجود ہیں.... کیا کچھ علاقے ایسے نہیں ہیں.... جہاں چھ ماہ کا دن ہوتا ہے چھ ماہ کی رات"۔

"ہاں! لیکن لوگ اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کے عادی بھی تو ہوتے ہیں.... اور اسی کے حساب سے انہوں نے اپنی زندگیوں کے انتظامات کئے ہوتے ہیں"۔

"ہاں! ٹھیک ہے.... خیر.... اس بات کو ختم کریں اور ہمیں چائے پلائیں.... بہت مدت ہو گئی.... آپ کے ہاتھ کی چائے پئے ہوئے"۔

"یہ آپ مجھے آپ آپ کیوں کہہ رہے ہیں.... اور بہت دن کیوں.... ابھی تو صرف چند دن ہوئے ہیں آپ کو گئے"۔

"اب انہیں بھی یہ کہانی سنانا پڑے گی"۔

"یہ کام ہم کر لیتے ہیں.... آپ لوگ ذرا آرام کر لیں"۔ محمود نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر وہ اپنی امی کے ساتھ باورچی خانے میں چلے گئے.... وہاں وہ تو انہیں حالات سناتے رہے اور وہ چائے وغیرہ تیار کرتی رہیں۔

"آج آپ نے چائے وغیرہ تیار کرنے میں کچھ زیادہ دیر نہیں

لگا دی"۔ دروازے پر آ کر خان رحمان بولے۔

"وہ.... میں کہانی بھی سن رہی ہوں نا"۔ وہ مسکرائیں۔

"اوہ اچھا.... کہانی.... خیر ذرا جلدی سن لیں.... پروفیسر صاحب کے پیٹ میں چوہے کود رہے ہیں"۔

"اوہ اچھا"۔ وہ بولیں۔

"ہائیں انکل.... یہ پروفیسر انکل نے پیٹ میں چوہے کب سے پال لئے"۔ فاروق بولا۔

"جب سے تم نے مجھے ہائیں انکل کہنا شروع کیا.... حالانکہ میرا نام ہائیں انکل تو ہے نہیں"۔

"ہائیں انکل.... یہ آپ نے کیا کہہ دیا ہے.... میں نے آپ کو ہائیں انکل تو نہیں کہا۔

"اوہ اچھا میں سمجھا تھا.... آپ نے مجھے کہا ہے"۔

عین اسی وقت ناشتہ تیار ہو گیا.... ابھی ان کے سامنے رکھا ہی گیا تھا کہ دروازے پر کسی نے ٹھوکر رسید کی.... اس وقت انہیں یاد آیا.... وہ دروازہ بند کرنا بھول گئے تھے۔

○☆○

یار چپ رہو

ان کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں.... انہوں نے دیکھا.... وہاں ملک کے صدر کھڑے تھے.... ان کے چہرے پر موت کے آثار تھے.... وہ سب انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

"مجھے تم سے ایسی امید نہیں تھی"۔ وہ اندر آتے ہوئے بولے۔

"کک.... کیسی امید"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"میں آئی جی صاحب سے ساری کہانی سن چکا ہوں.... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم دفتر تو چلے جاؤ اور میرے پاس آؤ ہی نہ"۔ وہ شکایت بھرے لہجے میں بولے۔

"اوہ ہاں.... لیکن بس پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں نا.... اس لیے"۔

"خیر معاف کیا.... ناشتا میں بھی کروں گا.... گھر میں تو کچھ کھایا ہی نہیں جاتا.... لیکن یہاں کے ناشتے کی خوشبو نے تو بھوک

ی لگا دی ہے"۔

"آیئے سر"۔

وہ ان کے ساتھ بیٹھ کر بے تکلفی سے ناشتا کرنے لگے....

ناشتے کے بعد انہوں نے کہا۔

"ہاں! اب کہو.... کیا پروگرام ہے"۔

"ہم جا رہے ہیں.... آپ فکر نہ کریں"۔

"وہ تو میں جانتا ہوں.... لیکن ذرا سوچو.... تم تین ماہ کے لیے غائب رہے ہو.... جب کہ اپنے طور پر تم نے صرف چند دن سمندر میں گزارے ہیں.... اگر اسی طرح ہوتا رہا.... تو اسلامی ملکوں کا کیا بنے گا.... یہ سب تو ختم ہو جائیں گے"۔

"ہاں سر.... ہم جانتے ہیں.... لیکن اس بار دشمن نے جال کچھ اس طرح بچھایا ہے کہ کیا بتائیں.... بس یوں سمجھ لیں.... اس نے ہمارے لیے کوئی راستا نہیں چھوڑا.... تمام راستے بند کر دیئے ہیں"۔

"پھر تم کس طرح جاؤ گے"۔

"ہم جائیں گے سر.... ضرور جائیں گے.... آپ بے فکر رہیں.... چند دن بعد ہمارا جہاز ایک بار پھر سمندر کا سینہ چیر رہا ہو گا اور ان شاء اللہ اس بار ہم اس طرح واپس نہیں آئیں گے"۔

"دیکھو جمشید.... پوری دنیا کی نظریں اس وقت تم پر لگی ہیں.... اور اب تو غیر مسلم ممالک بھی تمہاری طرف ہی دیکھ رہے ہیں"۔

"وہ کیوں سر.... انہیں کیا ضرورت پڑ گئی دیکھنے کی"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"دوسرے چھوٹے بڑے ممالک اب یہ سوچ رہے ہیں کہ اسلامی ملکوں کے بعد ان کی باری بھی آئے گی.... اب ان لوگوں کے لیے یہ کیا مشکل رہ گیا ہے جس ملک کی چاہیں.... دھوپ غائب کر دیں.... پھر ہو گا یہ کہ جو ملک ان ملکوں کے غلام بننا پسند کریں گے.... ان کی دھوپ یہ چھوڑ دیا کریں گے"۔

"ہوں! اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ یہ مسئلہ صرف اسلامی ملکوں کا نہیں رہ گیا.... غیر مسلم ممالک کا بھی بن گیا ہے"۔

"ہاں! اس منصوبے نے پوری دنیا کو خوف میں مبتلا کر دیا ہے"۔

"اچھی بات ہے.... آپ فکر نہ کریں.... بس ہم لوگوں کے لیے دعا کریں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

تیسرے دن بعد ان کا جہاز تیار ہو چکا تھا.... اور اس دوران اس کی نگرانی خفیہ کارکنوں نے کی تھی.... تاکہ اس جہاز میں

قسم کی کوئی گڑبڑ نہ کی جا سکے.... ان سب کا خیال یہی تھا کہ جہازوں میں اس قسم کے آلات چھپا دیئے جاتے ہیں کہ جہاز درست سمت سفر نہیں کر پاتے.... اور سیدھا برمودا جیسے حصے کی طرف جا لگتا ہے۔

اس وقت تک پورے ملک میں یہ خبر پھیل چکی تھی کہ انسپکٹر جمشید پارٹی، انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز، پروفیسر داؤد، خان رحمان اور منور علی خان سمیت دھوپ کی مہم پر روانہ ہو رہے ہیں.... لہٰذا جس صبح انہیں گھر سے روانہ ہو کر ساحل تک جانا تھا.... لوگ پہلے ہی گھر سے ساحل تک سڑک کے دونوں طرف کھڑے ہو چکے تھے.... گویا وہ انہیں رخصت کرنے کے لیے آئے تھے۔

جب وہ گھر سے نکل کر گاڑیوں میں پہنچے.... تو ان کے ہاتھ ہلنے لگے.... ان کے چہروں پر مردنی تھی.... آنکھوں میں حسرت تھی.... جسم ناتواں تھے.... گویا وہ جیتے جاگتے مر رہے ہوں.... لیکن اس حالت میں بھی ان کی روانگی نے ان اداس آنکھوں میں امید کی ایک ہلکی سی کرن پیدا کر دی تھی۔

اس کرن کو دیکھتے ہوئے وہ ساحل تک پہنچ گئے.... انہوں نے تمام راستا لوگوں کے جواب میں خود بھی ہاتھ ہلائے تھے۔

آخر بسم اللہ پڑھ کر وہ جہاز پر روانہ ہوئے.... پروفیسر داؤد نے اپنے آلات لگا کر جہاز کے بارے میں اپنا اطمینان کیا.... اور آخر لاکھوں انسانوں نے انہیں ساحل سے رخصت کیا.... وہ لاکھوں انسان اس وقت تک ہاتھ ہلاتے رہے جب تک کہ جہاز ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا' ادھر وہ بھی ہاتھ ہلاتے رہے.... آخر جہاز ساحل سے دور ہو گیا۔

"اب ہمیں تلاش ہے.... اس جزیرے کی.... اور اس بارے میں ہماری مدد کریں گے ہمارے لڑاکا طیارے.... وہ سمت بتائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن ابھی تک طیاروں نے پرواز شروع نہیں کی"۔ آصف نے کہا۔

"ابھی تو ہم نے سفر شروع کیا ہے.... جب ہم کچھ آگے جائیں گے تو وہ اپنا کام شروع کریں گے"۔

"اوہ اچھا"۔

کئی گھنٹے تک جب وہ سفر کر چکے تو فضا میں لڑاکا طیاروں کی گھن گرج سنائی دی.... طیارے بہت نیچی پروازیں کر رہے تھے.... وہ اس جزیرے کو تلاش کر رہے تھے.... جس پر ایک عدد عمارت بنی ہوئی تھی.... وائرلیس کے ذریعے ان کے درمیان بات چیت بھی ہو

رہی تھی.... کئی گھنٹے کی پرواز کے بعد اوپر سے کہا گیا۔

"کم از کم ان اطراف میں کوئی ایسا جزیرہ نہیں ہے.... آپ لوگ سفر جاری رکھیں.... ایک دن کے سفر کے بعد ہم پھر پروازیں کریں گے"۔

"ٹھیک ہے"۔ وہ بولے۔

اور طیارے لوٹ گئے.... ایک دن کے سفر کے بعد وہ پھر نمودار ہوئے اور انہوں نے اپنا کام شروع کیا.... یہ دن بھی خالی گیا.... مزید تین دن کے سفر کے بعد طیاروں پر ایک عجیب مصیبت نازل ہوئی.... آسمان کی طرف سے سنہری رنگ کی چادریں گرتی نظر آئیں.... ان چادروں کی لپیٹ میں ایک طیارہ آ گیا.... طیارہ قلابازیاں کھاتا ہوا سمندر میں گرا.... انہوں نے اس میں آگ بھی لگی ہوئی دیکھی۔

"اف مالک! یہ کیا ہو رہا ہے"۔

"ہمارے دشمنوں نے شاید ہماری ان پروازوں سے خطرہ محسوس کیا ہے کہ ہم کہیں اس جزیرے کو تلاش نہ کر لیں.... حالانکہ ان بے وقوفوں کو اس مرحلے پر اپنا کام شروع نہیں کرنا چاہیے تھا"۔

"کیوں.... اس میں بے وقوفی کی کیا بات ہے"۔ آصف نے

حیران ہو کر کہا۔

"ان کی اس بے وقوفی نے ہمیں بتا دیا ہے کہ وہ قطعہ اس جگہ کے آس پاس ہی ہے"۔

"اوہ"۔ وہ چونک اٹھے۔

"یہ عجیب و غریب سی چادریں اوپر سے گر رہی ہیں.... پتا نہیں کس چیز کی ہیں.... ایک طیارہ ہمارا تباہ کر دیا ہے ایک چادر نے.... بارش کی طرح برس رہی ہیں"۔

"آپ لوگ کچھ دیر کے لیے غائب ہو جائیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اس سے کیا فائدہ ہو گا.... جونہی ہم دوبارہ آئیں گے.... یہ چادریں پھر گرنے لگیں گی"۔ اوپر سے کہا گیا۔

"تجربہ کر لیتے ہیں.... اس وقت ہم ان چادروں پر کوئی ہتھیار آزمائیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... ہمیں تو آپ جو حکم دیں گے.... ہم کریں گے"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... آپ لوگ چھ گھنٹے کے لیے غائب ہو جائیں"۔

جہاز غائب ہو گئے.... اور چادریں گرنے کا سلسلہ بند ہو گیا۔

"جمشید.... جس جگہ طیارہ گرا ہے.... اس کے ساتھ ہی وہ چادر گری ہے.... لہٰذا غوطہ لگا کر اس چادر کو نکال کر لانا پڑے گا"۔

"یہ کام میں کروں گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اچھی بات ہے"۔

انہوں نے غوطہ خوری کا لباس پہنا اور سمندر میں ٹھیک اس جگہ کود گئے.... جہاں طیارہ گرا تھا.... جلد ہی وہ پانی کی تہ میں پہنچ گئے.... انہوں نے طیارے کو صاف دیکھا.... اس میں پائلٹ کی لاش بھی پھنسی ہوئی تھی.... کچھ فاصلے پر ایک سنہری رنگ کی چادر بھی پڑی ہوئی تھی.... تیر کی طرح اس کی طرف گئے اور لگے اسے اٹھانے.... لیکن وہ بہت وزنی تھی.... اسے اٹھانا ان کے لیے ممکن نہ ہو سکا.... دوسرا انہوں نے محسوس کیا.... وہ تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز دھار والی چادر تھی.... نہ جانے کس دھات کی.... اب وہ اوپر اٹھنے لگے۔

پانی کی سطح پر پہنچ کر وہ بولے۔

"نیچے پانی ہے.... پانی میں تباہ طیارہ ہے.... اس کے پاس وہ چادر پڑی ہے.... لیکن وہ بہت وزنی ہے.... ہم اسے صرف رسی باندھ کر اوپر کھینچ سکتے ہیں"۔

"اوہ ٹھیک ہے.... آپ رسی کمر سے باندھ کر نیچے جائیں اور

اس چادر کے ساتھ باندھ دیں.... اور ہم خود کھینچ لیں گے"۔

"بالکل ٹھیک.... اسی لیے تو میں اوپر آیا تھا"۔ وہ مسکرائے۔

اور پھر رسی لے کر نیچے اتر گئے.... تہ میں پہنچ کر انہوں نے رسے سے چادر مضبوطی سے باندھ دی.... وہ ایک ڈھال نما مستطیل سی چادر تھی.... درمیان سے ابھری ہوئی.... اور چاروں طرف سے بہت تیز تھی.... انسپکٹر کامران مرزا کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں وہ رسے کو ہی نہ کاٹ دے.... لیکن اس کے سوا ان کے پاس اور کوئی طریقہ بھی تو نہیں تھا۔

باندھنے کے بعد انہوں نے رسے کو جھٹکا دیا.... رسہ اوپر اٹھنے لگا.... لیکن چادر ٹس سے مس نہ ہوئی.... آخر رسہ کٹ گیا اور انہوں نے جلدی سے رسہ پکڑ لیا.... ساتھ ہی وہ بھی اوپر اٹھنے لگے.... اس لیے کہ رسہ اوپر کھینچا جا رہا تھا.... جونہی وہ اوپر پہنچے.... ان کے ساتھیوں کے منہ سے نکلا۔

"ارے! یہ تو انکل ہیں.... ہم تو انہیں چادر خیال کر رہے تھے.... انکل یہ آپ نے اپنے آپ کو چادر سے کیسے بدل لیا"۔ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"یار چپ رہو"۔ وہ جھلا کر بولے۔

اور پھر جہاز پر آ گئے۔

"رسہ اسے اوپر نہیں اٹھا سکا.... دوسرے یہ کہ وہ تلوار سے بھی زیادہ تیز ہے.... جونہی رسہ اوپر کھینچا گیا.... وہ کٹ گیا.... اور میں نے کٹے ہوئے رسے کو پکڑ لیا۔

"حیرت ہے.... اس قدر وزنی چادر.... آخر وہ کس چیز کی ہے"۔

"کسی دھات کی.... میں نے آج تک اس قسم کی دھات نہیں دیکھی.... دھات سنہری رنگ کی ہے، لیکن وہ سونے کی نہیں ہے.... کوئی بہت ہی سخت دھات ہے"۔

"سوال یہ ہے کہ اس دھات کی چادریں فضا میں کہاں سے آ گئیں"۔

"جب تک ہم چادر کو جہاز پر نہیں لے آتے.... اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا"۔ پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

جہاز پر لوہے کی زنجیر بھی تو ہے.... کیوں نہ اس کے ذریعے سے کھینچنے کی کوشش کی جائے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

اس بار لوہے کی زنجیر سے تجربہ کیا گیا.... اور نیچے انسپکٹر جمشید گئے.... انہوں نے زنجیر سے اس چادر کو جکڑ دیا.... لیکن جونہی زنجیر اوپر اٹھائی گئی.... وہ بھی کٹ گئی اور اس کو پکڑ کر انسپکٹر جمشید

اوپر آ گئے۔

"لیجیے.... اس بار آپ چادر کی بجائے آ گئے"۔

"لوہے کی زنجیر بھی کٹ گئی"۔

ارے باپ رے.... اس کا مطلب ہے.... ہم وہ اوپر نہیں لا سکیں گے"۔

"لیکن اوپر سے گرنے والی کوئی چادر جہاز پر تو گر سکتی ہے"۔ فرزانہ بولی۔

"اوہ ہاں! یہ تجربہ کیا جا سکتا ہے"۔

"لیکن میں اس تجربے کی اجازت نہیں دے سکتا"۔ پروفیسر داؤد سخت لہجے میں بولے۔

"وہ کس لیے"۔

"اس لیے کہ اس سے جہاز کو زبردست نقصان پہنچ سکتا ہے.... اور اگر جہاز تباہ ہو گیا تو ہم بھی ساتھ ڈوبیں گے"۔

"تب پھر ہم اس چادر کا کیا کریں"۔

"میں غوطہ لگاؤں گا اور اس چادر کا ذرا سا حصہ توڑ کر یا کاٹ کر اوپر لاؤں گا"۔ وہ بولے۔

"لیکن آپ کس چیز سے کاٹیں گے"۔

"محمود کے چاقو سے"۔

"ایسا ممکن تو نظر نہیں آتا"۔

"ممکن نظر آئے یا نہ آئے.... ایسا ہو سکے یا نہ ہو سکے.... تجربہ تو کرنا ہو گا"۔

"لیکن انکل.... آپ اور غوطہ لگائیں گے"۔ محمود گھبرا گیا۔

"بے شک میں نے یہ کام آج تک نہیں کیا.... لیکن اب مجبور ہوں"۔

"تب میں آپ کے ساتھ چلوں گا.... اور پھر اگر چاقو سے کاٹنا ہے تو یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"تم سمجھے نہیں.... میں اس چادر کو دیکھنا بھی تو چاہتا ہوں"۔

"تو پھر چلیے.... میں ساتھ چلتا ہوں.... اس طرح آپ پر گھبراہٹ تو نہیں طاری ہو گی"۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔

اب انہوں نے غوطہ خوری کا لباس پہنا.... اور سمندر میں اتر گئے.... جلد ہی وہ اس چادر تک پہنچ گئے.... پروفیسر داؤد نے اس کا جائزہ لیا.... پھر محمود کے چاقو کی مدد سے اس کو کاٹنا چاہا.... لیکن ایسا بھی نہ کیا جا سکا.... محمود کا چاقو اس پر بے اثر رہا.... آخر پروفیسر داؤد نے کچھ دیر تک اس کو بغور دیکھنے کے بعد اوپر چلنے کا اشارہ کیا۔

دونوں اوپر آئے اور پھر پروفیسر داؤد بولے۔

"ہمیں اس کو اوپر لانا ہی ہو گا"۔

○☆○

پہلی فتح

ان کے الفاظ نے ان سب کے چہروں پر حیرت دوڑا دی۔

"آخر ہم کیسے اس کو اوپر لائیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جیسے بھی ہو.... ہمارے ہاں سمندر کی تہ سے جہاز تک اوپر اٹھا لیے جاتے ہیں"۔

"میں ترکیب بتانے کے لیے بالکل تیار ہوں"۔ ایسے میں رفعت کی آواز سنائی دی۔

"چلو بتاؤ جلدی"۔ انسپکٹر کامران مرزا اس کی طرف مڑے۔

"چادر کی لمبائی اور چوڑائی سے بڑا ایک جھولا سا بنوایا جائے' اس کے چاروں کونوں میں زنجیریں باندھی جائیں.... اور اس جھولے کو ہم سب مل کر کھینچیں' ایسے بھی نہ اٹھے تو کرین سے اٹھوائیں"۔

"ہوں! میرا خیال ہے.... اس ترکیب پر عمل کیا جا سکتا ہے"۔

"تو پھر شروع کریں"۔

لڑاکا طیاروں کے انچارج سے وائرلیس پر رابطہ کیا گیا.... انہیں پروگرام بتایا گیا.... انہوں نے بتایا کہ وہ ابھی حکام سے بات کرتے ہیں۔

وہ اسی جگہ لنگرانداز ہو گئے.... کچھ دیر بعد کرین والا جہاز وہاں آ گیا.... زنجیریں لگا کر جھولا کرین میں لگا دیا گیا.... اب بہت سے لوگ اس جھولے کے ساتھ سمندر میں اترے اور آخر کار اس چادر کو اوپر لانے میں کامیاب ہو گئے۔

اب پروفیسر داؤد نے اس چادر پر اپنا کام شروع کیا.... لیکن مسلسل کئی گھنٹے کی کوشش کے بعد بھی وہ یہ نہ جان سکے کہ وہ چادر کس دھات سے تیار کی گئی تھی.... پھر انہوں نے دوسرے تجربات شروع کیے.... وہ یہ جاننے کی کوشش کر رہے تھے کہ اس دھات کو کس چیز سے نقصان پہنچایا جا سکتا ہے.... انہوں نے مختلف دھاتوں کے ذریعے اس کو نقصان پہنچانے یا کاٹنے کی کوشش کریں، لیکن اس میں بھی وہ کامیاب نہ ہوئے.... ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا ان کی طرف بڑھے۔

"آپ نے اب تک اس دھات پر آگ کا اثر معلوم کیا نہیں؟"۔

"کر چکا ہوں"۔ وہ بولے۔

"شعاعوں کے ذریعے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے"۔

"ہاں! لیکن کچھ نہیں بنا"۔

"تب پھر کوئی تیزاب اس پر ڈال کر دیکھ لیں.... میرا خیال ہے آپ نے ایسا نہیں کیا ہو گا"۔

"اوہ ہاں واقعی.... ہم نے اب تک ایسا نہیں کیا"۔ وہ چونک کر بولے۔

اب انہوں نے اس چادر کے ایک کونے پر گندھک کا تیزاب ڈالا.... فوراً ہی دھواں سا اٹھا اور چادر کا وہ کونا گل گیا۔

"وہ مارا.... اب ہم ان کے مقابلے میں اتر سکتے ہیں"۔ انہوں نے نعرہ لگایا۔

"لیکن طریقہ کار کیا ہو گا"۔ خان رحمان بولے۔

"طریقہ کار.... اوہ ہاں طریقہ کار.... میرا خیال ہے.... اس پر سب مل کر غور کر لیتے ہیں"۔ پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

"بالکل ٹھیک"۔

وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے.... اور لگے غور کرنے.... ایسے میں فرحت نے کہا۔

"شیشے کی ٹیوبوں میں گندھک کا تیزاب بھر لیا جائے اور کمان جیسی چیزوں میں رکھ کر انہیں ان چادروں پر مارا جائے.... تیزاب ان چادروں پر لگے اور وہ دھوئیں میں تبدیل ہو جائیں گی"۔

"اور یہ اس صدی کی انوکھی ترین جنگ ہو گی شاید"۔ خان رحمان بڑبڑائے۔

"تو کیا آپ اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں پروفیسر صاحب"۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں"۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"یہ کام بھی کر لیا جائے گا.... آپ بے فکر رہیں"۔

اس نئے ہتھیار کی تیاریاں جب مکمل ہو گئیں تو سمندر میں لڑاکا طیاروں نے اس جزیرے کی تلاش نئے سرے سے شروع کی.... ادھر ان کے تیرانداز بالکل تیار تھے.... جونہی طیاروں نے نیچی پروازیں شروع کیں.... وہی چادریں اوپر سے آتی نظر آئیں.... جونہی وہ نیچے آئیں.... گندھک کے تیزاب والی ٹیوبیں ان پر دے ماری گئیں.... ٹیوبیں ان چادروں سے ٹکرا کر پھٹیں اور تیزاب ان چادروں پر لگا.... فوراً ہی فضا میں دھواں نظر آیا اور دو چادریں دھوئیں کے مرغول فضا میں چھوڑتی ہوئی سمندر میں جا گریں۔

"وہ مارا.... یہ ہماری پہلی فتح ہے"۔

"لیکن ان گنت چادریں اور آ رہی ہیں"۔ فاروق چلایا۔

ان کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں.... ان کی سٹی گم ہو گئی.... اس قدر بڑی مقدار میں چادروں کا حملہ دیکھ کر ان کے اوسان خطا ہو گئے.... اتنی تعداد میں تو انہوں نے ٹیوبیں تیار نہیں کروائی تھیں۔

"اب کیا ہو گا"۔

"پھر طیاروں کی پروازیں بند کرنا پڑیں گی"۔

"کیا مطلب"۔

"پروازیں بند کر دیں.... چادروں کا گرنا بند ہو جائے گا.... اس کے بعد ٹیوبوں کی تیاری شروع کر دیں"۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

تجویز پر عمل شروع کیا گیا.... بے تحاشہ ٹیوبیں تیار کی گئیں پھر طیاروں کی پروازیں شروع کی گئیں.... جونہی طیارے نیچی پروازیں کرنے لگے.... چادروں کا حملہ شروع ہو گیا.... ادھر سے بھی تیار تھیں.... تاک تاک کر ٹیوبیں چادروں کو ماری گئیں.... اس طرح چادریں تباہ ہوتی نظر آئیں.... یہ جنگ کئی گھنٹے تک جاری رہی.... آخر چادروں کا سلسلہ ختم ہو گیا.... اب طیارے

آزادانہ انداز میں نیچی پروازیں کرنے لگے.... انہوں نے سکون کا سانس لیا.... کئی گھنٹے کی مسلسل کوشش کے بعد آخر ایک طیارے کے پائلٹ نے پیغام دیا کہ اس نے بالکل اس جیسے ایک جزیرے کی جھلک دیکھی ہے.... اس نے سمت بھی بتائی.... اس سمت میں ان کا سفر شروع ہو گیا.... طیارے بھی مسلسل پرواز کر رہے تھے.... اب سب طیاروں نے اس جزیرے کو دیکھ لیا تھا.... اور جہاز بھی اس کی طرف بڑھ رہا تھا.... دو دن تک مسلسل سفر کرنے کے بعد آخرکار انہوں نے اس جزیرے کو دیکھ لیا۔

"واہ.... یہ بالکل وہی جزیرہ ہے"۔ محمود چہکا۔

اب تو ان پر جوش طاری ہو گیا.... پھر جونہی جہاز جزیرے کے نزدیک پہنچا.... انہوں نے پانی میں چھلانگیں لگا دیں.... اور جزیرے پر پہنچ گئے.... جزیرے کے درمیان پہنچے تو وہ عمارت ان کے سامنے تھی۔

"آخرکار ہم اس عمارت تک پہنچ گئے"۔ آفتاب بولا۔

"لیکن.... اس عمارت کے ذریعے ہم صرف سمندر کے نیچے اس بند کمرے تک پہنچ سکتے ہیں.... اس سے آگے نہیں.... ابطال نے خود ہمارے لیے راستا کھولا تھا"۔

"تو پھر کیا اب ہم چلیں"۔

"ہاں! آئے کس لیے ہیں"۔

"وہ عمارت کے تہ خانے میں گرتے چلے گئے.... یہاں تک کہ سب کے سب اس بند کمرے میں پہنچ گئے.... جس کے چاروں طرف مچھلیاں اور پانی تھا۔

"مسٹر ابطال.... کیا تم ہماری آواز سن رہے ہو"۔

"ہاں! میں جانتا ہوں تم کہاں تک پہنچ چکے ہو"۔ ابطال کی آواز سنائی دی۔

"بہت خوب! اب کیا پروگرام ہے"۔

"تمہیں یہ جان کر خوشی نہیں ہو گی کہ ہم نے یہ راستہ اس روز ہمیشہ کے لیے بند کر دیا تھا جس روز تمہیں نیچے کی سیر کرائی گئی تھی"۔ ابطال نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب؟" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"یہ کمرہ اب یا تو تمہارے لیے مقبرہ بن سکتا ہے.... یا پھر اگر تم میں ہمت ہے تو اس ستون کے ذریعے واپس اس عمارت میں پہنچ جاؤ.... مجھے کوئی اعتراض نہیں.... دونوں میں سے جو بات بھی تمہیں پسند ہے منتخب کر لو"۔

"نن نہیں"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"کیا مطلب؟"

"اس کمرے سے راستا کھل سکتا ہے"۔

"یہ کوشش بھی کر لو.... جب تک تم کچھ کر سکتے ہو.... کر لو.... مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

انہوں نے اس کمرے کو بغور دیکھا.... لیکن شیشے کی دیواروں کے سوا وہاں اور تھا ہی کیا.... جس کو وہ غور سے دیکھتے.... لیکن پھر بھی انہوں نے اپنی کوشش ضرور کی۔

"ہمارے پاس کھانے اور پینے کی چیزیں زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے کے لیے کافی ہو سکتی ہیں.... ہوا کی یہاں کوئی کمی نہیں.... لیکن ہم یہاں بھوکے پیاسے نہیں رہ سکتے.... یعنی ہم صرف ایک گھنٹے تک یہاں تہ خانہ تلاش کریں گے.... اس کے بعد اوپر اس عمارت میں جانے کی کوشش کریں گے.... یہ بھی کوئی آسان کام نہیں ہو گا.... لیکن اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی پہنچ گیا تو پھر یہ کام مشکل نہیں ہو گا"۔

"وہ کیسے انکل.... ہمیں تو یہاں کوئی آسان بات نظر نہیں آ رہی"۔

"بھئی پہلے راستا تلاش کر لیتے ہیں"۔

وہ سب ایک گھنٹے تک راستے کی تلاش میں جتے رہے....

لیکن کوئی راستا نہ مل سکا.... آخر انسپکٹر جمشید نے اعلان کیا۔

"بس! ایک گھنٹہ ہو گیا ہے.... اب اس پائپ میں اوپر سفر کیا ہے.... اور میرے خیال میں یہ سفر فاروق کو کرنا ہو گا"۔

"جی.... کیا مطلب؟" فاروق زور سے چونکا۔

"ہاں فاروق.... آج تم اپنی زندگی کا مشکل ترین سفر کرو گے.... آج تک تم پائپوں پر چڑھتے رہے ہو.... اور آج پائپ کے ذرا اوپر کی طرف چڑھنا ہو گا.... شاباش.... شروع ہو جاؤ"۔

"منور علی خان.... تم ذرا اپنی شکاری رسی اس کے ایک پیر سے باندھ دو"۔

"کیا مطلب؟"

"ہم سے غلطی یہ ہوئی ہے کہ آنے سے پہلے اوپر رسی نہیں باندھ کر آئے.... ورنہ اس وقت اوپر جانا زیادہ مشکل ثابت نہ ہوتا.... لیکن اب یہ مشکل کام صرف فاروق کرے گا.... اوپر جا کر رسی باندھ دے گا.... اور ہم اس رسی کے ذریعے اوپر چڑھ سکیں

"اوہ اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا

"اس کا مطلب ہے، اس کمرے کے ذریعے ہیڈ کوارٹر تک خواب ہمارا غلط ثابت ہو گیا"۔

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"تب پھر... اب کیا صورت ہو سکتی ہے"۔

"اب... یہ ہم بعد میں سوچیں گے... اس وقت ہمارا مسئلہ اوپر پہنچنے کا ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے... اس کیس میں شروع سے لے کر اب تک کامیابی کی کوئی امید نظر نہیں آرہی"۔

"آ جائے گی... ہمارا کام ہے کوشش کرنا"۔

"فاروق شروع ہو جاؤ"۔

فاروق نے اس پائپ کے اندر سے اوپر دیکھا... گھپ اندھیرا تھا... اس کا دل ڈوبنے لگا... پائپ پر چڑھنا اور بات تھی... پائپ پر چڑھتے وقت انسان پائپ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتا ہے... اور دونوں پیر پائپ پر جما کر اوپر چڑھتا ہے... لیکن یہاں معاملہ اور تھا... پیروں اور ہاتھوں کے ذریعے دونوں طرف دباؤ ڈالنا اور اس دباؤ کے ذریعے ہی آہستہ آہستہ اوپر سرکنا تھا اور یہ اونچائی پورے سمندر کی گہرائی کے برابر تھی... کیونکہ یہ کمرہ اگرچہ بالکل تہ میں واقع نہیں تھا... تہ سے کچھ اوپر تھا... لیکن تھا تہ کے نزدیک۔

"کیا بات ہے فاروق... ہمت ہار رہے ہو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں اباجان... میں جا رہا ہوں... آپ میرے لیے دعا کریں"۔

"اللہ تمہیں کامیاب کرے"۔

اور پھر فاروق بسم اللہ پڑھ کر اوپر چڑھنے لگا... جلد ہی وہ اندھیرے میں گم ہو گیا... وہ اوپر دیکھتے رہے... نظریں تھک جاتیں تو نیچے دیکھنے لگتے۔

"فاروق کے ہاتھ پیر اگر جواب دے گئے تو وہ واپس نیچے آ گرے گا... ذرا سوچو... اس صورت میں ہماری کیا حالت ہو گی"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

"کیا اس صورت میں آفتاب تم اوپر چڑھنے کی جرات کر سکو گے"۔

"نہیں"۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔

"اور مکھن تم"۔

"نن... نہیں"۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"بس تو پھر... مل کر دعا کرو کہ فاروق اوپر پہنچ جائے"۔

"یا اللہ فاروق کو کامیابی عطا فرما"۔

"آمین"۔ سب نے کہا۔

ادھر فاروق پائپ میں اوپر ہی اوپر جا رہا تھا... وہ مکمل

اندھیرے میں تھا.... اسے یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کتنا اوپر آچکا ہے اور ابھی کتنا فاصلہ مزید ہے.... وہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ اس کی زندگی کا مشکل ترین کام ہے.... بار بار اس کا دل ڈوبنے لگتا.... ہاتھ پاؤں جواب دینے لگتے.... لیکن وہ پھر ہمت کو جواں کر لیتا.... یہ سوچ کر کہ اگر وہ نیچے جا گرا تو پھر کون اوپر آئے گا.... اور اگر کوئی بھی کامیاب نہ ہوا تو پھر وہ اس کمرے میں مر جائیں گے.... اور پھر دنیا کو اس اندھیرے سے کون نجات دلائے گا.... کون انشارجہ' بگال اور وناس جیسے اسلام کے دشمنوں کے مقابلے پر ڈٹے گا.... ان خیالات سے اس میں پھر ہمت عود کر آئی اور وہ اوپر چڑھنے لگا.... نہ نیچے کی طرف کچھ نظر آ رہا تھا.... نہ اوپر کی طرف.... وہ چڑھتا رہا.... چڑھتا رہا۔

اور پھر اس کے ہاتھ پیر جواب دے گئے.... اسے یوں لگا جیسے وہ اب گرا کہ اب گرا۔

"یا اللہ میری مدد فرما"۔ اس نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

چند لمحے تک سانس لیتا رہا.... دوبارہ پھر اس نے کہا.... یا اللہ میری مدد کر۔

اسے اپنے ہاتھوں اور پیروں میں کچھ جان سی آتی محسوس ہوئی.... اس نے فوراً کہا۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے"۔

وہ پھر چڑھنے لگا.... پندرہ بیس منٹ تک مسلسل اوپر چڑھنے کے بعد پھر ہمت جواب دیتی محسوس ہوئی.... اسے اپنا پورا جسم ایک پھوڑا سا محسوس ہو رہا تھا۔

"الٰہی.... اب میں کیا کروں.... صرف تو مجھے طاقت عطا فرما سکتا ہے.... ورنہ میرے ہاتھ پیر تو اب جواب دے گئے ہیں"۔

اس دعا کے ساتھ ہی اسے یوں محسوس ہوا جیسے.... پائپ ختم ہو گیا ہے.... اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر کنارے کو چھونے کی کوشش کی.... اس کا ہاتھ پائپ کے کنارے کو چھونے لگا۔

○☆○

خونیں چھالیں

کنارے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بھی وہ کچھ دیر تک سانس لیتا رہا.... آخر اس نے پائپ پر سے پیر ہٹا لیے اور دونوں ہاتھوں کا زور لگا کر فرش پر آ گیا.... فرش کے ساتھ ہی سیڑھی تھی.... اس نے ذرا ہمت اور کی اور سیڑھی پر لیٹ کر لمبے لمبے سانس لینے لگا.... تہ خانے میں بھی گھپ اندھیرا تھا.... کچھ دیر تک سانس لینے کے بعد وہ لیٹے لیٹے دوسری سیڑھی پر چڑھ گیا.... اس طرح ایک ایک کر وہ تمام سیڑھیاں چڑھ گیا.... جونہی آخری سیڑھی پر پہنچا.... تہ خانے کا دروازہ کھل گیا.... ساتھ اس کا دل گویا کھل اٹھا۔

اس نے فوراً رسی کو ایک کھڑکی کی سلاخوں سے باندھ دیا اور پھر زور سے اس کو جھٹکا دیا.... نیچے سے جھٹکے کا جواب ملا.... جس کا مطلب یہ تھا کہ انہیں اس کا پیغام مل گیا ہے۔

اب وہ آرام سے لیٹ گیا.... اس کا پورا جسم دکھ رہا تھا....

لیکن کامیابی کی خوشی نے اس کے دکھن کے احساس کو بہت کم کر دیا تھا.... ہاں اگر وہ ناکام ہو گیا ہوتا تو اس صورت میں یہ دکھن ہزاروں گنا بڑھ جاتی.... وہ دل ہی دل میں مسکرانے لگا.... سوچ رہا تھا کہ یہ زندگی بھی کس قدر عجیب ہے.... پہلے نیچے جانے کے لیے اس قدر کوششیں کی گئیں کہ ان چاروں تک کا مقابلہ کیا گیا.... اور اب اوپر آنے کے لیے بھی کتنے پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔

پھر اس کی آنکھ لگ گئی.... آنکھ کھلی تو سب لوگ اوپر آ چکے تھے۔

"ارے آپ لوگ اس قدر جلد آ گئے"۔

"کس قدر جلد.... تم تین دن تک سوتے رہے ہو.... اور ہم اب پورے چوبیس گھنٹے میں اوپر پہنچے تھے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تب پھر آپ نے مجھے جگایا کیوں نہیں"۔

"ہم جانتے تھے.... تم حد درجے تھکے ہوئے ہو.... پائپ میں سے کوئی آسان کام نہیں تھا.... یہ تم ہی تھے.... جو یہ کام کر گئے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"نہیں انکل.... یہ میرا کمال نہیں.... میرے ہاتھ پیر تو کئی مرتبہ جواب دے گئے تھے.... بس میں نے ہر ایسے وقت میں اللہ کو یاد کیا اور اللہ نے مجھے ہمت عطا کی.... اس طرح میں اوپر پہنچ

سکا"۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے"۔ سب نے ایک ساتھ کہا۔

"لیکن.... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں"۔

"یہ راستا بند ہو گیا ہے.... کوئی کامیابی حاصل کیے بغیر اب ہم اپنے وطن نہیں جائیں گے.... لہٰذا ہیڈکوارٹر تک جانے کا کوئی نہ کوئی راستا تلاش کرنا ہو گا.... اس سلسلے میں ایک بات کہتا ہوں.... وہ یہ کہ.... ابطال، سرامک، موتال اور روگان بھی تو آخر کسی راستے سے آتے جاتے ہیں.... بس ہمیں اس راستے کی تلاش ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"نقطہ اہم ضرور ہے، لیکن ہمارے لیے پریشان کن بھی ہے.... آخر ہم وہ راستا کس طرح تلاش کریں"۔

"وہ مارا.... بڑا زبردست آئیڈیا میرے دماغ میں آیا ہے"۔ شوکی نے اچھل کر کہا۔

"تو اس میں اچھلنے کی بہت ضرورت ہے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"سنو گے تو تم بھی اچھل پڑو گے"۔

"خیر ہم سے تو ایسی امید نہ رکھو.... اچھل لیں گے.... تمہارے چاروں ساتھی"۔

"نہیں.... آپ سب کو بھی اچھلنا پڑے گا"۔ شوکی نے پریقین انداز میں کہا۔

"خیر.... دیکھتے ہیں.... تم بتاؤ.... کیا بات ذہن میں آئی ہے"۔

"وہ پائپ اس جزیرے کے نیچے سے سمندر کی تہ تک جاتا ہے.... تو کیا یہ جزیرہ یہیں پر جما رہتا ہے.... جی نہیں.... یہ تو گھومتا رہتا ہے.... اس کا مطلب ہے.... سمندر کی تہ میں جو بھی ہیڈکوارٹر ہے.... وہ بھی ادھر ادھر گردش کرتا رہتا ہے.... یہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے گردش کرنے کا دائرہ زیادہ نہ ہو.... لیکن یہ دونوں ایک دائرے میں حرکت کرتے ہیں.... اس طرح سمندر میں ایک دائرہ ہے.... یا دائرے کا ایک سمندر ہے.... جس میں ہیڈکوارٹر ہے.... ہم نے اس پائپ کے اندر سفر کیا ہے.... پائپ کے باہر نہیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"اب ہمیں پائپ کے باہر رہ کر نیچے اترنا ہو گا.... اس طرح ہم اصل ہیڈکوارٹر تک پہنچ سکتے ہیں"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ ہم اس طرح ہیڈکوارٹر تک پہنچ جائیں گے.... لیکن ہم اس طرح ہیڈکوارٹر کے اندر نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"بالکل ٹھیک.... لیکن اس طرح ہمیں وہ دوسرا راستا ضرور

نظر آ سکتا ہے.... جس کے ذریعے ابطال وغیرہ آتے جاتے ہیں"۔
"اوہ.... اوہ"۔ وہ سب بری طرح اچھل پڑے.... کوئی ایک
بھی اچھلے بغیر نہ رہ سکا۔
"واقعی شوکی.... تم نے کمال کی بات سوچی ہے"۔ پروفیسر
داؤد بولے۔
"جی.... نن.... نہیں تو.... میں نے تو ہیڈکوارٹر کی بات سوچی
ہے"۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔
"اس کا مطلب ہے.... اس بار سہرا ہمارے ہاتھ سے
گیا"۔ فاروق نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔
"لیجیے.... انہیں سہرے کی پڑی ہے اور ہمیں ہیڈکوارٹر
کی"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔
"میرا خیال ہے.... کام کرنا چاہیے.... باتیں نہیں.... دنیا
اندھیرے سے بہت پریشان ہے.... اور ان کی پریشانی ہر روز بڑھتی
جا رہی ہے"۔
"میں غوطہ لگاؤں گا"۔ منور علی خان بولے۔
"کیا میرا جانا مناسب نہیں رہے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے
انہیں گھورا۔
"آپ لوگ بعد میں جائیں گے.... کیا خبر.... اس طرح جانا

حد درجے خطرناک ہو"۔
"منور علی خان ٹھیک کہ رہے ہیں.... یا پھر مجھے جانے کی
اجازت دی جائے"۔ خان رحمان بولے۔
"اچھا بابا.... پہلے تم دونوں میں سے کوئی چلا جائے"۔ انسپکٹر
جمشید نے جھلا کر کہا۔
منور علی خان نے غوطہ خوری کا لباس تبدیل کیا.... اور
جزیرے کے بالکل ساتھ نیچے اتر گئے.... انہوں نے جلد ہی اس
پائپ کو دیکھ لیا.... جس کے ذریعے وہ نیچے گرتے تھے.... وہ ترچھا جا
رہا تھا.... بالکل عمودی نہیں جا رہا تھا.... وہ اس کے ساتھ ساتھ
نیچے اترتے چلے گئے.... یہاں تک کہ سمندر کی تہ میں وہ اس
کمرے تک پہنچ گئے.... جس میں وہ گرے تھے.... اب انہوں نے
ایک چکر اس کمرے کا لگایا.... اس میں سے ایک بالکل ویسا پائپ
جاتا نظر آیا.... اب وہ اس پائپ کے ساتھ چلے.... یہ پائپ سمندر
کی تہ کے متوازی تھا.... انہیں کافی دیر تک تیرنا پڑا.... اب تک ان
کے ہاتھ پیر شل ہو چکے تھے.... لیکن شوق کا عالم انہیں آگے لیے
جا رہا تھا.... وہ سوچ رہے تھے.... کہ کسی طرح اصل ہیڈکوارٹر کی
شکل دیکھ لیں.... پھر بے شک وہ اوپر چلے جائیں گے اس بار اوپر
سے وہ رسی باندھ کر چلے تھے.... تاکہ انہیں اوپر بھی کھینچا جا سکے....

اور پھر انہیں وہ ہیڈکوارٹر نظر آگیا.... اب اس کا چکر لگانا اور اس میں دوسرے راستے کو تلاش کرنا ان کے بس کی بات نہیں رہی تھی.... لہٰذا انہوں نے رسے کو زوردار جھٹکا دیا۔

ان کے ساتھی فوراً انہیں اوپر کھینچنے لگے.... اس طرح وہ اوپر آگئے.... سانس لینے کے بعد وہ بولے۔

"شوکی کے دماغ نے بالکل درست بات اگلی ہے.... میں اس ہیڈکوارٹر کو دیکھ آیا ہوں.... اس میں سے دوسرا کہاں سے نکلتا ہے.... اور کیسے.... یہ معلوم کرنا میرے بس میں نہیں رہا تھا"۔

"ہوں.... خیر.... کوئی بات نہیں.... یہ بھی کچھ کم نہیں کہ اس ہیڈکوارٹر کو دیکھ لیا گیا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

یہ کہ کر وہ خود غوط خوری کا لباس پہننے لگے۔

"تمہارا جانا مناسب نہیں.... میں جاتا ہوں"۔ خان رحمان بولے۔

"بھئی خان رحمان تم بھی.... ہیڈکوارٹر تک ہو کر آ جاؤ گے.... لہٰذا وقت ضائع ہو گا.... مجھے ہی جانے دو"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

خان رحمان نے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا۔

"انسپکٹر کامران مرزا بالکل ٹھیک کہ رہے ہیں"۔

"اچھا جیسے تم لوگوں کی مرضی"۔

اور پھر انسپکٹر کامران مرزا سمندر میں اتر گئے.... لیکن وہ جزیرے کے ساتھ نہیں اترے تھے.... منور علی خان نے جس جگہ ہیڈکوارٹر کے ہونے کا اندازہ بتایا تھا.... عین اسی جگہ اترے تھے' تاکہ سیدھ میں جانے کی بنیاد پر وقت کم صرف ہو اور ان کی توانائی دوسرا راستا تلاش کرنے میں صرف ہو.... وہ جلد ہی ہیڈکوارٹر کے پاس پہنچ گئے.... اس کے گرد چکر لگانا بھی کوئی آسان کام نہیں تھا.... لیکن چکر لگائے بغیر تو وہ دوسرا راستا دیکھ نہیں سکتے تھے.... لہٰذا انہوں نے اس کے گرد چکر کاٹنا شروع کیا.... اور پہلے پائپ کے بالکل مخالف سمت میں انہیں ایک ویسا ہی پائپ اوپر سمندر کی سطح کی طرف جاتا دکھائی دیا.... انہیں بہت حیرت ہوئی۔

رسہ ان کی کمر سے بندھا ہوا تھا اور ان کے ساتھی اب جزیرے پر نہیں.... جہاز پر تھے.... وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ سمندر میں آگے بڑھ رہے تھے.... گویا جس سمت میں انسپکٹر کامران مرزا بڑھ رہے تھیں.... جہاز بھی اسی سمت میں جا رہا تھا.... تاکہ واپسی کا سفر انہیں ترچھا نہ کرنا پڑے اور وقت کم صرف ہو.... آخر رسے کو جھٹکا دیا گیا۔

انہیں اوپر کھینچ لیا گیا.... وہ قریب قریب بے دم تھے....

کیونکہ انہیں بہت دور تک تیرنا پڑا تھا.... وہ بھی سمندر کے نیچے
کر۔

"دوسرا راستا ضرور کسی اور جزیرے تک چلا گیا ہے.... ا
کا راستہ سیدھا اس طرف ہے جب پائپ کا سلسلہ ختم ہوتا نظر
آیا اور میری حالت خراب ہونے لگی تو میں نے رسے کو جھٹکا
دیا.... میرے خیال میں تو اب ہم اس سیدھ میں سفر کر کے بھی
جزیرے تک جا سکتے ہیں"۔ انہوں نے کہا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس طرح ہم راستا کھو دیں
کیوں نہ میں نیچے جا کر اس سمت میں سفر شروع کر دوں"۔ ا
جمشید نے کہا۔

"ایسا بھی کیا جا سکتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

اور اس مرتبہ انسپکٹر جمشید نیچے اترے.... نیچے پہنچ کر ا
نے پائپ کے ساتھ ساتھ سفر شروع کیا.... اوپر جہاز چلنے لگا۔

"ارے باپ رے.... یہ.... یہ.... یہ کیا"۔ انسپکٹر کا
مرزا چلائے۔

"دھک.... کیا ہوا انکل"۔

"وہی چھالیں.... خونیں چھالیں"۔ وہ خوف زدہ انداز

بو...

کک.... کیا.... خونیں چھالیں.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا
ہے"۔

"حد ہو گئی.... یہاں جانوں کے لالے پڑے ہیں.... انہیں
ناولوں کے ناموں کی پڑی ہے"۔

"جہاز کو روک لو خان رحمان.... آگے جانا موت کو دعوت
دینا ہے"۔

"اور نیچے جو جمشید آگے بڑھ رہے ہیں"۔

"نیچے تو خیر چھالیں نہیں ہوں گی.... ہم اور آگے نہیں جا
سکتے"۔

عین اس وقت انسپکٹر جمشید کی طرف سے اشارہ ملا.... انہیں
اوپر کھینچا جانے لگا.... ساتھ ہی ان کے دل دھک دھک کرنے
لگے۔

"دیکھیں.... اس بار کیا خبر ملتی ہے"۔

"کامیابی کی خبر ملے گی"۔ آصف بولا۔

اور پھر انسپکٹر جمشید جہاز پر آ گئے.... انہوں نے لباس اتار
دیا.... جونہی ان کی نظر چھالوں پر پڑی.... وہ دم بخود رہ گئے۔

"یہ.... یہ کیا"۔

"سفر کرتے ہوئے ہم ان کے نزدیک پہنچ گئے تھے.... لہٰذا

آگے نہ بڑھ سکے"۔

"لیکن.... اب کیا ہو گا"۔

"کک.... کیا مطلب.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہیڈ کوارٹر کا راستا انہیں چھالوں کے درمیان ہے"۔

"کیا!!!" وہ سب چلائے۔

عین اس وقت انہوں نے اوپر طیارے کی گھن گرج سنی۔ گھبرا کر اوپر دیکھا.... اور دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے.... اوپر سے راکڈوم نیچے اتر رہا تھا.... بالکل کسی ہیلی کاپٹر کی طرح.... اور اس کا رخ عین ان چھالوں کی طرف تھا۔

"کک.... راکڈوم ان چھالوں میں اتر جائے گا"۔

"نظر تو یہی آ رہا ہے.... اب معلوم ہو گیا.... ہیڈ کوارٹر میں جانے کا دوسرا راستا یہی ہے"۔

"لیکن ہمارے پاس تو راکڈوم نہیں ہے"۔ فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"تیل دیکھو.... تیل کی دھار دیکھو"۔ آصف نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

"ہم ان کا راکڈوم چھین کیوں نہ لیں"۔

"کیا یہ کام اتنا ہی آسان ہے.... پہلی بات تو یہ کہ ہم

جہاز کو ان چھالوں کے نزدیک نہیں لے جا سکتے.... دوسری بات یہ کہ فضا میں موجود راکڈوم کو ان سے کس طرح چھین سکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید جلدی جلدی بولے۔

"اپنے لڑاکا طیاروں کے ذریعے"۔ رفعت نے کہا۔

"لڑاکا طیارے"۔ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہم لڑاکا طیاروں کے ذریعے راکڈوم کو گھیر ضرور سکتے ہیں.... اس پر حملہ بھی کر سکتے ہیں.... لیکن قبضہ کس طرح کر سکتے ہیں.... ذرا سوچو.... یہ سمندر پر تیر تو نہیں سکتا.... نیچے اترتا چلا جائے گا.... لہٰذا ہم اس پر سوار کس طرح ہو سکیں گے"۔

"اوہ! اس طرف میرا دھیان نہیں گیا"۔ رفعت نے شرما کر کہا۔

"کوئی بات نہیں.... خیال پیش کرنا اچھی بات ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

اتنے میں راکڈوم سمندر کی چالوں کے نزدیک آ گیا.... اس کی کھڑکی کھلی اور تین چہرے انہیں نظر آئے.... یہ سرامک، موٹال اور روگان تھے۔

"ہیلو.... تو تم لوگ یہاں تک پہنچ گئے ہو.... بڑی بات ہے بھئی.... تو آگے آؤ نا.... اب رک کیوں گئے"۔ موٹال نے طنزیہ

انداز میں کہا۔

"ہم آگے آئیں گے.... فکر نہ کرو"۔ انسپکٹر جمشید نے
پرسکون آواز میں بولے۔

"لیکن کیسے؟"

"آپ لوگ کیسے جا رہے ہیں"۔

"ہمارے پاس تو یہ راکڈوم ہے.... چھالوں کے درمیان
راستا موجود ہے.... راکڈم سیدھا اس راستے میں اتر جائے گا"۔

"اوہ"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

○☆○

ٹاٹا....

راکڈوم اب فضا میں رک گیا تھا.... غالباً ان سے باتیں
کرنے کے لیے انہوں نے اس کو روک لیا تھا۔

"کیا کہا.... راکڈوم اس پائپ میں اتر جائے گا"۔ انسپکٹر
جمشید حیران ہو کر بولے۔

"ہاں اور ہیڈکوارٹر میں پہنچ جائے گا.... ہم جب تک چاہیں
گے، وہاں رہیں گے.... اپنے سائنس دان سے باتیں کریں گے....
پھر اسی راکڈوم کے ذریعے باہر آ جائیں گے"۔

"آپ کا مطلب ہے.... پروفیسر ٹوری بان"۔

"اوہ! تو تم لوگ یہ بھی جان چکے ہو"۔ سرالک کے لہجے میں
حیرت ہی حیرت تھی۔

"بس اللہ کی مہربانی ہے"۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تم لوگ بہت ذہین ہو"۔ موٹال
نے

"شکریہ مسٹر موتال.... اب ان چھالوں کا مقصد سمجھ میں آیا.... یہ اس راستے کو چھپائے ہوئے ہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"اور جو جہاز ان چھالوں کی زد میں آ جاتے ہیں.... ان کا کیا بنتا ہے"۔

"یہ جگہ ہم نے بالکل برموڈا ٹرائی اینگل کی طرز پر بنائی ہے.... اس کو آپ لوگ نقلی برموڈا کہہ سکتے ہیں.... لہٰذا جو جہاز بھی ان چھالوں کی زد میں آتا ہے.... غائب ہو جاتا ہے"۔

"آخر وہ کہاں غائب ہو جاتا ہے"۔

"سمندر کی تہ کے نیچے بھی ایک اور تہ ہے.... ہم نے ایسا انتظام کیا ہے کہ اس جگہ ڈوبنے والے جہاز اس دوسری تہ میں چلے جائیں.... تاکہ کسی کو نظر بھی نہ آئیں"۔

"اوہ.... تو یہ بات ہے"۔

"ہاں! کیا اب ہم جا سکتے ہیں.... ہمیں مسٹر فوری بان سے بہت اہم بات چیت کرنا ہے"۔

"اس ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے کا کیا طریقہ ہے"۔

"یہاں تک آ گئے ہو تو طریقہ بھی تلاش کر لو"۔

"بہت بہتر.... کر لیں گے.... آپ جائیں"۔ انہوں نے جلے

کٹے انداز میں کہا۔

"ٹاٹا"۔ تینوں ایک ساتھ بولے۔

"ایک منٹ.... مسٹر ابظال آپ کے ساتھ نظر نہیں آ رہے"۔

"اور وہ نظر آتے کب ہیں"۔

"مطلب یہ کہ وہ بھی آپ کے ساتھ ہیں"۔

"بالکل ہیں.... لیکن خود ہم بھی انہیں نہیں دیکھ سکتے"۔

"ہم ایک دن مسٹر ابظال کو ضرور دیکھیں گے"۔ محمود نے مسکرا کر کہا۔

"وہ دن ابظال کی زندگی کا آخری دن ہو گا"۔ ابظال کی آواز ابھری۔

"کیوں انکل ابظال.... ایسا بھی کیا"۔

"میں دنیا کو صرف مرنے کے بعد نظر آ سکتا ہوں"۔

"اوہ اچھا.... ان کے منہ سے نکلا"۔

"اچھا! اب ہم چلتے ہیں.... تم لوگ ہمارے پیچھے آ سکتے ہو تو آ جاؤ"۔ روگان نے کہا۔

"ہم آئیں گے.... فکر نہ کرو"۔

"منور علی خان.... یہاں سے راکڈوم کا فاصلہ ماپ لو"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے دبی آواز میں کہا۔

"ماپ چکا ہوں"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی بات"۔

"کیا مطلب.... فاصلہ ماپ کر آپ کیا کریں گے"۔

"تجربہ"۔ وہ مسکرائے۔

عین اسی وقت راکٹوم چھالوں کے درمیان غائب ہو گیا۔

"اف مالک! اب ہم کیا کریں"۔

"منور علی خان.... تم نے فاصلہ ماپ لیا ہے"۔

"ہاں بالکل"۔

"لیکن کیسے انکل.... آپ نے فاصلہ کس طرح ماپا"۔

"آنکھوں کے ذریعے.... اس مہارت کے بغیر مجھ جیسے لوگ شیر وغیرہ سے کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں"۔ وہ بولے۔

"اوہ!!" ان کے منہ سے نکلا۔

"تاریخ اسلام کا ایک واقعہ اس وقت مجھے یاد آ رہا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن انکل.... یہ تاریخ اسلام کا کوئی واقعہ یاد آنے کا کون سا وقت ہے"۔

"وقت ہے.... اسی لیے تو کہہ رہا ہوں"۔

"تو پھر بتائیں"۔

"اسلامی فوج رومی فوج سے لڑ رہی تھی.... رومی فوج میں جب شکست کے آثار نمودار ہوئے تو وہ بھاگ کھڑی ہوئی.... اور نزدیک ہی ایک بہت بڑا باغ تھا.... اس میں گھس گئی.... باغ کے گرد اونچی چار دیواری تھی.... اور اس کا دروازہ بہت مضبوط تھا.... رومیوں نے اندر داخل ہونے کے فوراً بعد دروازہ بند کر لیا.... اور باغ کی دیوار پر سے تیر برسانے لگے.... کچھ مسلمان تیروں کی بارش ہوتے ہوئے بھی دروازے تک پہنچ گئے.... لیکن دروازہ ضرورت سے کچھ زیادہ مضبوط ثابت ہوا.... اور ان سے توڑا نہ جا سکا.... یہ دیکھ کر ایک مسلمان سپاہی نے اپنے سپہ سالار سے کہا.... کچھ لوگ مجھے پکڑ کر جھولا دیں.... جھولے کو بلند کرتے چلے جائیں اور پھر اس انداز سے مجھے چھوڑیں کہ میں اس دروازے کے اوپر سے ہوتا ہوا دروازے کے دوسری طرف جا گروں.... سپہ سالار نے اس تجویز کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس طرح تو تم فوراً مارے جاؤ گے.... وہاں ان گنت رومی موجود ہیں.... سپاہی نے کہا کہ مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ ہے میں گرتے ہی جنگ شروع کر دوں گا اور موقع ملتے ہی دروازہ کھول دوں گا"۔

چنانچہ ایسا کیا گیا.... وہ سپاہی دوسری طرف گرا.... دشمنوں سے جنگ کرتے ہوئے اس نے دروازہ کھول دیا.... اور اس طرح مسلمانوں کی فتح ہو گئی۔

یہاں تک کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگے۔

"ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھے.... یہ واقعہ سنانے سے آپ کا مقصد کیا ہے"۔

"آپ لوگ ہاتھوں اور پیروں سے پکڑ کر مجھے بالکل اسی طرح جھولا دیں اور جب یہ اندازہ ہو جائے کہ میں چھالوں کے اوپر گروں گا تو مجھے چھوڑ دیں.... اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نظر نہیں آتی"۔

"ارے باپ رے"۔ آفتاب گھبرا کر بولا۔

"بھئی اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"ہپ پتا نہیں.... سوچنا پڑے گا کہ اس میں گھبرانے کی بات ہے یا نہیں"۔ آفتاب بولا۔

"میرے خیال میں ان حالات میں بس یہی ایک ترکیب رہ جاتی ہے.... اور ہمیں ایسا کرنا ہی ہو گا"۔

"لیکن اس طرح ہیڈ کوارٹر تک کون کون پہنچ سکے گا.... جھولا دینے والے کس طرح جائیں گے"۔

"منور علی خان جہاز پر رہ جائیں گے اور بس"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"نن.... نہیں.... مجھ پر یہ ظلم نہ کریں"۔ منور علی خان نے گھبرا کر کہا۔

"اس کام کے لیے ہم جہاز کے عملے کی مدد لے سکتے ہیں"۔

"لیکن شروع میں جہاز کے عملے کی مدد نہیں لی جا سکتی.... چھالے اس قدر نزدیک نہیں ہیں"۔

"ایک اور ترکیب"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"اور وہ کیا"۔

"راکڈوم اس پائپ میں اتر گیا ہے.... ہمارا ہیلی کاپٹر نہیں گرا.... یہی بات ہے نا"۔

"ہاں بالکل"۔ وہ بولے۔

"تو پھر ہم ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر عین اس پائپ کے اوپر اتر سکتے ہیں"۔

"گویا اب ہمیں ہیلی کاپٹر منگوانا ہو گا"۔

"نہیں!" پروفیسر داؤد پر زور انداز میں بولے۔

"جی کیا مطلب"۔ سب ان کی طرف مڑے۔

"ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ جائیں گے"۔

"اوہ.... ہاں! یہ بات تو ہم بھول ہی گئے.... یہ چھالیں تو بحری جہاز کو ہڑپ کر لیتی ہیں"۔

"جھول جھول کر ہی جانا ہو گا.... منور علی خان تم کسی طرح آ سکتے ہو یا نہیں آ سکتے.... یہ تم جانو.... تم فی الحال انسپکٹر جمشید کو اچھال دو"۔

"جی بہتر"۔ وہ مسکرائے۔

اب چار آدمیوں نے مل کر انسپکٹر جمشید کو اٹھایا.... ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک ٹانگ پکڑ کے اور لگے جھولا دینے.... جھولا دینے والوں میں اس وقت منور علی خان، خان رحمان اور انسپکٹر کامران مرزا اور عملے کا ایک آدمی تھے۔

جھولا اونچا ہونے لگا.... اونچا.... اور اونچا.... یہ زندگی اور موت کا کھیل تھا.... یہ سب لوگ جانتے تھے کہ اگر انسپکٹر جمشید بالکل سیدھے میں نہ جا کر گرے اور چھالوں میں جا گرے تو سیدھے سمندر کی دوسری تہ میں پہنچ جائیں گے اور پھر ان کا نام نشان بھی نہیں ملے گا.... اب یہ معاملہ تھا منور علی خان کے اندازے کا.... ان کے منہ سے آواز نکلنے پر ان چاروں نے ان کے ہاتھ پیر چھوڑنے تھے.... ادھر انسپکٹر جمشید اپنے اللہ کو یاد کر رہے تھے.... بار بار آیت الکرسی پڑھ رہے تھے.... انہیں اپنی جان کا

فکر نہیں تھا.... جتنا مسلم ممالک کی مصیبت کا.... وہ سوچ رہے تھے کہ اگر میں پائپ کے عین اوپر نہ گرا اور چھالوں میں جا گرا تو کیا ہو گا.... ادھر جھولا بلند ہو رہا تھا.... اب بات صرف منور علی خان کے اندازے پر تھی.... اچانک انہوں نے منہ سے آواز نکالی۔

"اللہ اکبر"۔

اللہ اکبر کے ساتھ ہی انہوں نے انسپکٹر جمشید کو چھوڑ دیا.... وہ تیر کی طرح چھالوں کے اوپر سے ہوتے ہوئے عین اس جگہ گرتے نظر آئے جس جگہ راکڈوم اترا تھا۔

"کیا خیال ہے انکل"۔ محمود نے ڈوبتی آواز میں کہا.... اس کا رخ منور علی خان کی طرف تھا۔

"میرے انداز کے مطابق تو وہ پائپ کے منہ پر ہی گرے ہیں.... آگے اللہ جانتا ہے"۔

"گویا دونوں باتیں ہو سکتی ہیں"۔

"ہاں بالکل"۔

"اب میری باری ہے.... ہم جہاں گے، سب جائیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جذباتی آواز میں کہا۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ آپ نہ جائیں"۔ محمود بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"مطلب یہ کہ اگر باقی سب لوگ پائپ کے منہ میں نہ گئے تو یہاں کم از کم ایک تو ایسا ہو جو ان لوگوں سے ٹکر لے سکے"۔

"اور میں ٹکر لے سکوں گا.... آخر کو مجھے بھی تو اس پائپ میں کودنا پڑے گا"۔ وہ مسکرائے۔

"اف مالک! میں شدید گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں"۔ محمود بولا۔

"اللہ کو یاد کرو"۔ وہ بولے۔

اور پھر انسپکٹر کامران مرزا کو جھولا جھلایا جانے لگا.... ان کے دل ایک بار پھر دھک دھک کرنے لگے.... اس کام میں منور علی خان کے تجربے پر تکیہ کیے ہوئے تھے.... جنگلی جانوروں سے مقابلے کرنے میں انہیں یہ تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔

اور پھر انسپکٹر کامران مرزا کو بھی چھوڑ دیا گیا.... اس طرح ایک ایک کر کے وہ سب اچھال دیئے گئے.... آخر میں منور علی خان رہ گئے.... انہوں نے جہاز کے عملے کی طرف دیکھا۔

"اب تک تم لوگوں کو تجربہ تو ہو چکا ہے نا"۔

"جی ہاں بالکل.... آپ فکر نہ کریں"۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"مجھے اچھالنے کے بعد تم لوگ اس جگہ لنگر انداز رہو

گے.... کیونکہ نہ جانے ہماری واپسی کس وقت اور کس صورت میں ہو.... اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ ہمیں اس وقت جہاز کی ضرورت ہوگی"۔

"آپ فکر نہ کریں"۔

اور پھر انہوں نے منور علی خان کو بھی اچھال دیا.... وہ فضا میں بلند ہوئے اور پھر نیچے گرے.... انہوں نے خود کو پائپ کے اندر گرتے دیکھا تو اللہ کا شکر ادا کیا.... وہ نیچے گرتے چلے گئے.... یہاں تک کہ ان کے پیر زمین سے جا لگے.... پائپ چونکہ ترچھا تھا.... اس لیے انہیں چوٹ نہ آئی.... انہوں نے اترتے ہی دائیں بائیں دیکھا.... ان کے سب ساتھی گویا آرام کر رہے تھے۔

"خدا کا شکر ہے.... ہم سب خیریت سے یہاں پہنچ گئے ہیں"۔ وہ بولے۔

"ہاں! یہ بات تو ہے.... اور اب عمارت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے"۔

منور علی خان نے اس عمارت کو دیکھا.... یہاں کی سیر وہ پہلے بھی کر چکے تھے۔

"ارے مگر.... وہ تینوں تو نظر نہیں آ رہے"۔ منور علی خان بولے۔

"ہوں گے عمارت میں.... باہر ان کا کیا کام"۔

"اب پروفیسر صاحب کا کام شروع ہوتا ہے.... کیا خیال ہے انکل"۔ آصف بولا۔

"ہاں! لیکن میں سوچ رہا ہوں.... ہم اس قدر آسانی سے یہاں پہنچ گئے ہیں.... آخر کیوں؟"

"یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے.... اور پھر اس قدر آسانی سے کیوں پہنچتے.... ہمیں تو نہ جانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑے ہیں اور جس طرح ہم یہاں تک آئے ہیں.... اس طریقے سے سے آنے کے بارے میں تو ان لوگوں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہو گا.... یہ تو یہ خیال کر رہے ہوں گے کہ ہم ان چھالوں میں الجھ کر رہ گئے ہوں گے"۔

"لیکن انہیں اب تو پتا لگ چکا ہو گا"۔

"نا نہیں.... ہم کیا کہہ سکتے ہیں"۔

"بہر حال پروفیسر انکل.... اب آپ اس عمارت کا تیا پانچہ کر دیں.... تاکہ اسلامی دنیا سورج دیکھ سکے"۔ آفتاب نے کہا۔

"ہاں آفتاب.... ضرور کیوں نہیں"۔

پروفیسر داؤد نے اپنی چیزیں سنبھالیں اور ان کو لے کر عمارت کی طرف بڑھے.... عمارت کے اندر انہیں کچھ نظر نہیں

رہا تھا.... لیکن شاید اندر سے باہر کا منظر صاف دیکھا جا سکتا تھا.... عمارت کو تباہ کرنے کے لیے انہوں نے جو سیال بنایا تھا.... اس کو ایک پلاسٹک کی محفوظ ترین بوتل میں بھر کر لائے تھے۔

نزدیک پہنچ کر انہوں نے اس بوتل سے تھوڑا سا سیال نکالا اور عمارت کی دیوار پر گرا دیا.... فوراً ہی اس میں سے دھواں اٹھنے لگا۔

"وہ مارا.... جمشید ہم کامیاب ہو گئے"۔

"بہت خوب پروفیسر صاحب"۔

عین اس وقت پانی کی ایک دھار اوپر سے دیوار پر اس جگہ گری.... جہاں سے دھواں اٹھ رہا تھا.... پانی گرتے ہی دھواں اٹھنا بند ہو گیا۔

"ارے! یہ کیا ہوا"۔

"پہلے تو دو دو باتیں اور پھر دو دو ہاتھ کر لیں.... پھر عمارت کو تباہ کرنے کا خواب دیکھنا"۔

پیچھے سے آواز سنائی دی.... وہ ایک ساتھ مڑے.... تین ایک ساتھ کھڑے نظر آئے' ان کے چہروں پر طنزیہ مسکراہٹیں تھیں۔

"پروفیسر داؤد نے یہ سیال تو تیار کر لیا.... لیکن انہوں نے یہ

نہ سوچا کہ جن لوگوں نے اس مادے کو تیار کیا ہے.... جس کو اس سیال سے تباہ کیا جا سکتا ہے.... تو انہوں نے اس کی حفاظت کا بھی تو کچھ نہ کچھ بندوبست کیا ہو گا.... لہٰذا اب تو ہم کامیاب ہی کامیاب ہیں.... اور تم لوگ ناکام ہی ناکام.... جس جگہ بھی پروفیسر یہ سیال ڈالیں گے.... خود بخود پانی وہاں گرے گا اور عمارت محفوظ ہو جائے گی اور عمارت کے اندر بیٹھے ہوئے پروفیسر ٹوری بان بھی محفوظ رہیں گے.... اب کیا خیال ہے.... کیا تم لوگوں میں ہم سے مقابلہ کرنے کی سکت ہے.... اگر ہے تو پھر آ جاؤ.... لیکن تم لوگوں کی اطلاع کے لیے ہم ایک بات بتا دیتے ہیں"۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ اگر تم ہم چاروں کو شکست بھی دے دو' اگرچہ ایسا ہونا ممکن نہیں.... لیکن میں فرض کر رہا ہوں.... ہمیں شکست دینے کے بعد تم اس عمارت یعنی ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دو.... تب بھی شکست تمہارا مقدر ہو گی.... اس لیے کہ ہم یہ بات پہلے ہی کہہ چکے ہیں اس بار ہم اپنے منصوبے میں مکمل طور پر کامیاب ہو چکے ہیں لہٰذا تم کامیاب ہو کر بھی ناکام اور ہم ناکام ہونے کی صورت میں بھی کامیاب"۔

"یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی"۔

"آئے نہ آئے.... بات یہی ہے"۔

"ہو گی.... ہم نے یہی ایک بات سیکھی ہے.... آج تک"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ ہمیں اپنا کام کرنا ہوتا ہے.... ہم کامیاب رہیں یا ناکام"۔

"تو پھر آ جاؤ.... ہو جائیں دو دو ہاتھ"۔

"لیکن مسٹر ابظال کہاں ہیں.... کیا وہ بھی اس جنگ میں حصہ لیں گے"۔

"فی الحال وہ اس لڑائی کا نظارہ کریں گے.... ہم تینوں کی شکست کی صورت میں وہ مقابلے پر آئیں گے.... اور تم لوگوں کو تگنی کا ناچ نچائیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... ہم مقابلے کے لیے تیار ہیں"۔

"میں اکیلا تم سب سے مقابلہ کروں گا"۔ موٹال نے آگے آتے ہوئے کہا۔

○☆○

مکوں کی بارش

دبلے پتلے' درمیانے قدر والے موٹال کو اپنے مقابلے پر دیکھ کر انسپکٹر جمشید آگے بڑھے۔

"صرف آپ.... میں کہتا ہوں.... سب ایک ساتھ آ جائیں"۔

"نہیں' میں اکیلا کافی ہوں"۔

"اچھی بات ہے.... لیں' میں نزدیک آ گیا.... میرا جو بگاڑنا ہے بگاڑ لیں"۔ اس نے نزدیک آتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ایک مکا تاک کر اس کی ناک پر مارا.... انہیں یوں لگا جیسے ربڑ پر مکا دے مارا ہو.... ان کے ہاتھ کو چوٹ لگی.... لیکن موٹال جوں کا توں کھڑا رہا۔

"شاباش! مکوں کی بارش کر دیں"۔

انسپکٹر جمشید نے مکا مارنے کے بجائے تیزی سے جھک کر اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔

"ارے ارے.... یہ کیا بھئی"۔

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا اور اسے تیزی سے گھما کر روگان پر دے مارا.... دونوں کے جسم ٹکرائے.... روگان بے خبر کھڑا لڑائی دیکھ رہا تھا.... دونوں گرے.... موٹال تو گیند کی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا اور روگان لڑھکنیاں کھاتا دور چلا گیا اور یک دم اٹھ کھڑا ہوا.... دونوں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"اس طرح بھی ہمارا کچھ نہیں بگڑا"۔

"کوئی بات نہیں.... اور میں بھی بالکل خیریت سے ہوں"۔

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"وہ اس لیے کہ ابھی تک میں نے کوئی وار نہیں کیا"۔

"چلیے.... آپ یہ حسرت بھی پوری کر لیں"۔

"پہلے آپ میری ایک حسرت پوری کر دیں"۔ موٹال بولا۔

"اوہو.... کیا آج کا دن حسرتیں پوری کرنے کا دن"۔ آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"اور وہ حسرت یہ ہے کہ آپ مجھے اپنی گرفت میں لے کر دکھا دیں"۔ موٹال نے کہا۔

"اچھی بات ہے.... نزدیک آ جائیں"۔

وہ بے خطر انداز میں ان کے نزدیک آ گیا اور پھر انہوں نے

اس کے گرد اپنے بازو کس دیئے.... لیکن ساتھ ہی انہوں نے محسوس کیا کہ وہ کسی چکنی مچھلی کی طرح تھا.... گویا ان کے بازوؤں سے پھسلا جا رہا تھا۔

"ابھی میں نے نکلنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کی.... پھر بھی آپ کیا محسوس کر رہے ہیں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"یہ کہ میں آپ کو گرفت میں نہیں رکھ سکوں گا"۔ انہوں نے اقرار کیا۔

"یہی میرا خیال ہے.... اب اچھی طرح جکڑ لیں.... میں زور لگانے لگا ہوں"۔

انہوں نے اپنے بازو مضبوطی سے پکڑ لیے.... لیکن جونہی موٹال نے ذرا سا زور لگایا.... وہ ان کے ہاتھوں سے کسی مچھلی کی طرح نکل گیا.... اور دور جا کھڑا ہوا۔

"آپ میری حسرت پوری نہیں کر سکے.... لیکن میری ایک حسرت اور ہے"۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ آپ سب مل کر مجھے مختلف جگہوں سے جکڑ لیں.... اور میں نکلنے کی کوشش کر کے دیکھوں.... اگر نہ نکل سکا تو میں اپنی ہار مان لوں گا اور آپ لوگوں کا غلام بن جاؤں گا اور آپ مجھے جو

حکم دیں گے.... وہ کروں گا.... یہاں تک کہ اگر آپ مجھے مسٹر اقبال، روگان اور سرالک سے جنگ کرنے کا حکم دیں گے تو میں یہ بھی کروں گا"۔

"تب تو سودا برا نہیں"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"تو پھر آیئے"۔ اس نے للکارا۔

"کیا خیال ہے انکل"۔ آصف نے ان کی طرف دیکھا۔

"کوئی حرج نہیں.... تجربہ کر کے دیکھتے ہیں"۔

اور پھر ان سب نے مل کر اسے بری طرح جکڑ لیا.... اس کے باوجود ان میں سے ہر آدمی یہ خیال کر رہا تھا کہ جیسے وہ اس کی گرفت میں سے پھسل رہا ہے.... اور یہ کام انہیں انتہائی مشکل محسوس ہو رہا تھا.... لیکن اب تو وہ اس کام میں ہاتھ ڈال چکے تھے.... لہٰذا مجبور تھے۔

"ہاں بھئی.... کر لی مکمل تیاری"۔

"ہاں! کر لی"۔

"اب میں زور لگانے لگا ہوں.... خبردار"۔

یہ کہہ کر اس نے زور جو لگایا تو ان سب کی گرفت سے پھسل کر دور کھڑا نظر آیا۔

"کوئی فائدہ نہیں.... یہ حضرت چکنی مچھلی سے بھی زیا

پھسلواں ہیں"۔ شوکی نے جھلا کر کہا۔

"ہاہاہا"۔ موٹال نے قہقہہ لگایا۔

اچانک ان کا قہقہہ رک گیا اور اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی.... یہ چیخ تکلیف دہ تھی۔

انہوں نے دیکھا' موٹال کی گردن کے گرد ایک رسی کستی چلی جا رہی تھی اور رسی پر منور علی خان کا آنکڑا تھا۔

"مسٹر موٹال.... تم اس رسی میں سے بھی پھسل کر دکھاؤ"۔ منور علی خان کی آواز گونجی۔

"کھولو.... اس رسی کو.... کھولو.... ورنہ میں تمہارا خون پی جاؤں گا"۔

"لیکن خون کس طرح پیو گے.... پہلے یہ تو سوچ لو"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"عجیب احمق ہو.... یہ بے چارہ اس وقت سوچنے کے قابل کہاں رہ گیا ہے.... ہاں اپنے تین دوستوں کو سوچنے کی دعوت ضرور دے سکتا ہے"۔ آصف نے جھلا کر کہا۔

"حد ہو گئی.... اس حالت میں بھی دعوت دے گا"۔ محمود نے آنکھیں نکالیں۔

"مسٹر سرانک.... مسٹر روگان.... میری مدد کرو.... اس رسی

سے میری جان چھڑاؤ"۔ وہ بلند آواز میں چلا اٹھا اس کی آنکھیں باہر کو ابلتی چلی آ رہی تھیں۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں.... ہم تمہاری مدد نہیں کریں گے تو کیا ان کی مدد کریں گے"۔

"اور مسٹر ابطال آپ بھی میری مدد کریں.... آپ تو بہت آسانی سے مدد کر سکتے ہیں"۔ اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

عین اس وقت نہ جانے کیا ہوا.... رسی درمیان سے کٹ گئی.... اور آنکڑا بھی رسی سے کٹ کر دور جا گرا۔

"ارے! یہ کیا ہوا"۔ کئی آوازیں ابھریں۔

"میں ہر ایسے موقع پر اپنے ساتھیوں کی مدد کروں گا"۔ ابطال کی آواز سنائی دی.... اس کی آواز انہیں چاروں طرف سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"واہ.... مزا آ گیا.... اب میں انہیں چھٹی کا دودھ یاد دلاؤں گا.... وہ رنگائی کروں گا کہ ان کی کیا کسی نے کی ہو گی"۔ یہ کہ کر وہ رسی کے بل اپنی گردن سے اتارنے لگا.... اب یہ کام اس کے لیے آسان تھا۔

"یہ.... یہ کیا ہوا منور علی خان"۔

"ابطال نظر نہیں آتا.... اس لیے اس نے اپنی اس

خصوصیت کی بنیاد پر فائدہ اٹھایا ہے.... اس میں میرا کیا قصور
منور علی خان بولے۔

"نہیں نہیں.... قصور کی بات نہیں.... آپ تو بہت
رہے.... جو کام ہم مل کر نہ کر سکے.... وہ آپ کی رسی نے کر
تھا.... خیر کوئی بات نہیں.... ہم اس سے نبٹ لیں گے"۔ ا
کامران مرزا بولے۔

"اب میں نبٹنے کا موقع بھی نہیں دوں گا.... ابھی تک میں
چوہے والا کھیل کھیل رہا تھا اور خود کوئی وار نہیں کر رہا تھا.... ا
تم لوگوں کو میرے وار بھی سہنا ہوں گے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ بری طرح ہوا میں اچھلا اور ا
کے سروں پر گرتا ہوا نظر آیا.... وہ بوکھلا کر ادھر ادھر ہو گئے.... ا
اسے اپنے گھیرے میں لینے کی کوشش کرنے لگے.... لیکن وہ بجلی
سی تیزی سے حرکت کر رہا تھا.... اور اس دوران وہ جس سے بھی
ٹکرایا.... وہی لمبا لیٹتا چلا گیا.... لمبے لیٹنے کی رفتار دیکھ کر وہ بری
طرح گڑبڑا گئے.... اس میدان میں وہ صرف ادھر ادھر ہو سکتے تھے
اور تو کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے.... جب تک انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر
کامران مرزا سنبھلتے.... ان کے تین ساتھی.... اخلاق ' اشفاق اور
پروفیسر داؤد موٹال کی ٹکریں کھا کر گر چکے تھے اور باقی اچھل کود

خود کو اس کی ٹکروں سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے.... وہ گیند
کی طرح اچھل رہا تھا.... اچھلتا کسی پر گرتا کسی پر.... وہاں سے پھر
اچھل کر کسی اور پر جا گرتا.... دیکھتے ہی دیکھتے خان رحمان اور منور
علی خان بھی گر گئے.... عین اس وقت فرزانہ لڑھکتی نظر آئی.... اس
کے منہ سے تو چیخ بھی نکل گئی تھی.... انسپکٹر جمشید اس کی چیخ سن
کر پریشان ہو گئے.... لیکن کر بھی کیا سکتے تھے.... اس وقت تو موٹال
ان سب کے لیے مسئلہ بنا ہوا تھا.... ایسے میں ابقال کی آواز سنائی
دی۔

"مجھے اس صورت حال پر ہنسی آ رہی ہے.... میں سوچ رہا
ہوں.... ابھی تو ہماری فوج کا صرف ایک آدمی لڑ رہا ہے.... باقی تین
تماشا دیکھ رہے ہیں اور ان سب پر مصیبت ٹوٹی ہوئی ہے.... ہم اگر
یک وقت حرکت میں آ جائیں تو ان کا کیا بنے"۔

"وہی بنے گا جو منظور خدا ہو گا"۔ محمود کی آواز سنائی دی۔

"حیرت ہے مسٹر موٹال.... ان میں اب تک بولنے کی سکت
ہے"۔

"اس پر حیرت مجھے بھی ہے"۔ موٹال مسکرایا۔

"آپ یہ کام جلد از جلد ختم کریں.... ہمیں جانا بھی ہے"۔

"بہت بہتر مسٹر ابقال.... آپ چل کر رائڈوم میں بیٹھیں....

ہم ابھی آتے ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے.... میں یہ لڑائی نہ دیکھوں"۔ ابطال ہنسا۔

"اگر آپ اس میں کوئی لطف محسوس کر رہے ہیں تو دیکھ لیں.... ورنہ شیر اور بھیڑوں کی لڑائی سے بھی کوئی کبھی لطف اندوز ہوا ہے"۔

"کیا کہہ رہے ہیں بھئی مسٹر موٹال.... یہ اپنے ملک کے مایہ ناز ہیروز ہیں"۔

"مجھے تو لگتا ہے.... بلاوجہ یہ اتنے مشہور ہو گئے ہیں.... ان میں کوئی خاص صلاحیت نہیں ہے"۔ اس بار روگان کی آواز سنائی دی۔

"یہ بات خیر نہیں ہے مسٹر روگان.... یہ لوگ یہاں تک پہنچ گئے ہیں.... کیا یہ ان کی خاص بلکہ بہت خاص صلاحیت نہیں ہے"۔

"اوہ! یہ بات تو خیر ماننا پڑے گی.... واقعی.... ہمارے خیال کے مطابق تو یہ لوگ یہاں تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے تھے.... جب کہ یہ پہنچ گئے.... لیکن یہ بے چارے یہ بات نہیں جانتے تھے کہ یہ جگہ ان کا مقبرہ ثابت ہو گی"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ گیند کی طرح پھر اچھلنے لگا.... ابھی تک ان میں سے کوئی اس گیند کو چھو بھی نہیں سکا تھا.... اگرچہ وہ اچھل اچھل کر اسے پکڑنے کی بے تحاشا کوشش کر رہے تھے.... اور اس کوشش میں گیند سے ٹکرا بھی رہے تھے اور جو ٹکرا جاتا.... گر جاتا۔

اسی وقت فرحت اور رفعت ایک ساتھ گرتی نظر آئیں.... موٹال ٹکرایا تھا فرحت سے رفعت فرحت کی لپیٹ میں آ گئی.... لہٰذا ساتھ ہی وہ بھی گر کر ساکت ہو گئی.... فرزانہ اس سے بھی پہلے گر چکی تھی۔

انہوں نے موٹال کو شوکی پر گرتے دیکھا.... دوسرا لمحہ حیران کن تھا.... شوکی دوسری طرف کھڑا نظر آیا اور موٹال اپنی جھونک میں دور تک لڑھکتا چلا گیا.... حیرت زدہ سا وہ مڑا اور بول اٹھا۔

"یہ.... یہ کیا ہوا تھا.... یہ میری لپیٹ میں کیوں نہ آ سکا"۔

"اس کی حرکت ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئی"۔ سرامک اور روگان نے کہا۔

"اور آپ کی سمجھ میں آئی مسٹر ابطال"۔

"نن نہیں.... میں دیکھ نہیں سکا.... اب دیکھوں گا.... اس پر ایک چھلانگ اور لگائیں"۔ ابطال نے کہا۔

"خیر.... اب بغور دیکھیں"۔

باقی سب نے شوکی پر نظریں جما دیں.... خود انسپکٹر جمشید وغیرہ بھی حیران تھے.... البتہ شوکی پرسکون انداز میں کھڑا تھا.... موٹال نے پھر اس پر چھلانگ لگائی.... وہ تیر کی طرح اس کی طرف گیا.... اس کے سر ٹکرانے والا تھا کہ شوکی پھر دوسری طرف کھڑا نظر آیا۔

سب حیران رہ گئے.... کسی کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا.... وہ تو پھر بچ گیا"۔ موٹال چلا اٹھا۔

"آخر یہ کرتا کیا ہے"۔

"ہم نہیں دیکھ سکے"۔ سرانک اور روگان نے کہا۔

"اور میں بھی نہیں"۔ ابظال نے کہا۔

"جی.... کیا مطلب.... آپ کیا سمجھ گئے؟"

"یہ کہ شوکی کیا کرتا ہے.... لیکن میں بتاؤں گا نہیں"۔

"جی آپ بتائیں گے نہیں"۔

"ہاں! بتا دیا تو پھر بات ہی کیا رہ جائے گی"۔

"ہوں! یہ بھی ٹھیک ہے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... انسپکٹر جمشید یہاں ہونے والی ٹھیک بات.... جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہو.... آپ سمجھ جائیں

ورنہ ہم نہ سمجھ سکیں"۔ روگان نے جل کر کہا۔

"تو آپ سمجھ کر دکھا دیں.... روکا کس نے ہے"۔ محمود نے جلا کر کہا۔

"مسٹر موٹال.... ایک حملہ اور سہی"۔

"ضرور ضرور" اس نے فوراً کہا اور شوکی پر چھلانگ لگائی.... شوکی دور کھڑا نظر آیا اور موٹال اپنی جھونک میں آگے نکل گئے۔

"اب کچھ سمجھ میں آیا"۔

"ہاں بالکل.... یہ دراصل حرکت کرتا ہی نہیں.... اپنی جگہ پر کھڑا رہ جاتا ہے.... مسٹر موٹال اپنے اندازے کے مطابق اس جگہ کرتے ہیں جہاں یہ اپنے بچاؤ کے لیے چھلانگ لگا سکتا ہے"۔

"اوہ ہاں! بالکل یہی ہوا ہے.... اب میں اس پر چھلانگ اس جگہ لگاؤں گا.... جہاں یہ کھڑا ہے"۔

"ارے باپ رے.... یہ تو جان گئے.... اب میرا کیا بنے گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی موٹال اس سے ٹکرا گیا اور وہ دور تک لڑھکتا چلا گیا.... اس کے منہ سے بھی فرزانہ کی طرح ایک چیخ نکلی تھی.... موٹال نے اپنا رخ محمود کی طرف کر دیا۔

"آؤ.... آؤ.... میں تیار ہوں"۔ محمود چمک کر بولا۔

ادھر موٹال نے چھلانگ لگائی.... ادھر محمود زمین پر گر کر اس سمت میں لڑھک گیا.... جس طرف سے موٹال آ رہا تھا.... نتیجہ یہ کہ موٹال آگے نکل گیا اور محمود اس کی کمر کی طرف رہ گیا.... پھر محمود نے بھی یہی کیا.... فوراً گھوما اور لڑھکتے ہوئے موٹال کی طرف بے تحاشا دوڑ لگا دی.... ابھی وہ سنبھل نہیں پایا تھا کہ وہ اس کی کمر سے ٹکرا گیا۔

محمود کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ لمبا لیٹا نظر آیا۔

”بہت اچھی کوشش تھی محمود.... اور شوکی بھی بہت بہتر رہا.... میرا خیال ہے میں اور انسپکٹر جمشید مل کر اس پر قابو پالیں گے“۔

”آؤ آؤ.... دیکھتا ہوں.... کیا کر لیتے ہو تم میرا“۔

”دوڑو“۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز گونجی اور وہ ہیڈکوارٹر کی عمارت کی طرف بے تحاشا دوڑ پڑے.... باقی سب لوگ ان کی اس حرکت پر حیرت زدہ رہ گئے.... لیکن پھر انہوں نے بھی دوڑ لگا دی۔

”ارے ارے.... کہاں بھاگے جا رہے ہو“۔

”عمارت کی طرف“۔

”وہاں جا کر کیا کر لو گے“۔

”جو بن پڑا کریں گے“۔

”مسٹر موٹال.... انہیں عمارت تک نہ جانے دو“۔

”او کے سر“۔

موٹال نے ان کے پیچھے دوڑ لگا دی.... اور انہیں راستے میں ہی جا لیا.... وہ پہلے آصف سے ٹکرایا.... آصف گر گیا.... اور ساکت ہو گیا پھر وہ اچھلا اور آفتاب سے ٹکرانے کی کوشش کی.... آفتاب خود ہی گر کر لڑھک گیا.... اس نے مکھن پر چھلانگ لگائی.... مکھن کے بعد فاروق کی باری تھی۔

اس طرح عمارت کے پاس پہنچنے تک سوائے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے اب سب کے سب گر چکے تھے۔

لیکن اتنی دیر میں وہ عمارت کے بالکل نزدیک جا چکے تھے.... اور اب گویا عمارت کے بالکل ساتھ کھڑے تھے۔

”اب بچ کر کہاں جاؤ گے“۔

”جانے والے کا پروگرام ہمارا ہے بھی نہیں تھا.... اب کیا ہو گا.... ہم تو آئے ہیں.... یا تو کامیاب ہو کر لوٹیں گے.... یا جانیں دے دیں گے.... اب اپنے اندھیرے ملک میں جا کر کیا کریں گے.... وہاں بھی تو موت منہ کھولے کھڑی ہے.... آہستہ آہستہ سب لوگ موت کی گود میں چلے جائیں گے“۔

"میں نے بچ کر جانے کا ذکر کیا تھا' آپ نے اتنی لمبی تقریر جھاڑ دی"۔ موٹال نے منہ بنایا۔

"اوہ سوری"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اب تم دونوں کو مہلت دینا میرے نزدیک درست نہیں... جانتے ہیں... تم دونوں کے بے ہوش ہو جانے کے بعد ہم کیا کریں گے"۔

"چلیے بتا دیں... کیا کریں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہم راکڈوم پر بیٹھ کر یہاں سے چلے جائیں گے... پھر تم لوگ یہاں سے نکل نہیں سکو گے... اور یہیں سسک سسک کر تڑپ تڑپ کر جان دے دو گے"۔

"لیکن ہم مرنے سے پہلے اس عمارت کو ضرور تباہ کر دیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے غرا کر کہا۔

"خام خیال ہے... پروفیسر داؤد جو سیال لے کر آئے تھے... اس سیال سے بچاؤ یہ عمارت خود کر سکتی ہے"۔

"ہمارے پاس اور طریقے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اچھا... خیر... تم آزماتے رہنا اپنے طریقے... پہلے میں تم دونوں سے نبٹ تو لوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی موٹال نے اچھلنا چاہا... لیکن اچانک وہ منہ کے بل گرا... سب حیران رہ گئے... لیکن انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہونے کے بجائے فوراً حرکت میں آنا مناسب سمجھا... انہوں نے یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ موٹال منہ کے بل کس طرح گرا تھا... دونوں اس کے کمر پر گرے اور پھر دونوں نے اسے اٹھاتے ہی عمارت پر دے مارا۔

انہیں یہ بات معلوم تھی... عمارت اسفنج کی طرح نرم ہے... اس سے ٹکرا کر بھلا کیا چوٹ موٹال کے لگ سکتی تھی... لیکن وقتی طور پر وہ یہی کر سکتے... اب یہ اور بات ہے کہ نتیجہ حیرت انگیز نکلا... کیونکہ دیوار سے ٹکراتے ہی موٹال کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی تھی... وہ اچھل کر عمارت سے بہت دور جا گرا تھا اور ساکت ہو گیا تھا۔

"ارے! یہ کیا ہوا... اس قدر نرم دیوار سے ٹکرا کر یہ حضرت بے ہوش کس طرح ہو گئے"۔ محمود کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

اب تک وہ ہوش میں آ چکا تھا... بلکہ دوسرے بھی ہوش میں آ چکے تھے' البتہ ان کے جسموں کی حالت ایسی تھی کہ وہ ابھی اٹھ نہیں سکتے تھے۔

"یہ.... یہ تو ہماری سمجھ میں نہیں آیا"۔
"لیکن جمشید.... میری سمجھ میں آ چکا ہے.... اس عمارت پر
ئی بھی چیز پھینک کر ماری جائے.... یہ اسے دور اچھال دے
"۔

"اوہ ہاں.... واقعی"۔ وہ بولے۔
"اور جب ذرا طاقت سے کوئی چیز یا جسم اس عمارت سے
کرائے گا' پھر اسی طاقت سے اسے واپس اچھالے گی.... اس کے
رد لہروں کا جال اس لیے تو چھوڑا گیا ہے"۔
"تب تو وہ مارا"۔ آصف نے بلند آواز میں کہا۔
"لل.... لیکن.... وہ ہوا کیسے تھا"۔ موٹال منہ کے بل کیوں
گر گیا تھا۔
"یہ مہم رفعت نے انجام دی ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔
"جی.... کیا مطلب؟"
جب موٹال اچھل اچھل کر سب کو ٹکریں مار رہا تھا اور ہم
لوگ تڑاتڑ گر رہے تھے تو رفعت اس جھمیلے میں خود ہی گر گئی
تھی.... یعنی موٹال کی ٹکر اسے لگی ہی نہیں تھی.... اور وہ بل چل
کچھ ایسی تھی کہ کسی کو پتا نہ چل سکا.... البتہ میں نے بے ہوش
ہونے سے پہلے یہ دیکھ لیا تھا.... اور جب مجھے ہوش آیا تو میں نے

اسے سینے کے بل رینگ کر عمارت کی طرف جاتے دیکھا تھا.... اس
وقت باقی لوگوں کی توجہ صرف تم دونوں اور موٹال کی طرف تھی'
اس لیے اس کی طرف کوئی نہ دیکھ سکا' یوں بھی مجرم پارٹی باقی سب
کو بے بس خیال کر رہی تھی"۔ انہوں نے جلدی جلدی بتایا۔
"رفعت نے کمال کر دیا.... اب ہم ان لوگوں سے جنگ کر
سکیں گے.... ارے.... یہ حضرت موٹال وہاں گرے تھے.... کہاں
چلے گئے"۔ وہ زور سے چونکے۔
سب نے ادھر دیکھا.... موٹال کا کہیں پتا نہ تھا۔
"وہ ضرور اس عمارت کے پچھلی طرف جا چھپا ہے.... شاید
اب اسے اپنی شکست کے آثار صاف نظر آنے لگے تھے۔
مسٹر موٹال تو گئے.... اب مسٹر سرالک' روگان اور ابطال....
آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور ان
کی طرف مڑے۔
دوسرا لمحہ حیران کن ترین تھا.... وہ دھک سے رہ گئے....
ان کے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے.... سیٹیاں گم
ہوتی محسوس ہوئیں.... ان کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا
بھی ہو سکتا ہے"۔
وہ تینوں بھی اپنی جگہوں سے غائب تھے.... گویا میدان صاف

ہو چکا تھا۔

"عمارت کے پچھلی طرف"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور سب کے سب دوڑ پڑے.... لیکن ابھی وہ اس طرف جا بھی نہیں پائے تھے کہ راکڈوم کی آواز سنائی دی۔

اب تو ان کے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے.... وہ رک گئے.... اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اوپر دیکھا۔

راکڈوم فضا میں بلند ہو رہا تھا.... وہ اس پائپ کی سیدھ میں اوپر اٹھ رہا تھا.... جس سے وہ آئے تھے۔

○☆○

انسانی سیڑھی

دیکھتے ہی دیکھتے راکڈوم اس قدر بلند ہو گیا کہ وہ چھلانگ لگا بھی کر اس کو چھو نہ سکیں.... ایسے میں ابطال کی آواز سنائی دی۔

"ہم جا رہے ہیں دوستو.... یہ آخری شکست بھی تم لوگوں کو آخری سانس تک یاد رہے گی.... تم لوگ اس وقت سمندر کی تہ کے بھی نیچے ہو اور سمندر کی سطح پر آنے کا تم لوگوں کے پاس کوئی سامان نہیں ہے.... اب تم لوگ شوق سے اس عمارت کو تباہ کر دو.... لیکن یہاں بھی ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ کہ تم ہر لحاظ سے شکست کھا چکے ہو"۔

"کیا مطلب؟"

"تم اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو رہے ہو.... لیکن اپنے اسلامی ملکوں کو سورج کی روشنی بھی نہ لوٹا سکے"۔

"وہ کیسے؟"

"کیا تم نے اس عمارت کو تباہ کر دیا"۔

"نہیں"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"اگر تم اس عمارت کو تباہ کرتے ہو تو فوری طور پر تم لوگوں
کی موت واقع ہو گی"۔

"لیکن اس طرح سورج تو ہمارے ملکوں پر چمکنے لگے گا"۔

"نہیں.... ایسا پھر بھی نہیں ہو سکتا"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔

"تم شاید اتنی بڑی خبر نہ سن سکو"۔

"کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"نہیں.... ہم تم لوگوں کو یہ خبر نہیں سنائیں گے.... ورنہ
رنے سے پہلے ہی مر جاؤ گے"۔ یہ کہہ کر ابقال زور سے ہنسا۔

"پتا نہیں تم لوگ کیا ڈراما کر رہے ہو"۔

"راکڈوم اوپر لے چلو.... ہمیں نہ تو انہیں ڈراما سمجھانے کی
ضرورت ہے.... اور نہ یہ بتانے کی اس بار انہیں کس قدر مکمل
ین شکست ہوئی ہے"۔

راکڈوم اوپر اٹھنے لگا۔

"مسٹر ابقال.... بات تو پوری بتا دو.... آخر آپ کیا کہنا
ہتے ہیں، بتا دیتے ہمیں"۔

لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا.... وہ راکڈوم کو

اوپر اٹھتے دیکھتے رہے.... یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو
گیا۔ ساتھ ہی انہیں اپنے دل ڈوبتے محسوس ہوئے۔

"کک.... کیا.... اب ہم واقعی کبھی اوپر نہیں جا سکیں گے"۔
محمود نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"اور کیا ہمیں واقعی شکست ہو چکی ہے"۔ آصف بولا۔

"اور کیا ہم اسلامی دنیا کو سورج کی روشنی بھی نہیں لوٹا
سکے"۔ شوکی بڑبڑایا۔

"زندگی تو ایک دن ختم ہونے والی چیز ہے.... لیکن یہ نہیں
معلوم تھا کہ اس سمندر کی تہ کے بھی نیچے موت واقع ہو گی.... اور
دنیا اندھیرے میں ہی ڈوبی رہ جائے گی"۔ خان رحمان نے کہا۔

"خاموش!" انسپکٹر جمشید چلائے۔

سب نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"پاگلوں کی طرح باتیں نہ کرو.... ہوش کے ناخن لو.... ہوش
گنوا کر ہم کہیں کے نہیں رہیں گے.... پروفیسر صاحب .... آپ....
آپ کیا کہتے ہیں"۔

"نہیں.... میں کہتا ہوں.... چاہے کچھ ہو جائے.... اس
عمارت کو ضرور تباہ کر دیا جائے"۔

"تو پھر اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے"۔ انسپکٹر جمشید

بولے۔

"اور وہ کیا"۔

"یہ کہ آپ وہ سیال ایک ہی بار اس عمارت کی چوٹی پر
انڈیل دیں.... اس طرح سیال چاروں طرف سے بہے گا"۔

"اور پانی بھی نکلے گا.... ان جگہوں سے اور وہ سیال کے اثر
کو ختم کردے گا"۔

"دیکھا جائے گا.... آپ بس سیال انڈیل دیں"۔

"لیکن میں چوٹی پر کس طرح جاؤں"۔

"ہم انسانی سیڑھی بنائیں گے"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

"لیکن جمشید.... یہاں میں آپ سے ایک اختلاف کروں
گا.... اور مجھے افسوس ہے.... زندگی میں پہلی بار ایسا ہو رہا ہے"۔

"کوئی بات نہیں.... رائے کا اختلاف کوئی بری بات نہیں"۔

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تو پھر سنیں.... سارا سیال ایک ہی بار نہ انڈیل دیں.... بلکہ
پہلے تھوڑا سا انڈیل کر دیکھیں"۔

"ٹھیک ہے.... ایسا ہی کر لیتے ہیں"۔

انہوں نے جلدی جلدی انسانی سیڑھی بنائی.... پھر اس پر

پروفیسر داؤد چڑھے.... سیال کی بوتل انہوں نے کندھے سے لٹکا رکھی
تھی.... اوپر پہنچ کر انہوں نے تھوڑا سا سیال عمارت پر ڈالا.... فوراً
دھواں اٹھا اور پانی بھی عمارت کے مساموں سے گویا بہ نکلا.... اس
طرح دھواں فوراً ختم ہو گیا۔

پروفیسر داؤد نے دیکھا.... عمارت کو کوئی نقصان نہ پہنچا تھا۔

"اس طرح عمارت کا کچھ نہیں بگڑے گا"۔ وہ بولے۔

"سوچیں.... غور کریں.... اب کیا کریں.... ہو سکتا ہے
اطالی وغیرہ ہمیں دھوکے میں رکھ رہے ہوں.... اور کوئی بات چھپا
کر چلے گئے ہوں"۔

وہ سوچ میں ڈوب گئے۔

"آخر راکڈوم کہاں کھڑا کیا گیا تھا"۔ ایسے میں رفعت بولی۔

"چلو یہ بھی دیکھ لیتے ہیں.... عمارت کی پشت پر چلتے ہیں"۔

انہوں نے انسانی سیڑھی ختم کی اور عمارت کی پشت پر
آئے.... اس جگہ وہاں ایک کنواں سا دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"ارے باپ رے.... سمندر کی تہ میں کنواں"۔ فاروق
بولا۔

"منور علی خان.... ذرا اپنی رسی اس میں لٹکائیں.... میں اس
کنوئیں کی تہ میں اتر کر دیکھنا چاہتا ہوں"۔

"بہت اچھا"۔

انہوں نے آنکڑہ پھرتے رسی کے سرے پر باندھ لیا تھا... لہٰذا آنکڑا ان سب نے مل کر پکڑ لیا... کیونکہ وہاں رسی باندھنے کی کوئی جگہ تھی نہیں... اور رسی نیچے لٹکا دی گئی... انسپکٹر جمشید رسی کو پکڑ کر نیچے لٹک گئے... کنواں کافی چوڑا تھا۔

"اس میں شک نہیں کہ راکڈوم اسی کنوئیں میں کھڑا کیا گیا تھا... وہ پہلے یہی ریموٹ کنٹرول... بٹن دبانے پر اوپر آ جاتا ہوگا اور وہ اس میں سوار ہو جاتے ہوں گے... لیکن اس کنوئیں میں ایک طرف پانی کے پائپ لگائے گئے ہیں"۔

"کیا... پانی کے پائپ"۔

"ہاں! غالباً سمندر میں سے پانی ان پائپوں کے ذریعے یہاں تک لایا گیا ہے... اور ایسا نظام قائم کیا گیا ہے کہ جب وہ سیال عمارت پر ڈالا جائے جس سے عمارت تباہ ہو سکتی ہے... تو یہ پائپ خود بخود پانی اگل دے... جو عمارت کے مساموں کے ذریعے اس جگہ سے ابل پڑے... جہاں سیال گرایا جائے"۔

"اوہ... تب تو آپ ان پائپوں کو کاٹ ڈالیں... اس طرح پانی عمارت کے مساموں میں نہیں آ سکے گا"۔

"ہاں! لیکن اس کا ایک دوسرا نتیجہ نکلے گا... پانی تیزی سے

اس کنوئیں میں بھرنے لگے گا"۔

"اب جو بھی ہوتا ہے... ہو جائے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اچھی بات ہے... محمود... تم چاقو نیچے گرا دو"۔

محمود نے چاقو نیچے گرا دیا... انہوں نے پانی کا پائپ چاقو سے کاٹ ڈالا... فوراً ہی کنوئیں میں پانی کا فوارہ سا چھوٹنے لگا... انسپکٹر جمشید تیزی سے اوپر چڑھنے لگے... ادھر پانی کی سطح کنوئیں میں بلند ہو رہی تھی... اس میں پانی تیزی سے بھر رہا تھا... لیکن پانی کے کنوئیں کی منڈیر تک آنے سے پہلے ہی انسپکٹر جمشید اوپر آ گئے... باقی لوگ کنوئیں کے چاروں طرف دم بخود کھڑے تھے... ایسا منظر انہوں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا... اوپر آتے ہی وہ بولے۔

"اب آپ دیر نہ کریں... سیال اس کے اوپر اچھال دیں... ورنہ پانی اوپر آ کر پھر ہمارا کھیل خراب کر سکتا ہے"۔

"اچھی بات ہے... لیکن جمشید ساتھ ہی ہم سب بھی تو اللہ کو پیارے ہو جائیں گے"۔

"اب ہم کر بھی کیا سکتے ہیں"۔

"ہو سکتا ہے... اس عمارت کے تباہ ہونے سے اوپر روشنی

ہو جائے.... اسلامی ممالک سورج کی روشنی سے جگمگا جائیں.... اگر ایسا ہو گیا اور ہم سب ختم ہو گئے تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں ہو گا"۔

"اچھی بات ہے جمشید.... اللہ مالک ہے.... بلکہ خدا حافظ"۔

ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے.... باقی لوگوں کی آنکھوں میں بھی آنسو ٹمٹمانے لگے۔

"تو کیا.... یہ لمحات ہماری زندگی کے واقعی آخری لمحات ہیں"۔

"ہاں.... شاید"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

اور پھر اللہ کا نام لے کر پروفیسر صاحب نے سارا سیال عمارت پر انڈیل دیا.... فوراً ہی زبردست دھواں اٹھا اور پھر دھواں اٹھتا ہی چلا گیا.... یہاں تک کہ وہ اس پورے ہیڈ کوارٹر میں بھر گیا.... ان کے دم گھٹنے لگے.... لیکن پھر اچانک ایک اور کام ہوا.... دھواں یک دم غائب ہو گیا اور وہ اس ہیڈ کوارٹر سمیت اوپر اٹھنے لگے.... انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی آب دوز میں ہوں.... سمندر کا پانی اب ان کے چاروں طرف تھا.... ہیڈ کوارٹر میں اب وہ عمارت نظر نہیں آ رہی تھی.... وہ دھواں بن کر اڑ چکی تھی.... اور اس کا وزن ختم ہونے کی وجہ سے وہ شیشے کا بند کمرہ ہلکا ہو کر اوپر اٹھ رہا تھا.... انہیں حیرت تھی تو اس بات پر کہ وہ دھواں کہاں

گیا.... کس راستے سے نکلا۔

"کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں.... آخر دھواں کس راستے سے نکل گیا"۔

"جس راستے سے ہوا کی آمد و رفت کا نظام قائم کیا گیا تھا.... آخر ہم اس عمارت میں سانس تو لیتے رہے ہیں"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"اوہ ہاں! بالکل ٹھیک"۔ وہ بولے۔

"لیکن اب ہم اس میں سے نکلیں گے کیسے"۔ محمود نے پریشان آواز میں کہا۔

"وہ بعد کی بات ہے.... پہلا مسئلہ سطح سمندر پر پہنچنے کا ہے.... کیوں پروفیسر صاحب"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں.... سطح پر پہنچ کر یہ خود بخود پھٹ جائے گا"۔

"ارے واہ! اگر ایسا ہوا تو ہم پھنس گئے.... آخر ہم سمندر میں کب تک تیریں گے"۔ اخلاق بوکھلا کر بولا۔

"بھئی تم نے غور نہیں کیا.... یہ بالکل سیدھ میں اوپر اٹھ رہا ہے.... اور ہم ان شاء اللہ اپنے جہاز کے آس پاس ابھریں گے"۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو"۔

وہ سمندر دوز عمارت انہیں لیے اوپر اٹھتی رہی.... پھر جونہی وہ سطح پر ابھری.... ایک دھماکے سے پھٹ گئی.... اور انہوں نے خود کو پانی کی سطح پر پایا.... ساتھ ہی ان کے جہاز کا عملہ چلا اٹھا"۔

"اس طرف.... اس طرف آ جائیے"۔

انہوں نے دیکھا جہاز زیادہ دور نہیں تھا.... وہ اس کی طرف تیرنے لگے.... اور آخر جہاز پر سوار ہو گئے"۔

"ارے.... وہ جزیرہ کہاں گیا"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"ابھی ابھی غرق ہوا ہے"۔ عملے میں سے ایک نے کہا۔

"غرق ہوا ہے"۔

"ہاں! اس میں پانی کا بہت بڑا فوارہ سا چھوٹا تھا اور پھر وہ سمندر کی تہ میں بیٹھنے لگا.... یہاں تک کہ غائب ہو گیا.... لیکن یہ آپ کس چیز میں اوپر آئے تھے.... ہم تو اسی کوئی وہیل مچھلی خیال کر بیٹھے تھے"۔

"ارے نہیں.... وہ ایک عمارت تھی.... سمندر کی تہ کے بھی نیچے بنایا گیا ہیڈ کوارٹر.... اللہ کی مہربانی سے وہ تباہ ہو گیا ہے اور اب ہم واپس جائیں گے"۔

"اس.... اس کا مطلب ہے.... اسلامی ملکوں کو اندھیرے

سے نجات مل گئی"۔ کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں بالکل.... لیکن ایک افسوس رہے گا"۔

"اور وہ کیا"۔

"چاروں مجرم صاف بچ کر نکل گئے"۔

"ارے ہاں! ہم نے سمندر سے ایک خلائی جہاز جیسی چیز ابھرتی دیکھی تھی.... ہم تو ڈر ہی گئے تھے.... لیکن اس چیز نے جہاز کا رخ نہیں کیا اور سیدھی اوپر اٹھتی چلی گئی"۔

"وہ راکڈوم تھا اور اسی میں چاروں مجرم فرار ہوئے ہیں"۔ خان رحمان نے انہیں بتایا۔

"خیر یہ کوئی ایسی افسوس کی بات نہیں' ان سے ٹکراؤ ہو ہی جائے گا کہیں نہ کہیں"۔ محمود نے کہا۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے.... مقابلہ تو ان سے رہے گا.... اگر زندگی رہی"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ویسے بھئی.... رفعت کا وہ کام خوب تھا.... موتال کو گرانے والا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"حد ہو گئی.... ایک ذرا سی کوشش نے ان محترمہ کو ہیرو بنا دیا' ہے کوئی تک"۔ فاروق نے جلا کر کہا اور اسے گھورا۔

"آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا نہ جانا اس بے چاری کو"۔

آفتاب نے گویا اسے مشورہ دیا۔

"میں اتنی نرم چیز نہیں ہوں.... آفتاب بھائی"۔

"ہاں ہاں.... چکو بھئی.... خوب چکو.... اب آئے گا تم لوگوں کے چھکنے کا مزا"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"اس کام کا سہرا تو شاید پروفیسر انکل کے سر ہی رہے گا"۔

"نن نہیں"۔ وہ گھبرا کر بولے۔

"آخر آپ اتنے سہرے لے کر کیا کریں گے انکل"۔ آصف بولا۔

"بھئی میں نے کب کہا ہے.... یہ تو تم لوگ خود ہی مجھے سہروں سے لادتے چلے جا رہے ہو.... میں تو خود پریشان ہوں اس سے.... کہ اتنے سہرے میرے کس کام آئیں گے"۔

"چلیے کوئی بات نہیں.... آپ وہ ہم میں تقسیم کر دیں"۔ شوکی بولا۔

"سہروں کا بھوکا"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"کیا کہا.... اور کس کے بارے میں کہا"۔ فرحت نے آنکھیں نکالیں۔

"کیوں.... کیا تم شوکی کی طرف دار ہو"۔

"ہاں! کیوں نہیں"۔

"بھئی اور سنو.... یہ محترمہ شوکی صاحب کی طرف دار ہیں"۔

"تو اس سے کیا ہوتا ہے میں خود شوکی کا طرف دار ہوں"۔ خان رحمان مسکرائے۔

"اور میں بھی"۔ پروفیسر بولے۔

"ارے باپ رے.... تو کیا انکل.... آپ ہم لوگوں کے مخالف ہیں"۔

"نہیں تو.... تمہارے بھی طرف دار ہیں ہم تو"۔

"تب پھر آپ مخالف کس کے ہیں"۔

"اسلام کے دشمنوں کے"۔ پروفیسر فوراً بولے۔

"یہ کی ہے نا آپ نے بات"۔ منور علی خان بولے۔

اب ان کا سفر شروع ہو چکا تھا.... ہر لمحے وہ اپنے وطن سے نزدیک ہو رہے تھے.... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا خیال ہے.... ہم بغیر کوئی پیغام دیئے خاموشی سے کیوں نہ اپنے وطن میں داخل ہوں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"بلکہ اس طرح مزا رہے گا.... وہاں سورج کی روشنی کی وجہ سے خوشیاں ہی خوشیاں منائی جا رہی ہوں گی"۔

"صرف وہاں ہی نہیں.... تمام اسلامی ملکوں میں"۔

"وہ اپنے ملک کے ساحل پر پہنچے تو وہاں مکمل طور پر تاریکی تھی۔

"ہم رات کے وقت پہنچے ہیں"۔ محمود نے کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں.... پہنچے تو ہیں.... صبح دن کی روشنی دیکھ ہی لیں گے"۔ آصف نے کہا۔

سب لوگ عرشے سے لگے کھڑے تھے.... اور سیڑھی لگنے کا انتظار کر رہے تھے۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا"۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"آپ کی آواز میں خوف.... یہ بات کس قدر عجیب ہے"۔ محمود چونکا۔

"اوپر.... اوپر دیکھو"۔

انہوں نے ڈرے ڈرے انداز میں دیکھا۔

○☆○